

تنقید متدین

تفسیر نعیم الدین

تالیف

شیخ الحدیث حضرت مولانا
محمد سرفراز خان صاحب مدظلہ

مکتبہ اسلامیہ

میری نگاہوں پر اتنی روشنیاں ہیں کہ ہمارے شرع کی کچھ بھی غریبیاں

تنقید متین

تفسیر الیم الدین

اس کتاب میں مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی کے ترجمہ قرآن کریم اسی کے ذریعہ
 شاعر مولوی نعیم الحق صاحب مولانا اہلی کی تفسیر پر اصول اور طرز و لائق کے ساتھ تبصرہ
 کیا گیا ہے اور مولوی صاحب کے ساتھ یہ بات و حکمت لگائی ہے کہ اس ترجمہ کی تفسیر میں ایسی
 ایسی باتیں ہیں کہ ان کو قرآن و حدیث اسلام کے سرسخت ہی خود قرآن کریم اور صاحب دینی
 حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی دلائل سے بیزاری میں لایا گیا ہے اور مولوی صاحب
 کے دلائل کے خلاف ہیں اور حق و باطل میں انھوں نے غلطی کی ہے اور ان کے
 نسخہ ۱۵۷۴ ہے۔ وَاللّٰهُ يَقُولُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيلَ

ابوالزہد محمد رفیع

﴿جملہ حقوق بحق مکتبہ مطہرہ یہ نزدکھندہ گھر کو جراناوالہ محفوظ ہیں﴾

گیارہواں ایڈیشن..... فروری ۲۰۱۰ء

نام کتاب تحفہ حسین
تالیف شیخ الحدیث حضرت مولانا ابوالزاہد محمد سرفراز خان صفدر
مطبع مکی مدنی پرنٹرز لاہور
تعداد ایک ہزار
قیمت ۸۵۰ (پچاس روپے)
ناشر مکتبہ صفدر پورہ درہ نصرہ اعلوم گفٹنگ مکر کوچہ نوالہ

(۷۷)

- [illegible]

فہرست مضامین

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
۱	پیش لفظ	۱۱	۱۶	۲۵
۲	سبب آیت	۱۱	۱۷	۲۶
۳	استاد کو کم کا حکم	۱۱	۱۸	۲۷
۴	دین کا غیر ظاہری	۱۲	۱۹	۲۸
۵	الدین النبیۃ کہ وہی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے	۱۳	۲۰	۲۹
۶	اہم خطبات سے اس کا اثر	۱۳	۲۱	۳۰
۷	عبداللہ بن ابی وجیہ سے ۔۔	۱۴	۲۲	۳۱
۸	امام ابن مسعود سے ۔۔	۱۴	۲۳	۳۲
۹	امام احمدی سے ۔۔	۱۶	۲۴	۳۳
۱۰	شیخ ابی اناسہ سے کہ وہی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم ہے	۱۷	۲۵	۳۴
۱۱	مفسر ابی ہریرہ کے کہ وہی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم ہے	۱۷	۲۶	۳۵
۱۲	مفسر ابی ہریرہ کے کہ وہی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم ہے	۱۷	۲۷	۳۶
۱۳	خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک بات	۲۰	۲۸	۳۷
۱۴	ایک شخص نے کہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم ہے	۲۱	۲۹	۳۸
۱۵	اس کا وہی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم ہے	۲۲	۳۰	۳۹
۱۶	خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم ہے	۲۳	۳۱	۴۰

نمبر	مضمون	صفحہ	نمبر	مضمون	صفحہ
۲۵	سید محمد امجد علی شاہی سے	۴۵	۲۵	عالمگیری سے	۲۸
۲۶	قیصر اور چالیسوں رفیقو جماعت سے	۴۸	۲۶	قاضیخان سے	۲۹
۲۷	عقلمند ابن کثیر سے	۴۹	۲۷	ذوالفقیر سے	۳۰
۲۸	امام ابن قدام سے	۵۰	۲۸	عقلمند اکرمی سے	۳۱
۲۹	امام کدوسی سے	۵۱	۲۹	حافظ ابن کثیر سے	۳۲
۳۰	امام نووی سے	۵۲	۳۰	شیخ القراء کی نعرے سے	۳۳
۳۱	امام طحاوی القادسی سے	۵۳	۳۱	عقلمند صدیق کاشغری سے	۳۴
۳۲	قاضی شاد اللہ صاحب سے	۵۴	۳۲	میرزا بٹال کا مصنف	۳۵
۳۳	حضرت شاد ولی صاحب سے	۵۵	۳۳	حضرت قاضی علی بن محمدی کا موالد	۳۶
۳۴	مولانا عبدالحی صاحب کاشغری سے	۵۶	۳۴	وکیلتہ از زعمانہم ینفقتہن کی تفسیر	۳۷
۳۵	مولانا احمد رضا خان صاحب سے	۵۷	۳۵	مولانا نعیم الدین صاحب سے	۳۸
۳۶	شیخ عبدالحی محقق دہلوی سے	۵۸	۳۶	گیارہویں تیسویں ساتواں چالیسویں	۳۹
۳۷	ابن بنت والجماعت کاشغری	۵۹	۳۷	اس میں داخل ہیں	۴۰
۳۸	حافظ ابن کثیر سے	۶۰	۳۸	پیر صاحب کوثری یا کریم کا صاحب سے	۴۱
۳۹	حضرت شاد عبدالعزیز صاحب سے	۶۱	۳۹	گیارہویں کے بارے میں تفصیل	۴۲
۴۰	کتاب طہارت لکھنا اس پر ایصال ثواب	۶۲	۴۰	تقرب غیر اللہ حرام ہے	۴۳
۴۱	کے لیے کچھ پڑھنا ہندوستان کی پیدائش	۶۳	۴۱	حضرت شاد عبدالعزیز صاحب سے	۴۴
۴۲	مولانا محمد صالح صاحب کاشغری سے	۶۴	۴۲	مصدق گیارہویں برکت جماعت سے	۴۵
۴۳	مولانا جمیل اللہ صاحب زوسم سے	۶۵	۴۳	ابن بنت والجماعت کاشغری تفسیر الطحاوی سے	۴۶
۴۴	شرعیہ کے معلق حکام کو تہذیب کر دینا چاہیے	۶۶	۴۴	نور گیارہویں ابن بنت والجماعت کے حکام سے	۴۷
۴۵	چند عقائد شرعی سے	۶۷	۴۵	فرقہ انجری کی تہذیب و تہذیب کے حکام سے	۴۸

نمبر	موضوعات	صفحہ	نمبر	موضوعات	صفحہ
۶۵	اہل رحمت کا تادیب شیعہ کی جہالتوں	۵۷	۶۵	اہل رحمت کا تادیب شیعہ کی جہالتوں	۵۷
۶۶	اس کا جواب کہ اہل رحمت کی تفسیر ہے	۵۸	۶۶	اس کا جواب کہ اہل رحمت کی تفسیر ہے	۵۸
۶۷	فہرست الاسماء من یقتول کی تفسیر	۵۹	۶۷	فہرست الاسماء من یقتول کی تفسیر	۵۹
۶۸	مولوی نعیم الدین صاحب سے	۶۰	۶۸	مولوی نعیم الدین صاحب سے	۶۰
۶۹	انبیاء کریمؐ کی تفسیر	۶۱	۶۹	انبیاء کریمؐ کی تفسیر	۶۱
۷۰	کلمہ کا مستحب ہے	۶۲	۷۰	کلمہ کا مستحب ہے	۶۲
۷۱	اس کا جواب کہ اہل رحمت کی تفسیر ہے	۶۳	۷۱	اس کا جواب کہ اہل رحمت کی تفسیر ہے	۶۳
۷۲	پیشہ و پیشہ کی جہالتوں کی تفسیر	۶۴	۷۲	پیشہ و پیشہ کی جہالتوں کی تفسیر	۶۴
۷۳	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر	۶۵	۷۳	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر	۶۵
۷۴	اپنے تلامذہ کی تفسیر	۶۶	۷۴	اپنے تلامذہ کی تفسیر	۶۶
۷۵	حضرت علیؓ کی تفسیر	۶۷	۷۵	حضرت علیؓ کی تفسیر	۶۷
۷۶	حضرت علیؓ کی تفسیر	۶۸	۷۶	حضرت علیؓ کی تفسیر	۶۸
۷۷	حضرت علیؓ کی تفسیر	۶۹	۷۷	حضرت علیؓ کی تفسیر	۶۹
۷۸	حضرت علیؓ کی تفسیر	۷۰	۷۸	حضرت علیؓ کی تفسیر	۷۰
۷۹	حضرت علیؓ کی تفسیر	۷۱	۷۹	حضرت علیؓ کی تفسیر	۷۱
۸۰	حضرت علیؓ کی تفسیر	۷۲	۸۰	حضرت علیؓ کی تفسیر	۷۲
۸۱	حضرت علیؓ کی تفسیر	۷۳	۸۱	حضرت علیؓ کی تفسیر	۷۳
۸۲	حضرت علیؓ کی تفسیر	۷۴	۸۲	حضرت علیؓ کی تفسیر	۷۴
۸۳	حضرت علیؓ کی تفسیر	۷۵	۸۳	حضرت علیؓ کی تفسیر	۷۵
۸۴	حضرت علیؓ کی تفسیر	۷۶	۸۴	حضرت علیؓ کی تفسیر	۷۶
۸۵	حضرت علیؓ کی تفسیر	۷۷	۸۵	حضرت علیؓ کی تفسیر	۷۷
۸۶	حضرت علیؓ کی تفسیر	۷۸	۸۶	حضرت علیؓ کی تفسیر	۷۸
۸۷	حضرت علیؓ کی تفسیر	۷۹	۸۷	حضرت علیؓ کی تفسیر	۷۹
۸۸	حضرت علیؓ کی تفسیر	۸۰	۸۸	حضرت علیؓ کی تفسیر	۸۰
۸۹	حضرت علیؓ کی تفسیر	۸۱	۸۹	حضرت علیؓ کی تفسیر	۸۱
۹۰	حضرت علیؓ کی تفسیر	۸۲	۹۰	حضرت علیؓ کی تفسیر	۸۲
۹۱	حضرت علیؓ کی تفسیر	۸۳	۹۱	حضرت علیؓ کی تفسیر	۸۳
۹۲	حضرت علیؓ کی تفسیر	۸۴	۹۲	حضرت علیؓ کی تفسیر	۸۴
۹۳	حضرت علیؓ کی تفسیر	۸۵	۹۳	حضرت علیؓ کی تفسیر	۸۵
۹۴	حضرت علیؓ کی تفسیر	۸۶	۹۴	حضرت علیؓ کی تفسیر	۸۶
۹۵	حضرت علیؓ کی تفسیر	۸۷	۹۵	حضرت علیؓ کی تفسیر	۸۷
۹۶	حضرت علیؓ کی تفسیر	۸۸	۹۶	حضرت علیؓ کی تفسیر	۸۸
۹۷	حضرت علیؓ کی تفسیر	۸۹	۹۷	حضرت علیؓ کی تفسیر	۸۹
۹۸	حضرت علیؓ کی تفسیر	۹۰	۹۸	حضرت علیؓ کی تفسیر	۹۰
۹۹	حضرت علیؓ کی تفسیر	۹۱	۹۹	حضرت علیؓ کی تفسیر	۹۱
۱۰۰	حضرت علیؓ کی تفسیر	۹۲	۱۰۰	حضرت علیؓ کی تفسیر	۹۲

نمبر	مضمون	صفحہ	نمبر	مضمون	صفحہ
۹۵	انبیاء علیہم السلام کی بشریت کا انکار کافروں نے کیا۔	۸۰	۹۵	قرآن کریم سے	۸۰
۸۸	ملک الملک ابو بکرؓ کی یاد سے	۸۰	۹۶	اس کی تفسیر علامہ نسفیؒ اور علامہ رافعیؒ سے	۸۱
۸۸	ان کے بعد بننے والے ان کا گناہوں میں	۸۱	۹۷	علامہ حنیفیؒ، امام ابو حنیفہؒ اور علامہ	۸۲
۸۸	باطل و مستحکم بھی داخل کر دی تھیں	۸۱	۹۸	ابو حنیفہؒ سے	۸۲
۸۸	علامہ محمد طاهر مہتمیؒ سے	۸۲	۹۸	آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم	۸۳
۸۸	مصنف عبد الرزاق طبرانی کی کتاب	۸۲	۹۹	ایک تفسیر علی غار کے فرزند تھے	۸۳
۸۸	اس باب کی گزشتہ پیش رفت کے نزدیک	۸۳	۱۰۰	آیت کی تفسیر علامہ علی بن ابی نعیم	۸۴
۸۸	مستحکم نہیں	۸۳	۱۰۱	صاحب سے	۸۴
۸۸	حضرت شاہ عبد العزیز صاحب سے	۸۴	۱۰۲	مسئلہ قنود	۸۴
۸۹	حضرت سید سلیمان ندویؒ سے	۸۴	۱۰۳	آپ جنس کے لحاظ سے بشر اور مست	۸۴
۸۹	یہ حدیث اول ما خلق اللہ القلم	۸۴	۱۰۴	کے لحاظ سے نہیں۔	۸۴
۸۹	کے خلاف ہے	۸۴	۱۰۵	سپل دلیل کتابہ کذبہ من اللہ	۸۵
۸۹	یہ روایت صحیح ہے ملاحظہ فرمائیے	۸۵	۱۰۶	قنود سے استدلال	۸۵
۹۰	ایک روایت میں اول ما خلق	۸۵	۱۰۷	اس کا جواب	۸۵
۹۰	اللہ دوسری بھی آیا ہے۔	۸۵	۱۰۸	دوسری دلیل حضرت جابرؓ کی حدیث	۸۵
۹۰	حضرت علامہ علی بن ابی نعیم سے	۸۵	۱۰۹	ان اللہ تعالیٰ خلق قبل الشیء قنود	۸۵
۹۱	علامہ ابن قیمؒ سے	۸۵	۱۱۰	نبی تک - الحدیث	۸۵
۹۱	نہ سے مراد مدح ہے	۸۵	۱۱۱	اس کا جواب امام عبد الرزاق شیبہؒ	۸۵
۹۲	شیخ کی مستند کتاب ہے بھی اس کا ثبوت	۸۵	۱۱۲	اور فضائل میں غیر مستند روایتیں بھی	۸۵
۹۲	یہ روایت مستند و معتد ہے آئی	۸۵			
۹۲	ہے مگر اس کا ثبوت نہیں۔	۸۵			

ردیف	مضبوط	ردیف	مضبوط
۱۳۱	تیسری دلیل آپ کا یہ تھا	۱۳۵	اس کا جواب، ماضی و ماضی کا صحیح
۱۳۲	حکیم ترقی کے روایت	۱۳۶	خلفان معظم ہے۔
۱۳۳	حجاب اس کی سندیں عبدالرحمن کا	۱۳۷	قرآن حکیم اور ترقی و ترقی کی سند
۱۳۴	قبیل کتاب اور وضاحت دہی ہے	۱۳۸	حرف اول سے اس کا رد
۱۳۵	علامہ بخاری سے	۱۳۹	ماہل مہ کی تفسیر مولانا نعیم الدین
۱۳۶	حافظ ابن حجر سے	۱۴۰	صاحب اس کا جواب
۱۳۷	نیز اس میں عبداللہ عجلت اللہ	۱۴۱	اجل کاغزی معنی امام طریقی سے
۱۳۸	قد علیہ القاضی سے	۱۴۲	امام صاحب سے
۱۳۹	امام سیوطی علیہ السلام کی کتاب	۱۴۳	مستم کی تفسیر امام بن علیہ السلام سے
۱۴۰	کہتے ہیں	۱۴۴	اجل کاغزی ترقی و ترقی امام بن علیہ السلام سے
۱۴۱	حکیم ترقی کر گئے؟	۱۴۵	شاہ عبد العزیز مفت و دہی سے
۱۴۲	نورہ لاصول معتبر نہیں	۱۴۶	مولانا گنجی سے
۱۴۳	شاہ عبد العزیز صاحب سے	۱۴۷	مستم کی قیہ الہی ہے امر دہی نہیں
۱۴۴	بہ حضرت علی الشہید وستم کاہل	۱۴۸	امام ترقی اور قدرہ الہی انہی سے
۱۴۵	خاصہ شک کی صحیح روایت	۱۴۹	مقدما آتی سے
۱۴۶	سند احمد طبعات بنی صمد بن علی	۱۵۰	تقرب کی نیت سے ہمارے کہنے
۱۴۷	کی روایت کے سبب ترقی	۱۵۱	بے شک تو ہوتا ہے تفسیر اکمل سے
۱۴۸	خیل ترقی کی دلیل اور اس کا جواب	۱۵۲	تقسیم خیرات شک نیت سے کہی ہے
۱۴۹	کی روایت سے رد	۱۵۳	کی آمد پر ترقی کر کے کہنے سے بھی
۱۵۰	شہید کا معنی نگہبان و گواہی ہے	۱۵۴	بازر و خلل نہیں ہوتا
۱۵۱	اس کی تفسیر مولانا نعیم الدین	۱۵۵	در عقدہ اصول

نمبر	مضمرات	نمبر	مضمرات	نمبر	مضمرات
۱۳۹	چلانی کا حوالہ	۱۳۹	شاہ ولی اللہ صاحب سے اور	۱۳۹	چلانی کا حوالہ
۱۴۰	بحرہ فتاویٰ کا حوالہ	۱۴۰	شاہ محمد رفیع صاحب سے	۱۴۰	بحرہ فتاویٰ کا حوالہ
۱۴۱	غیر اللہ کے لیے جان و مال کا نذر	۱۴۱	عبدیلا و سنانا جانشین سے مولوی	۱۴۱	غیر اللہ کے لیے جان و مال کا نذر
۱۴۲	معون کا کام ہے	۱۴۲	قیم الدین صاحب اس کا جواب	۱۴۲	معون کا کام ہے
۱۴۳	اسلم انسان اور مستند و غیرہ کی	۱۴۳	یہ بدعت ہے، جو چھٹی صدی کے	۱۴۳	اسلم انسان اور مستند و غیرہ کی
۱۴۴	صحیح حدیث	۱۴۴	ابو یوسف اور بی بی یحییٰ مولوی اور	۱۴۴	صحیح حدیث
۱۴۵	قبر کے پاس جان و مال کا نذر کرنا حلال ہے	۱۴۵	سُورۃ بادشاہ اس کا ترجمہ ہے	۱۴۵	قبر کے پاس جان و مال کا نذر کرنا حلال ہے
۱۴۶	اسلام ہے	۱۴۶	امام ابن تیمیہ، محمد و العتباتی گو	۱۴۶	اسلام ہے
۱۴۷	ابو داؤد اور سنن ابی یوسف کے	۱۴۷	ابن ابی عمیر سے اس کا رد	۱۴۷	ابو داؤد اور سنن ابی یوسف کے
۱۴۸	ابو یوسف کے حوالہ سے کہیں سے	۱۴۸	مولوی کی بدعت کا رد بھی	۱۴۸	ابو یوسف کے حوالہ سے کہیں سے
۱۴۹	مناہرہ سے البحر الاوقیٰ اور شامی	۱۴۹	حک زندقہ	۱۴۹	مناہرہ سے البحر الاوقیٰ اور شامی
۱۵۰	فتاویٰ عالمگیری	۱۵۰	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو	۱۵۰	فتاویٰ عالمگیری
۱۵۱	جو گناہ لایہ گناہ کے پڑنے	۱۵۱	الحکم معروض تھے۔ مولوی	۱۵۱	جو گناہ لایہ گناہ کے پڑنے
۱۵۲	مانی جاتی ہے۔ اس کی علت تحقیق ہے	۱۵۲	قیم الدین صاحب سے	۱۵۲	مانی جاتی ہے۔ اس کی علت تحقیق ہے
۱۵۳	اس کی تاویل مولانا محمد رفیع وغیرہ سے	۱۵۳	قرآن کریم سے اس کا رد	۱۵۳	اس کی تاویل مولانا محمد رفیع وغیرہ سے
۱۵۴	امام نووی کی حدیث	۱۵۴	بخاری اور مسلم سے اس کا رد	۱۵۴	امام نووی کی حدیث
۱۵۵	امام زینبی کی تاویل تفصیل طلب ہے	۱۵۵	اسلم ابو حوازہ سے اس کا رد	۱۵۵	امام زینبی کی تاویل تفصیل طلب ہے
۱۵۶	إِنَّمَا مَا كَفَّيْتُمْ مِّنْ اسْتِثْنَاءِ	۱۵۶	مسند شافعی سے اس کا رد	۱۵۶	إِنَّمَا مَا كَفَّيْتُمْ مِّنْ اسْتِثْنَاءِ
۱۵۷	کا مطلب ؟	۱۵۷	عبداللہ اب شرفی سے	۱۵۷	کا مطلب ؟
۱۵۸	غیر اللہ کے تقرب کے لیے جو جائز	۱۵۸	اس کا رد	۱۵۸	غیر اللہ کے تقرب کے لیے جو جائز
۱۵۹	فرج کیا جائے وہ حرام ہے۔	۱۵۹	امام ابو جعفر النعمان، امام ابن ابی شیبہ	۱۵۹	فرج کیا جائے وہ حرام ہے۔

نمبر	مضمون	نمبر	مضمون	نمبر	مضمون
۱۳۸	امام رازی کا حوالہ	۱۸۸	عقار محب اللہ آمد محترمینی	۱۳۲	عقار محب اللہ آمد محترمینی
۱۳۹	سایہ اشرف مواقف اور	۱۸۹	سے اس کا رد	۱۳۳	شیخ عبدالحی اور شاہ علی اللہ
۱۴۰	فتوح القادر کا حوالہ	۱۹۰	صاحب سے اس کا رد	۱۳۴	شاہ علی الغریز صاحب سے
۱۴۱	مجدد الف ثانی اور	۱۹۱	اس کا رد	۱۳۵	تقریریں کا باطل نظر شیخ کی تقریر
۱۴۲	شیخ عبدالحی کا حوالہ	۱۹۲	نفیۃ الطالبین کا حوالہ	۱۳۶	شرح مواقف کا حوالہ
۱۴۳	شیخ السید کا حوالہ	۱۹۳	امکان کذب محال ہے	۱۳۷	دعویٰ دوسری نیم الدین صاحب
۱۴۴	سلاسل النکاح کا حوالہ	۱۹۴	اس کا جواب کہ اہل سنت کا	۱۳۸	غیب اس کے خلاف ہے
۱۴۵	امام غزالی کے متعدد حوالے	۱۹۵	قرآن کریم کی پہلی آیت	۱۳۹	دوسری آیت
۱۴۶	علامہ علی بن الحارثی کا حوالہ	۱۹۶	مصحف ہدوی نیم الدین صاحب	۱۴۰	تیسری آیت
۱۴۷	قَوْلَا أَفَلَا تَعْلَمُونَ الْقَائِمُ كَارِهُ	۱۹۷	اس کا جواب کہ اہل سنت کا	۱۴۱	چوتھی آیت
۱۴۸	خان صاحب سے	۱۹۸	غیب اس کے خلاف ہے	۱۴۲	ابو داؤد اور ابوداؤد الطحان
۱۴۹	امام اس کی تفسیر مولانا نیم الدین صاحب	۱۹۹	قرآن کریم کی پہلی آیت	۱۴۳	دعویٰ کی حدیث
۱۵۰	اس کا جواب	۲۰۰	دوسری آیت	۱۴۴	امام نووی کا حوالہ
۱۵۱	یہ نظریہ قرآن کریم کے خلاف ہے	۲۰۱	تیسری آیت	۱۴۵	امام تاج الدین مسکنی کا حوالہ
۱۵۲	دوسری آیت	۲۰۲	چوتھی آیت	۱۴۶	مدرج المعانی اور شرح مفتوح
۱۵۳	حافظ ابن کثیر، طحاوی، رازی	۲۰۳	ابو داؤد اور ابوداؤد الطحان	۱۴۷	
۱۵۴	شرح ابن کثیر، رازی سے اس کی تشریح	۲۰۴	دعویٰ کی حدیث	۱۴۸	
۱۵۵	شیخ احمد بن حنبل کے حوالے	۲۰۵	امام نووی کا حوالہ	۱۴۹	
۱۵۶	علم دھما کر دہی تھے	۲۰۶	امام تاج الدین مسکنی کا حوالہ	۱۵۰	
۱۵۷	مفتی کریم صاحب پر حمل کرنا یعنی بائیس	۲۰۷		۱۵۱	
۱۵۸	مدرج المعانی اور شرح مفتوح	۲۰۸		۱۵۲	

نمبر	مضمون	نمبر	مضمون	نمبر
۲۰۳	لَا تَعْلَمُوهُمْ عَنْ قَوْلِهِمْ	۲۱۲	۱۴۲	۱۷۱
۲۰۴	اس کا جواب	۲۱۳	۱۴۵	۱۷۲
۲۰۵	تَفَقَّهْتُمْ عَنْ تَفْسِيرِ عَائِظِ بْنِ	۲۱۴	۱۴۸	۱۷۳
۲۰۶	کثیر اور آگے سے	۲۱۵	۱۴۹	۱۷۴
۲۰۷	کلمہ اور مدی نہایت بروج	۲۱۶	۱۵۰	۱۷۵
۲۰۸	ہیں تفسیر تفسیر بزرگ الاصل	۲۱۷	۱۵۱	۱۷۶
۲۰۹	موت قرآن کے مقابل میں اخبار عام	۲۱۸	۱۵۲	۱۷۷
۲۱۰	مستخرجین علم صاحب سے	۲۱۹	۱۵۳	۱۷۸
۲۱۱	منہج احمدیہ صاحب گرائی سے	۲۲۰	۱۵۴	۱۷۹
۲۱۲	وَقَدْ فَتَّلَ نَحْنُ مَا حَرَّمَ	۲۲۱	۱۵۵	۱۸۰
۲۱۳	اوپر کی تفسیر مولانا نعیم الدین صاحب سے	۲۲۲	۱۵۶	۱۸۱
۲۱۴	اس کا جواب شریعہ تکریم سے	۲۲۳	۱۵۷	۱۸۲
۲۱۵	جسور کے نزدیک اصل اشیا میں	۲۲۴	۱۵۸	۱۸۳
۲۱۶	خودت ہے تفسیر مدی	۲۲۵	۱۵۹	۱۸۴
۲۱۷	قرآن وحدیث استدلال کلمہ کا سلسلہ	۲۲۶	۱۶۰	۱۸۵

پیش لفظ

مُبَسُّوْلًا وَمُحَمَّدٌ لَا قُوْمَ مَكَلْنَا وَمُسْلِمًا۔ اساجد

ہمارے ایک علمی جنگ اور محترم استاد مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ جن کی علم و طہارت اور فتنہ کمال پاک و نہد کے علاوہ ایک آجین الاتواری حیثیت رکھتا ہے۔ زاتم اٹیم کو یہ یقین فرمائی اور اس امر کی طرف خصوصی توجہ دلائی کہ مولوی احمد رضا خان صاحب بریلی (المتوفی ۱۳۴۰ھ) نے قرآن پاک کا جو ترجمہ لکھا ہے، اس کی طرف توجہ کرنا مستوی ہے، بہت سے اہل علم سے سنا ہے کہ انہوں نے ترجمہ میں بعض مقامات پر خالص سینہ زہدی اور تحریریت کی ہے اور علاوہ ان کے باہر تازہ شاگرد مولوی نعیم الدین صاحب مولود آبادی (المتوفی ۱۳۶۷ھ) نے اس کا جو مفصل حاشیہ لکھا ہے (ان دونوں کو آج کچھ لاہور نے اپنی شاندار روایت کے پیش نظر عمدہ کتابت بہترین کافز اور اعلیٰ ترین جلد کے ساتھ طبع کرانے عوام کے سامنے پیش کیا ہے) اس حاشیہ اور تفسیر کا بھی علمی اور تحقیقی طور پر جائزہ لینا چاہیے کہ اگر ان میں کوئی چیز دینی طور پر قابل گرفت ہو جس سے عوام الناس کے عقائد پر اثر پڑتا ہو، اصلاح کے اعمال و کمالات بگڑنے کا خطرہ ہو تو رد و قوت پر فریضہ ادا کیا جائے تاکہ گناہی حق اور نبی عن المنکر کی کوتاہی کے وبال میں ہم نہ آجائیں باوجود بے حد مصروفیت اور عیال و کمالی کے اپنی بے بغا امتی اور بے ناچنگ کے ساتھ سروسٹ صرف سرسری طور پر ہی طائر از

نگاہ ڈالی جا چکی ہے، اگر زندگی کے ساتھ دیا اور آئندہ زندگی شامل حال رہی تو کسی دوسرے اور کسی فرصت کے موقع پر تفصیلی جائزہ لیا جائے گا انشاء اللہ فی الحال اس اجمال گرفت پر ہی اکتفا کی جاتی ہے اور اس میں اتنا دھرم کے حکم کی تفصیل کے علاوہ مقدمہ طبر پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث بھی پیش نظر ہے جو حضرت نسیم طبرانی (متوفی ۳۲۰ھ) سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الدین النصیحة قلت لمن قال للہ ولعقابہ ولرسولہ ولاشیئہ المسلمان وحدهم
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دین خیر خواہی کا نام ہے ہم نے کہا کس کی خیر خواہی؟ تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس کی کتاب، اس کے رسول اور مسلمان کے (مسلم ص ۱۱۲) دیکھنی ص ۱۱۲) تو ترجمہ یہ ہے۔

اور صحیح البرخانہ (جلد ۱ ص ۲۸) میں ہے کہ آپ نے میں دفعہ انما الدین النصیحة کا جملہ دہرایا اور اسی طرح البرخانہ جلد ۲ ص ۱۱۲ میں ہے، اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ نصیحت اور خیر خواہی دین ہے، اس حدیث کی شرح اور تفسیر میں علامہ اسلام نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ بھی ملاحظہ کریں امام ابوسیدان احمد بن محمد الخطابی (متوفی ۳۸۸ھ) اس حدیث کی شرح میں کہتے ہیں کہ:-

نعمی نصیحت للہ سبحانہ من الذی اعتقاد فی وحدانیتم والحدس النیة فی عبادتہ والنصیحة لکتابہ الذی یؤمن بہ والعمل بما فیہ والنصیحة لرسولہ التصدیق بنبوتہ وبذل الطاعة له فیما امر به و
اللہ تعالیٰ کے لیے نصیحت کا معنی یہ ہے کہ اس کی وحدانیت کے سامنے عقائد صحیح ہوں اور اس کی عبادت میں نیت خاصہ ہوں اور اس کی کتاب کے حق میں نصیحت یہ ہے کہ اس کی کتاب پر ایمان رکھنے اور جو کچھ اس میں ہے اس پر عمل کرے اور اس کے رسول کے لیے نصیحت کا مطلب یہ ہے کہ اس کی نیت کی تصدیق کرے اور جس چیز کا امر

نہی عنہ والنصيحة لائمة
المسلمين ان يطيعهم في الحق و
ان لا يسيئ الخروج عليهم باليأس
اذا جاءوا والنصيحة لعامة
المسلمين ارشادهم الى مصالحهم
اور حال الشرح ص ۲۴۷ ج ۱ ص ۲۴۷

اس کا مطلب یہ ہوا کہ فقط نصیحت ایک ایسا جامع لفظ ہے جو اللہ تعالیٰ
کی ذات مقدس سے لے کر عامۃ المسلمین تک ہر مقام پر حسب حال چپا ہل ہر جگہ
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس نصیحت اور غیر خواہی کر دیں فرمایا ہے
والدین النصيحة (حافظ زین الدین ابو الفرج عبد الرحمن ابن رجب الحبشي (المرتبی
۹۵ھ) اس حدیث کی شرح میں امام تقی الدین ابو عمرو عثمان المعروف بابن الصلاح
الشافعی (المرتبی ۶۲۲ھ) سے نقل کرتے ہیں کہ ۔

فالنصيحة لله ثم لحيدها ومعناها
بصفات الصالح والجلال وتزويدها
عما يغلطها ويخالفها وتجنب
مصلحيه والقيام بطاعته و
محاببه ببعض الاخلاص والحب
فيه والبغض فيه وجهاد من
يختر به تعالى ومصلحته فالحق
والحمد لله الى ذلك والحمد عليه
والنصيحة لخاصة المسلمين به
وتعظيمه وتزويده وتلاوته

نصیحت ہند ہے کہ اس کو دو مراتب
کا فرق کیا جائے اور مفسد کمال و جلال کے
ساتھ اس کو برصورت سمجھا جائے اور جملہ
ان کے برعکس اور عنایت میں ان سے اس
کی ذات کو مشورہ سمجھا جائے اور اس کی نافرمانی
سے گریز کیا جائے اور اس کی اطاعت کی
پابندی کی جائے اور کمال انصاف کے ساتھ
اس کی محبت کی جائے اور اس کی دشمنی کے
لئے دوسروں سے جہاد اور طاعت کی پابندی
اور کلام اللہ سے اس سے جہاد کیا جائے

والرفوف مع اوامرہ ونداءہ
 ولتفہم طوعہ وامثالہ وتدبیر
 آیاتہ والہام الیہ وذمت
 تحریات الغالین وطمع الملعبین
 عند النصیحة لرسول علی اللہ
 علیہ وسلم قریب من ذاک
 الذی بان بہ وبما جاء بہ ورفقہ
 تبصیرہ بالحق بکمالہ ولعیاد
 سننہ فاستنشاہ طرہ ونشرہا
 ومعالجہ من عارہ وحوارہ من ذاک
 والخلق باخذہم والکتاب بآدابہ
 ومحبة آلہ واصحابہ ومخوفاتہ
 والنصیحة لائمة المسلمین معانہم
 علی الحق وعاتمہم فیہ وتکلیفہم
 بہم تفتیشہم فی رفق وطمع و
 مجانبہ الرئوب علیہم والمحاو
 لہم بالعرفق وحث الاخیار علی
 ذاک والنصیحة لعامة المسلمین
 ارشادہم الی معالجمہم وتعلیمہم
 امور دینہم و دنیاہم واستوجہ
 وسد خلا تہم ونصر تہم علی
 اعدائہم والذب عنہم و

اور جو امور ان کے مشابہ ہوں اور انی جملہ
 امور کی طرف دعوت دینا اور انی پر لوگوں کو
 انداز کرنا وغیرہ اور نصیحت گفتار یہ ہے
 کہ اس پر ایمان لایا جائے اور اس کی تعظیم کی
 جائے اور اس کی حفظ اور یادت سے بچا یا
 جائے اور اس کی حکومت کی جائے اور اس
 کے امانت دہانی پر وقوف حاصل کیا جائے
 اور اس کی آیات پر تدبیر کیا جائے اور اس
 کی طرف دعوت دی جائے اور خالی لوگوں
 کی تحریک سے اس کی ماضیت کی جائے
 اور محمد کے طمع سے اس کو محض کیا جائے
 اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
 نصیحت اور غیر خواہی یا معنی بھی اس کے
 قریب قریب کر انی پر اور جو چیز وہ دیکھتے ہیں
 اس پر ایمان لائے اور ان کی توفیر و تعظیم کی جائے
 اور ان کی اطاعت پر پابندی کی جائے اور ان
 کی سنت کو نہ کیا جائے اور آپ کے دشمنوں سے
 عدوت کی جائے اور جو لوگ آپ کے اور آپ کی
 سنت محبت کرتے ہیں ان سے محبت کی جائے
 اور آپ کے طرہ و طریق اور آداب کی پیروی
 کی جائے اور آپ کی آل اور آپ کے اصحاب سے
 محبت کی جائے اور اس کی مانند اور چیزیں مثل

مجاہدۃ النفس والمعاد لهم مات
 بحسب لهم ما يحب لنفسهم و
 يحسد لهم ما يكره لنفسهم بعدا
 فانك انتقل وجامع العلوم والحكم مع
 طبع مصر

میں لائی جائیں اور آئۃ المسیح کی نصیحت
 کا یہ مطلب ہے کہ حق میں ان کی امداد اور اعانت
 کی جلتے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کو حق پر
 چلنے کی راہ دہانی اور تنبیہ کی جائے اعدائے ان کی
 مخالفت سے کنارہ کشی کرنی چاہیے اور ان
 کے حق میں فریقین کی دعا کی جائے۔ اور وہ سب
 کو اس پر آمادہ کیا جائے اور حالت المسیحین
 کے حق میں نصیحت کا یہ مطلب ہے کہ ان
 کے مصالح میں ان کی رہنمائی کی جائے اعدائے
 کو دین و دنیا کے امداد کی تعلیم دی جائے اور
 ان کی پروردگار کی جائے اور ان کی حاجت
 بزرگی کی جائے اور ان کی دشمنوں کے مقابلہ
 میں امداد و اعانت کی جائے اور ان کے
 ساتھ کرو و حد سے اجتناب کیا جائے اور ان
 کے لیے وہی کچھ پسند کیا جائے جو اپنے لیے
 پسند کیا جاتا ہے اور وہی کچھ ان کے پسند نہ
 کیا جائے جو اپنے لیے ناپسند کیا جاتا ہے
 اور جو رنگ اور اس طرح کے ہوں۔

اس تفصیلی عبارت میں بھی نصیحت کا مطلب و معنوم خوب اظہار کیا گیا ہے
 اور اعلیٰ ذات سے ملے کر انسانی مخلوق تک کی ہمدردی اور ہمدردی خواہی کا طریقہ بتلایا
 ہے، امام علیؑ السنۃ الذکر یا بھیجی بنی طرف النہدی الشافی (المترقی ۶، ۲۷) النصیحة
 لاصحابہ کی شرح میں یہ بھی تحریر فرماتے ہیں کہ:-

واقامة حدوده في التوبة والخب
عنه لتأويل المتصرفين وتعض
الطاهين والتصدق بضافه
والوقوف مع احكامهم وقنهم
علومه اه

اور النصیحة لرسوله کی شرح میں ارقام فرماتے ہیں کہ :-

قصد بینه علی الرسالة والایمان
بجمع ما جاء به بطائفة فی امر
ونهیہ ونفرتہ احیاء وتیتا وعلو
من علو او معالاة من الالة واعظام
حقه وقصیرہ واحیاء طریقتہ
نستم دبت دعوتہ ونشر شریعتہ
ونشر النعمة عنها اه
ردوی شرح مسلم جلد سوم

کنا اور آپ کی شریعت پر دھیمی کی تمت کو نکالنا

ان اقتباسات کے پیش نظر دیگر امور کے علاوہ مائتہ المسلمین کی خیر خواہی اور ان
کے رشد و ہدایت کی نگرانی ہے کیونکہ جب بھی دین اور قرآن و سنت کے مطابق
اعمال ان کے سامنے پیش کئے جاتیں گے اور غلط اور باطل امور کی نشاندہی کی جائے
گی تو عوام کے حق میں یہ نصیحت اور خیر خواہی ہوگی کیونکہ وہ اپنے عقائد و اعمال کو
درست کریں گے اور باہ راستہ پر گامزن ہو کر تقرب خداوندی حاصل کریں گے اور
عذاب الہی سے نجات پائیں گے اور ان کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقش قدم
پر عمل پیرا ہو کر دنیا و آخرت کی خوشیاں نصیب ہوں گی اور آپ کی مخالفت سے بچی

کہ آتش روزخ سے رستگاری بیٹے کی اور حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا یہی محبوب مشفق تھا کہ وہ ہر وقت مخلوق خدا کی بھلائی اور ان کی خیر خواہی کو ملحوظ رکھتے تھے اور ہر دور کے علماء حق کا یہی فریضہ رکھا گیا ہے، اس فریضہ کی اہمیت اس قدر واضح ہے کہ مولوی نعیم الدین صاحب نے بھی اپنی تفسیر میں جہاں جہاں اس کا ذکر کیا ہے اور اس کی طرف خاص توجہ دلائی ہے، فریل میں ہم ان کی چند عبارات پیش کرتے ہیں جن سے ظاہر ہوگا کہ جو لوگوں کو گناہوں اور بڑے کاموں سے نہیں روکتے۔ مسئلہ - اس سے معلوم ہوا کہ علماء پر نصیحت اور بدی سے روکنا واجب ہے، اور جو شخص بُری بات سے منع کرنے کی ترک کرے اور بُری مشکو سے باز نہ رہے، وہ ہنزلہ مرعوب گناہ کہے۔ (ص ۱۷۲ و ص ۱۵۹)

② مسئلہ چھپانا یہ بھی ہے کہ کتاب کے مضمون پر کسی کو مطلع نہ ہونے دیا جائے، نہ وہ کسی کو پتہ نہ کرنا یا جانے نہ دکھایا جائے، اور یہ بھی چھپانا ہے کہ غلط آدمیوں کے لئے معنی بدنے کی کوشش کی جائے اور کتاب کے اصل معنی پر پردہ ڈالا جائے (ص ۱۷۲ و ص ۱۷۱)

③ مسئلہ - علماء پر واجب ہے کہ اپنے علم سے فائدہ پہنچائیں اور حق ظاہر کریں، اور کسی غرض خاصہ کے لیے اس میں سے کچھ نہ چھپائیں (ص ۱۷۲ و ص ۱۷۱)۔
 ④ مسئلہ - اس سے معلوم ہوا کہ علم کو چھپانا مذموم ہے (ص ۱۷۲ و ص ۱۷۱) ان حوالوں کے پیش نظر ہم مولوی نعیم الدین صاحب کے بھی مشکوک ہیں کہ انہوں نے اسرا بالمعروف اور بہی عن المنکر کی طرف خاصی توجہ دلائی اور مفید مشورے دیے ہیں، لہذا ان کی تفسیر میں ہم جو امور غلط پائیں گے باحوالہ اور دلائل کی روشنی میں ان کی تردید اور ان پر تنقید کریں گے، انشاء اللہ العزیز۔

⑤ یہ بات بھی ملحوظ خاطر ہے کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب نے ترجمہ میں اور مولوی نعیم الدین صاحب نے اپنے حاشیہ اور تفسیر میں گریز عربی کے معتبر اصول اور کتب

تفسیر سے بے نیاز ہو کر محض اپنے موعود عقائد کو بنیاد اور محور قرار دے کر اپنی مرضی اور پسند کے مطابق ترجمہ اور اس کی تفسیر کی ہے تاکہ عوام پر سمجھ لیں کہ یہ سب امور مقررہ دین ہیں یہی وجہ ہے کہ مولوی نعیم الدین صاحب نے اپنی جماعت کی ایجادات و مرغوبات مثلاً گیارہویں، تیسرا، ساتواں، چالیسواں، عرس، میلاد، توشہ اور سیل کی شریعت کا جابجا منہ دے دے کر تذکرہ کیا ہے، اور غالباً تفسیر کھٹے کا بڑا شوق انہیں انور سے غلط کامرہون شریعت ہے اور علم غیب، اعتقاد کل، حاضر و ناظر اور نفی بشریت وغیرہ باطل عقائد کو بڑے رشید کرنے کی کوشش کی اور وہابیوں کو کوسنے کا حق ادا کرنے کی بیجا سعی کی ہے، اور اسی طرح فقہ وغیر اللہ کے حجاز پر غاص اور نگاہ ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ خان صاحب کے ترجمہ کی چند جھلکیاں ملاحظہ کریں۔ مثلاً وَیُکَلِّمُنَ الرَّسُولُ مُکَلِّمًا شَهِيدًا (پک، الانعام ۵۰) کا معنی کرتے ہیں، اور یہ رسول تمہارے نگہبان و گواہ ہو چکو خان صاحب کا یہ عقیدہ ہے کہ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (صالح اللہ) ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں، اس لیے اپنے غلط عقیدہ کے اثبات کے لیے شہید کا معنی نگہبان کر دیا ہے، بحث انشاء اللہ اپنے مقام پر آئے گی۔ اور لَا أَعْلَمُ الْغَيْبُ، پک، الانعام ۵۱) کا معنی کرتے ہیں اور نہ یہ کہوں کہ میں آپ غیب جان لیتا ہوں، خان صاحب کا یہ باطل دعوے ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ذاتی طور پر علم غیب نہیں جانتے تھے بلکہ عطائی طور پر جانتے تھے تو اپنے اس باطل دعوے پر کوششیں ڈالنے کے لیے لفظ آپ ترجمہ میں اپنی طرف سے داخل کر لیا ہے، تحقیق اپنے مقام پر ہوگی انشاء اللہ اور مگر لَا أَعْلَمُ الْغَيْبُ لَفْظًا لَا خَيْرَ فِيهِ (آیتہ دہ، الاعرات ۲۳) کا معنی کرتے ہیں کہ تم فرائض میں اپنی جان کے بھلے بڑے کا خود مختار نہیں۔ خان صاحب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کی تسلیم کرتے ہیں مگر ذاتی نہیں بلکہ عطائی، اس لیے ترجمہ میں لفظ خود داخل کر کے اپنے موعود اور فاسد عقیدہ کے لیے گنجائش نکال ہے، مفصل بحث

اپنی جگہ آ رہی ہے انشاء اللہ اور یَا یٰھَا النِّسِیْۃُ اِنِّیْ اللّٰہُ اَکْبَرُ (پہلا جمعہ ص ۷۴)
 ۷ صحن کرتے ہیں، اے غیب کی خبریں بتانے والے (نبی) اور اسی سورت میں پھر
 آگے یَا اَیُّھَا النِّسِیْۃُ اے غیب بتانے والے (نبی) (دکڑ ۲) اور دکر ۶ میں بھی
 یہی معنی کئے ہیں اور پہلا سورۃ المحترم دکر ۱۱ میں بھی یَا یٰھَا النِّسِیْۃُ کے یہی معنی
 کیے ہیں اے غیب بتانے والے (نبی) خان صاحب یہ معنی کر کے یہ باوجود کہ لائے کے
 درپے ہیں کہ نبی کہتے ہی اُسے ہیں جو غیب بتاتے اور بتا فروع ہے جاننے کی تو
 مطلب یہ ہوا کہ نبی غیب جانتے ہیں، یہ ٹھیک ہے کہ نبی اللہ تعالیٰ سے دھی پا کر
 احکام خداوندی بھی جانتے ہیں، اور غیب کی خبریں بھی جانتے ہیں، لیکن جس مطلق اسکی غیب
 کے اثبات کے درپے خان صاحب ہیں، اس کا علم اور اس کا بتانا کسی طرح نبی کے
 معنی و مفہوم اور الٰہ کے منصب میں داخل نہیں ہے، کیونکہ یہ ایک یقین حقیقت ہے
 کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خدا عز و جل میں نبوت عطا ہوئی تھی، اور سورۃ قلم کی ابتدائی
 پانچ آیتیں ہی اس وقت آپ پر نازل ہوئی تھیں، مگر غیب کا تو قصہ ہی جانے دیجئے
 غیب کی کچھ خبریں میں جو مابقی یا آئندہ کے متعلق ہوں، اس موقع پر کسی صحیح دلیل سے
 ثابت نہیں کر آپ کو بتائی گئی ہوں مگر نبی آپ اس وقت بھی تھے لڑکیا معاذ اللہ جس
 وقت تک آپ کو غیب کی خبریں مرحمت نہیں ہوئی تھیں اس وقت تک کے
 لیے آپ نبی نہ تھے، خان صاحب کے اس ترجمہ سے تو ایسا ہی ثابت ہوتا ہے
 اور وَمَا عَلَّمْنَا الشُّعْرَ اَدِیْثَ (پہلا، السین ۵۱) کا معنی کرتے ہیں اور ہم نے ان
 انکو شعر کہنا نہ سکھایا، خان صاحب چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے علم غیب
 کئی کے عطا کے قائل ہیں اور یہ آیت کریمہ الٰہ کے لفظ و عزیٰ کے بالکل خلاف ہے، اس
 انہوں نے لفظ کہنا اپنی طرف سے اس کے معنی میں مثال کر بہ عجم خویش جواب سے
 فارغ ہو گئے مگر یہ نہ سوچا کہ جب اللہ تعالیٰ نے شعر کہنے کا علم آپ کو نہیں سکھایا
 تو یہ شعر کہنا بھی تو صاحبان و مایہ کن میں داخل ہے خان صاحب کی کئی تو

پھر ٹوٹ گئی، پھر اس بہبودہ مادیل سے کیا فائدہ ہے کہ شعر کا علم تو آپ کو ہے ان
مگر کھنے کا علم نہیں دیا گیا، سشتے نمونہ از خود ارے چند حوالے عرض کر دیے گئے ہیں، اسی
منہ پر خان صاحب اپنے باطل نظر پاک کے پیش نظر قرآن کریم کے ترجمہ میں اپنی طرف
سے الفاظ ڈال ڈال کر مطلب لکھتے ہیں، اللہ ان کے شاگرد رشید مولوی نعیم الدین صاحب
توان کے ان رموز و اشارات کے بل بوتے پر بڑی کامیابی بنا کر پیش کرتے ہیں،
اور پورے حاشیہ اور تفسیر میں ان کو سہی فکر و امنیگر ہے کہ کسی طرح ان کے مختصرات
و بدعات کو شرعی سند حاصل ہو جائے اور قرآن پاک سے ان پر کوئی شنی پڑے مگر عظم
المناس یہ یاد کر لیں کہ سب بدعات دین کے کام ہیں، اور قرآن پاک اور اس کی تفسیر
سے یہ ثابت ہیں (معاذ اللہ)

(۳) حضرت شیخ الحدیث مولانا محمود الحسن صاحب دیوبند حنفی (المتوفی ۱۳۲۹ھ) نے
قرآن کریم کا نہایت صحیح اور قواعد عربی اور قرآن کریم کی فضا اور کتب تفسیر کے مطابق
بہترین ترجمہ کیا ہے، اور اس کے بیشتر حواشی اور تفسیر حضرت شیخ الاسلام مولانا
شبیر صاحب دیوبند حنفی (المتوفی ۱۳۶۹ھ) نے تحریر فرمائی ہے۔ غالباً خان صاحب
بریلوی اور مولوی نعیم الدین صاحب مراد آبادی نے انہی کی نقالی میں یہ خدمت سر انجام
دی ہے، کیونکہ اور کچھ ہونہ ہوا بل پرست حضرات علماء حق کی نقالی تو مزور کرتے ہیں اور
اس کے ساتھ ساتھ جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ اپنے عقائد و بدعات کی ترویج
اور دبا چوں کو زبرد کر کے اور شہادہ کھانے کا ہنر بہ اس پرستزاد ہے، بہر حال کچھ بھی ہر ہم
ان کے مشکور ہیں کہ انہوں نے اپنے عقائد و اعمال مردودہ کو مسلح قرطاس پر لاکر سوچنے

لے اتخذوا حبارہم و وہب انہم اکتیحا کے معنی میں کہتے ہیں، انہوں نے اپنے پاؤں
اور جگوں کو اللہ کے ساتھ بنالیا، لہذا اس میں انہوں نے مولویوں اور پیروں کا معنی نہیں کیا۔
بلکہ ان کی پرستش کا سدھان کھلا ہے۔

والوں کو موقع دیا ہے، اب اہل علم اور صاحب ذوق حضرات خود ان کو قرآن و سنت اور اجماع و قیاس کے صحیح کسوٹی پر پرکھ لیں گے، اور خود افتازہ نگاہیں لگے کہ جن کس جماعت کے ساتھ ہے؟ اور دلائل و براہین کس کے پاس ہیں اور کون ان سے تفسیر دینا چاہتا ہے؟ اللہ تعالیٰ سب کو حق سمجھنے اور پھر اس پر عمل کرنے کی توفیق ارزاں فرمائے، آمین،

(۳) ہم نے بتیدہ حروف پہلے خان صاحب اور مولوی نعیم الدین صاحب کی عبارت نقل کی ہے اور آگے تنقید کا غلط کلمہ کر اس کے بعد پڑنے والے اور حوالے پیش کئے ہیں، اور ان کی تمام غلطیاں بھی پیش نظر نہیں رکھا، بلکہ اہم غامضیوں اور مزید غریبوں کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے اور تطویل کے خوف سے بعض قابل تنقید اشعار کو حذف کر دیا ہے، تاکہ قارئین کو اس کے اذعان کو ضرورت سے زیادہ تشویش نہ ہو اور وہ سمجھنے سے نہ لگا جائیں۔

(۵) اہل حق کو ترانہ اللہ ان سب سے زیادہ دلائل و براہین سے کافی الطینانی اور حصارِ سرود حاصل ہو گا۔ مگر غرض ہے کہ دوسرے فریق کو طوفانی سطح کی برہمی ہو گی، لیکن علم و تحقیق کے میدان میں ناراضگی کوئی معنی نہیں رکھتی اگر وہ جہاد کی کامیابیوں پر واضح دلائل اور دشمن براہین سے ہمیں آگاہ کریں گے تو نہ صرف یہ کہ ہم انشاء اللہ العزیز ان کو شرح صد کے ساتھ قبول کریں گے بلکہ ان کا شکریہ بھی ادا کریں گے، اللہ تعالیٰ تمام کلمہ پڑھنے والوں کو قرآن کریم کی صحیح سمجھ اور حدیث شریف کا کامل فہم مرحمت فرمائے اور پھر ان پر عمل کرنے کی توفیق تمیل عطا فرمائے، آمین۔ **وَعَلَى اللَّهِ تَعَالَى خَيْرُ خَلْقٍ مَحْتَبٍ وَقَدْ خَلَقَ الْكَوْكَبَ وَالْأَرْضَ وَالْمَاءَ وَالْجِبَالُ وَالْجَبَلِ**

احق الناس بالثنا

محمد سرفراز خطیب جامع گکڑو

مدیر مدرستہ العلوم گرجہ الہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ فَكُنْ وَسَلَامٌ عَلَى عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَى
اَمَّا بَعْدُ !

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب اور اصولی علم پر مکمل ہدایت نامہ ہے۔ جس پر عامل ہو کر دنیا و آخرت کی ابدی خوشیاں نصیب ہو سکتی ہیں، قرآن مجید کا ترجمہ اور تفسیر کرنا اور سمجھنا بہت بڑی عبادت ہے لیکن ترجمہ و تفسیر وہی معجزہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی مراس ہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لے کر آج تک متعدد مفسرین کو لازم نے اس کو بیان کیا ہے، ذیل میں غلط تفسیر کے چند نمونے اور اس کی تردید ملاحظہ ہو۔

بقول: "مولا نعیم الدین صاحب اپنی تفسیر میں کہتے ہیں۔ اِنَّا هَكَذَا نُسْتَعِينُ" میں یہ تعلیم فرمائی کہ استعانت خواہ بواسطہ ہر ایسے واسطہ ہر طرح اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے، حقیقی مستعان وہی ہے، باقی آلات و خدام و اجباب و غیرہ سب عون الہی کے مظہر ہیں بندے کو چاہیے کہ اس پر نظر رکھے اور ہر چیز میں دست قدرت کو کارکن دیکھے اس سے یہ سمجھنا کہ اولیاء و انبیاء سے مدد چاہنا شرک ہے، عقیدہ باطل ہے کیونکہ مقرر ہاں حق کی اولیاء الہی ہے استعانت بالغیر نہیں اگر اس آیت کے وہ معنی ہوتے جو ولیوں نے کچھ قرآن پاک میں "عِشْتُونِي"

بِقُوَّةِ اِلٰهٍ اَسْتَعِيْنُ اِيَّاكَ اَلْعَبْدُ الْعَسْلَمُ كَيْلُوں دِلر دھرا، اور احادیث میں
اہل اللہ سے استعانت کی تعلیم کیوں دی جاتی۔ صحت
تفتید۔

جناب مولوی نسیم الدین صاحب نے آیت مذکورہ کی یہ تفسیر بلکہ تحریف لکھے
اپنی جان اور قرآن کریم پر جو ظلم کیا ہے وہ بجلتے خود قابل جہد نفرین ہے، معمولی گزیر
سے واقف اور عربی کا بھلتی طالب علم بھی یہ جانتا ہے کہ اس آیت تحریر میں تَنْتَعِيْنُ
کا مفعول و معمول ایتاکہ ضمیر مفصل کی صورت میں محض اس لیے مقدم کیا گیا ہے
کہ صحر کا فائدہ دے اور استعانت صرف اللہ تعالیٰ کی ذات مستورہ صفات
ہی کے ساتھ مختص ہو جائے اور ابتدائی جملوں میں خود مولوی صاحب نے اس کا کافی حد
تک اقرار بھی کیا ہے لیکن جب کہجے کہ اس اقرار سے تو بر طویرت وہ صحت کا
خاتمہ ہو جاتا ہے اور اس سے ایک بڑے عقیدہ پر ضرب کاری لگتی ہے تاہم
وہابیوں کو اس سے بڑی تقویت حاصل ہوتی ہے تو پختہ راہل کر یہ لکھا کہ اس
سے یہ کہنا کہ اولیاء اور انبیاء سے مدد مانگنا شرک ہے عقیدہ باطل ہے اور اور
اس طرح تحریف کا چھ دو واڑہ اپنے لیے کھول لیا ہے، اس لیے ہم بھی اس پر
قدسے وضاحت سے کلام کرتے ہیں کہ مولوی صاحب نے آیت مذکورہ کی تفسیر
میں جو کچھ لکھا ہے وہ کئی وجوہ سے مردود اور باطل ہے۔ اولاً بڑھم خود جو تفسیر اللہ تعالیٰ
اِیَّاكَ مُسْتَعِيْنُ کا انہوں نے بیان کیا ہے بعینہ وہ اِیَّاكَ تَنْتَعِيْنُ میں بھی جاری
ہو سکتا ہے۔ ثلاً ایک شخص حضرات انبیاء کرام اور اولیاء عظام علیہم السلام کو مسجد کرتا ہے
یا نماز روزہ اور قربانی وغیرہ ان کے نام کی ناکت ہے اور یہ خیال کہتا ہے کہ وہ حقیقت
تو میں عبادت بلا واسطہ ہے واسطہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ادا کرتا ہوں، ان گزیر
حضرات کو صرف تقرب الہی کا مظہر سمجھتا ہوں تو کیا یہ تفسیر صحیح ہے، اگر یہ صحیح ہے
تو پھر غیر اللہ کی عبادت کیوں نام درست ٹھہری؟ اور کس دلیل سے! اور اگر یہ غلط

ہے تو غیر اللہ سے استعانت کا عقیدہ کیوں کر حق قرار پایا؟ اور اس استعانت کو غلط کن کیسے عقیدہ باطلہ ٹھہرا؟ وہ بتائیں استعانت کی ایک قسم کا نصوص شرعی سے جواز ثابت ہے، وہ یہ کہ کوئی شخص کسی زندہ اور پاس ہی موجود شخص سے ایسی چیز طلب کرے جو عادتاً اس کے بس اور اختیار میں ہو اس کو ماتحت الاسباب یا ظاہری استعانت کہا جاتا ہے، اور اس کے جواز میں کوئی کلام نہیں۔

چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی (الموتی ۱۱۷۶ھ) کہتے ہیں:

ولا شريك له في محبوب الخلق
ولا في استحقاق العباد في الخلق
والتبعية لا يستحق العباد اي
اقتضى غاية التعظيم الا هو ولا
يشغى مريضاً ولا يبرق بفتل
ولا يكشف خزانة الامم معني ان يبدل خلقه
فيكون لا يعنى التسبب العادي الظاهري
كما يقال شفي الطبيب المبرع و
رئق الامير المجتهد فبهم
غيره وان اشتبه في اللفظ اه
(تفہیمات الہیہ جلد ۱ ص ۱۳۷)

وجوب وجود استحقاق عبادت خلق اور
تدبیر میں اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں۔
استحقاق عبادت یعنی انسانی تعظیم کا بجز اللہ
تعالیٰ کے اور کوئی اہل نہیں، یہاں کہ شفا
دینا، اندک عطاکرنا، اللہ تکلیف دہ کرنا
صرف ہی کا کام ہے، وہ جب کسی چیز کو
کستہ کہ ہر جانور و ہر مادی ہے لیکن میں
کا دینا عادتاً ظاہری سبب کے طور پر نہیں دیکھا
جائے کہ طبیب نے مریض کو شفا دی اور امیر
لکھنے لکھ کر رزق دیا یہ تو ظہری اور باہر کے
تخصیص نہ ہے اور دوسرے ہے اگرچہ ظہری میں شکیبہ ہو جائے

اور الشیخ الربیع بن محمد عارف غزیری فرماتے ہیں کہ:-

الشرع هو اعتقاد ان لعید الله اشوا
فوق ما وهبه الله من الاسباب
الظاهرة وان لشئ من الاشياء سلطانا
مباخرج عن قدرة الخلقوتين
شک کہ اس اعتقاد کا نام ہے جو غیر اللہ کے متعلق
یوں قائم کر دیا جائے کہ غیر اللہ کا کوئی ظہری سبب
ہو اترا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے ظاہری اسباب قرار
دیا بلکہ یہ کہ کسی چیز کا اس شے پر تسلط ہو

وعدہ شدہ طبع مصر

خلق کی قدرت سے خدای ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ استعانت ظاہری اور ماتحت الاسباب جائز اور درست ہے، جیسا کہ حضرت ذوالقرنین نے ستر سکندری کے مقام کے قریب پہنچ کر دلوں کے لوگوں کی یہ درخواست سنی کہ یا ہوج یا ہوج ہمیں بے مدد تکلیف دیتے اور مانتے ہیں، اس لیے آپ اس دزدہ میں ایک بند قائم کر دیں، تاکہ ہم ان کے دست برد سے نجات حاصل کر لیں اور ہم آپ کی مالی امداد بھی کریں گے تو حضرت ذوالقرنین نے فرمایا کہ مال کی مجھے ضرورت نہیں، خداوند تعالیٰ نے بہت کچھ مجھے مرحمت فرمایا ہے ہاں ہنی طور پر تم میری امداد کرو *أعیننی فی فقری* یہ وہ امداد نہیں جو شرک کے شیطانی حضرات انبیاء اور اولیاء و شہداء عظیم السلام سے کیا کرتے ہیں کہ زندہ اس جہان میں زندہ ہوتے ہیں اور نہ قریب، ان سے اس قسم کی استعانت بہر صورت شرک ہے جس کو مٹانے کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھڑکے ہوئے، اور شریعت حق اس کے لیے وقت ہے اس ظاہری استعانت سے مطلق استعانت یا مافرق الاسباب استعانت کا جواز ثابت کرنا اور علوم الناس کو مضبوط بنا جیسا کہ مولوی نعیم الدین صاحب نے کیا ہے، اہل علم کی شان نہیں۔ *وَمَا أَكَلَا حَضْرَتُ شَاہِ دِلِ اللہ صاحب کھتے ہیں کہ:-*

وَمِنْهَا أَنَّهُمْ يَتَوَكَّلُونَ عَلَى الْبَشَرِ	اقسام شرک میں سے ایک یہ ہے کہ مشرکین
يَعْبُدُونَ اللَّهَ فِي حَوَائِجِهِمْ مِنْ شَيْءٍ	اپنے حاجتوں میں غیر اللہ سے استعانت کرتے
السُّرُيُونِ وَغَنَاءِ الْفَقِيرِ وَيَسْتَعِينُونَ	تھے مثلاً بیمار کی شفا اور فقیر کی غنی و غیرواد
لَهُمْ يَتَوَكَّلُونَ عَلَى حَوَائِجِهِمْ	ان کے لیے غنہ نہیں مانتے تھے اور ان کی وجہ
بِتِلْكَ الشَّيْءِ وَيَتَوَكَّلُونَ عَلَى مَا هُمْ	سے وہ اپنی مرادیں پوری ہونے کی امید رکھتے
بِحَاجَةِ مَبْكِيهَا وَحُجْبِ اللَّهِ تَعَالَى	تھے اور برکت حاصل کرنے کی امید پر وہ ان
عَلَيْهِمْ أَنْ يَقُولُوا فِي حَسْبِنا قَدَرُهم يَا كَلَّ	کے نام و مدد کے طور پر پڑھتے تھے <i>سوال اللہ تعالیٰ</i>

تَبَيَّنَ لَكُمْ أَنَّا لَنُشْعِبَنَّ وَقَالَ
اللَّهُ تَعَالَى فَاذْكُوعُمْ مَعَ اللَّهِ
احد آدیس المسند من الدعاء
العبادة صما قال بعض المنسرين
میل هو الاستجابة لقول
تعالی بَلَا يَا هُ تَدْعُونَنِي كَيْفَ
مَا تَدْعُونَنِي ۝

رحمۃ اللہ الباقیہ جلد ۱ طبع مصر

نہاں پر یہ واجب کہ دیکر وہ اپنی نمازیں
وَيَاكَ تَبَيَّنَ لَكُمْ أَنَّا لَنُشْعِبَنَّ
اور نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ کے
ساتھ کسی کو مت پکارو اور دعا سے یہاں عبادت
مرد نہیں جیسا کہ بعض مغربی کہتے ہیں کہ ہے
بلکہ استعانت مراد ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے
ارشاد فرمایا کہ بلکہ تم صرف اسی کو پکارو گے
سز وہ تمہاری ملکیت کر دے گا۔

ان صفات اور صریح عبادت سے یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ غیر اللہ کے لئے شفاعت
شرک ہے اور میں شرک کہتا ہوں کہ اگر شرک تھا چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب ہی ایک
مقام پر لکھتے ہیں :-

وَكَفَرَهُ اللَّهُ سُبْحَانَهُ مُشْرِكُ مَكَّةَ
يَقُولُهُمْ لَوْ جَعَلَ سُلْطَانُ يَمَلِكُهُ
السُّوَيْقُ لِلْحَاجِّاجِ أَنَّهُ نَصَبَ مُنْصَبِ
الْإِسْلَامِيَّةَ مَجْعَلُوا يَسْتَعِينُونَ
بِهِ هُنَا الشَّهَادَةُ -
(مبد و رہا زخۃ مثلاً)

اور اللہ تعالیٰ نے مکہ کے مشرکوں کو اس لئے
کافر فرمایا کہ انہوں نے ایک کالی آدمی کو جو
سُوقِ کھول کھول کر پلا تھا جس کا نام لیت
تھا حاجت بردار کا مُنْصَبِ رکھتا تھا اور
تکالیف و مصائب کے مواقع پر وہ اس سے
استعانت کیا کرتے تھے۔

حضرت قاضی شہداء اللہ صاحب پانی پتی الخفی (المتوفی ۱۲۲۵ھ) لکھتے ہیں :-
اس مسئلہ میں عبادت مرغیر عند راجحانہ
نیست و نہ مدد و استعانت از غیر حق ہو
(ارشاد الطامین ص ۱)
کہ نہ تو خدا تعالیٰ کے بغیر کسی کی عبادت
جائز ہے اور نہ اس کے بغیر کسی سے مدد
طلب کرنا۔

حیرت ہے کہ یہ اکابر علماء اسلام تو غیر اللہ سے استعانت کو کفر اور شرک

قرار دیں اور اِنکے تَشْبِیْہ کے سراسر خلاف سمجھیں۔ مگر بروری خیم الدین صاحب
یہ کہتے رہیں کہ استعانت بالغیر کی نفی اس آیت سے دلیل دینے لگے ہیں۔ حضرت
شاہ رفیع الدین صاحب المغنی (الترغی ۱۱۲۳ھ) مشرکین کے افعال شرک کی تردید
کہتے ہو گئے ہیں کہ:-

و در تصرف و کائنات جزئیہ مانند یعنی مشرکین کائنات کے جزوی تصرفات
کسادہ کردن رزق و دارایی اولاد و شغل مذق کثرت و کثرت اولاد و حیض و انزال و کثرت
دفع امراض و تسخیر ارواح و مانند اکل کھنے اور لجاج کر سکر کرنے و غیر کے مسلہ میں
بکار می آید۔ ایں خود شرک صریح افعال شرک کہ عمل میں لاتے ہیں اور یہ عمل
است و دریں مقام غلطی نیست۔ مریض طبع پر شرک ہے اور اس مقام میں کئی
(قلوبی شاہ رفیع الدین صاحب) عذر نہیں ہو سکتا۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ مشرکین کا یہ عقیدہ
تھا کہ سارے جہاں کا رتبہ تصرف خدا تعالیٰ ہی ہے لیکن وہ اپنے بعض بندوں کو
بعض مخصوص علاقوں میں تصرف کرنے کا اختیار عطا فرما دیتے تھے (و یجوز ان یعطوا
تصرفاتی قطعت من العالَم۔ بہ و بباذغہ ص ۱۱۳) پھر آگے لکھتے ہیں کہ یہود
و نصاریٰ اور مشرکین کا یہی عقیدہ تھا۔

و التَّوَلَّوْا مِنْ مَنَافِقِ دِیْنِ مُحَمَّدٍ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے
صلی اللہ علیہ وسلم کو بیعت دین کا نام لیتے دے انتہائی درجہ کے شائستہ
ہذا (بہ دور۔ باذغہ ص ۱۱۴) کا بھی کچھ ایسی عقیدہ ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جملہ مشرکین غیر اللہ سے استعانت کرتے تھے مگر ان
کو مستقل کچھ کراستعانت نہیں کرتے تھے بلکہ وہ ان کو عربی اکہن اور املو اکہن کا
مظہر کچھ کراستعانت کرتے تھے اور یہی شرک کی حقیقت ہے، کیوں کہ دنیا
میں کسی شرک نے غیر اللہ کو حقیقی مستعان کسی نہیں سمجھا یا اس طور پر کہ اس کو دلچسپ

تسلیم کیا ہوا اور قدرت و طاقت کا بالاستقلال امتیاز اس کو یقین کیا ہو بلکہ مشرکین
عطا کی امتیازات کے تحت ہی ان سے استعانت کرتے تھے۔ اور حضرت ثلوث علیہ السلام
صاحب ہی فرماتے ہیں کہ:-

والشرك ان يثبت لغير الله سبحانه
وتعالى شيئاً من صفاته الخفية
كالصرف في العالم بالا دابة
الذي يعبر عنه بحسن فيكون
العلم الذاتي من غير اكتاب
بالحواس ودليل العقل والمنام
واللهام ومخزاة الك أو الوجدان
لشفاء المريض أو اللعن لشخص
والسخط عليه حتى يتدر عليه
الرزق أو يمرض أو يشفي لذلك
السخط أو الرحمة لشخص حتى
يبسط له الرزق ويعم بدمه
ويشفي ولامن المشركين
يشكون اعداء في خلق الجواهر
وتدبير الامور العظام ولا يشكون
لاحد قدرة على الممانعة اذ ابراهم
الله سبحانه وتعالى امراً وانما
كان اشراكهم في الامور الخفية
بعض العباد وكانوا يظنون ان

شرك ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کے
یہ ایسی صفات ہیں سے کہ ان چیز ثابت کی جائے
جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شخص ہی متفقہاں میں
اس بارے میں تصریح کرتا ہے کہ ان کو کسی اور
جائے یا علم ذاتی ثابت کیا جائے جو بخیر و شر
اور عقل و دلیل اور خواب اور لامخبر کے ثابت
ہو یا یہاں کے مرض کو دیکھ کر کہنے کی صفت ثابت
کی جائے یا کسی شخص پر ایسی پیشکاروں کا لگا کر ان کی
جائے کہ اس کی وجہ سے اس پر رزق تنگ ہو
جائے یا کسی شخص پر رحمت کی جائے جس کی بنا
پر اس پر رزق کی وسعت ہو اور اس کا دل
صحیح ہو جائے، اور وہ سعادت مند ہو چکے
مشرک لوگ کسی کو خدا تعالیٰ کے ساتھ احجام و
جو اس کے پیدا کرنے اور بڑے بڑے کاموں
کی تدبیر کرنے میں شریک نہیں مقرر کرتے تھے
اور کسی کے لیے یہ قدرت ثابت نہیں کرتے
تھے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی امر کا فیصلہ کر
چکا ہے تو وہ اس کو ٹال سکتے ہیں، ان کا
شُرک یہ تھا کہ بعض بندوں کے بارے میں

الملك على الاطلاق جل عظمة شرف
 بعض العباد بخلعة اللاهوتية
 ويزور رضاه وسمو مظهر على
 سائر العباد كما ان ملحا من
 الملوك عظيم القدر يرسل عبده
 المختص بصين الى نواحي المملكة
 ويخبرهم متصرفين في الامور
 الجزئية الى ان يصدر عن
 الملك حكم صريح فلا يتوجه
 الى تدبير الامور الجزئية و
 يعرض اليهم امور سائر العباد
 وبقبول شفاعتهم في امور من
 يحد مهم ويتوصل بهم فيقولون
 بوجوب التقرب بعباد الله سبحانه
 المختصين المذكورين بتبرلهم
 قبول الملك المطلق وبقبول شفاعتهم
 للمتقربين بهم في مجاريهم
 كما انهم يزورون بملاحظة هذه
 الامور ان يسجد لهم ويذبح لهم
 ويحلف بهم ويستعان بهم في
 الامور الضرورية لخدمة كن
 فيمكن وكانا ينفخون من الحبور

یہ خیال کرتے تھے کہ وہ کچھ مخصوص کام کر
 سکتے ہیں اور ان مشرکوں کا یہ خیال تھا کہ
 علی الاطلاق بادشاہ تو اللہ تعالیٰ ہی ہے
 لیکن وہ اپنے بعض بندوں کو حاجت وائی
 کی خدمت سے مشغول کر دیتا ہے اور ان
 کی رضا اور نافرمانی کو سب بندوں پر ترجیح
 دیتا ہے جس طرح کہ ایک بڑی شاہی والا
 بادشاہ اپنے مخصوص غلاموں کو اطراف مملکت
 میں بھیجتا ہے اور ان کو جزوی معاملات
 میں تصرف کا اختیار دے دیتا ہے تاکہ
 بادشاہ سے اس کے خدمت کرنی محکم نہ ہو
 ہوسر بادشاہ ان جزوی امور کی نمبر کی خدمت
 تو جہ نہیں کرتا اور ان سب لوگوں کے سنا
 ان غلاموں کے سپرد کر دیتا ہے اور ان
 لوگوں کے بارے میں ان کی سفارش
 قبول کرتا ہے جو ان کی خدمت میں مشغول
 رہتے ہیں اور اس انداز سے ان کا توکل بچاتا
 ہیں اور اسی وجہ سے مشرک لوگ اللہ تعالیٰ
 کے مخصوص بندوں کے تقرب کو نہایت قرار
 دیتے تھے تاکہ ان کو بادشاہ مطلق کے ہاں
 آسانی سے قبولیت حاصل ہو اور ان کے
 تقرب حاصل کرنے والوں کے حق میں ان

العصر وغير ذلك من الامور التي فيها
قبلة التوجه الى تلك الارواح
(الغذاء الحبيبة وما منكم)

کے معاملات کے پورا ہونے میں ان کی
سفارش قبول ہوا اور انہی امور کے پیش نظر
شرک اگر ان مفروضہ بندوں کو سجدہ جبار کھتے

تھے اور ان کے نام پر جانور ذبح کرتے تھے اور
ان کے ناموں کی قسم اٹھاتے تھے اور اہم
معاملات میں ان سے کن بیگن کی قدرت
کے تحت استعانت کرتے تھے اور شرک
مگر پھر اور پھر پھر کی سہولتیں بھی تلاش
تھے مگر ان کو وہ ان نیک لوگوں کے افواج
کی توجہ کا قید بگھتے تھے۔

حضرت شاہ صاحب نے شرکوں کے شرک کا جو نقشہ کھینچا ہے، وہ تقریباً ہر
اور ہر جگہ کے شرکوں پر فٹ ہے، یہ تو ہو سکتا ہے کہ کسی مقام پر ان میں سے کوئی ایک
بات اور کسی جگہ کوئی دوسری بات ہو مگر اصول طبع پر شرک انہی باتوں میں الجھے ہوتے
ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان غریبوں سے محفوظ رکھے آمین۔

حضرت شاہ عبدالقادر صاحب (المتوفی ۱۲۳۰ھ) اپنی تفسیر مگر بے مدغیہ تفسیر
مرئج العراکین میں وَلَا تُشْرِكُوا بِاللَّهِ کِتَابَ الْکِتَابِ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ پہلے مسلمان اپنے
کافر میں نسبت ناما جباری تھا، اس آیت سے حرام شرک اگر مرد یا عورت نے شرک کیا،
اس کا کلام ٹوٹ گیا، شرک یہ کہ اللہ کی صفت کسی اور میں جانے مثلاً کسی کو کھجکھکاس
کو ہر بات معلوم ہے، یا وہ جو چاہے سو کر سکتا ہے، یا ہذا بھلا یا ہذا کرا، اس کے
اختیار میں ہے، اور یہ کہ اللہ کی تعظیم کسی اور پر خرچ کرے مثلاً کسی چیز کو سجدہ کرے
اور اس سے حاجت طلب کرے اس کو مختار جان کر اور حاشیہ حاشیہ شریف مرقہ
ورق، حیرانگی کی بات ہے کہ جن احمد کو دہر در ہندو گاہ دین قرآن و سنت کی تدوین

میں بیابنگ و بے شرک کہتے ہیں، مولوی احمد رضا خان صاحب المدلولی نعیم الدین صاحب اور ان کے اتباع انہی کو ایسی چوٹی کا دور نگاہ رکھنے ایمان اور سچا اسلام ثابت کرنے کے درپے ہیں، تو اسقاط۔

مدلولی نعیم الدین صاحب کا یہ کہنا کہ *اِسْتَعِيْنُوْا بِالْعَسْكَرِ وَالْقُلُوْبِ* کیوں وارد ہوا، اور احادیث میں اہل اللہ سے استعانت کی تعلیم کیوں دی جاتی ہے اور قرآن و حدیث کے مخالف ہے، کیونکہ ممبر اور صلوة بلاشبہ غیر اللہ میں مگر استعانت ممبر اور صلوة سے نہیں اور نہ وہ مستعان ہیں بلکہ بالعبادہ میں صرف اسباب کیے ہیں اور ممبر وہ ہے کہ تم ممبر اور صلوة کے سبب اور ذریعہ سے استعانت کرو کیونکہ غیر اللہ حقیقی طور پر اہل اسلام میں سے کسی کے نزدیک بھی مستعان نہیں ہیں، اختلاف باری تعالیٰ کے کہ وہ سبب نہیں بلکہ مسبب الاسباب ہے (یہ تو صرف ذریعہ ہیں مستعان ہرگز نہیں، مستعان کرنا ہے؟ وہ صرف باری تعالیٰ ہے جیسا کہ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ الْمُسْتَعَانَ إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ هُوَ الْمُسْتَعَانُ وَخُذُوا مِنْ دُونِهِ ذِكْرًا میں اس کی تصریح موجود ہے۔ مولوی نعیم الدین صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ کتب حدیث کے دافذ وغیرہ میں ایک بھی صحیح حدیث ایسی نہیں ہے جس میں یہ تعلیم دی گئی ہو کہ مافوق الاسباب طور پر اہل اللہ سے استعانت کرو چہ جائیکہ اس کے ثبوت میں احادیث ہوں، محض احادیث کے خوش کن نقطے عوام کو دھوکہ دینا خیانت علمی ہے، عالم اسباب کی استعانت کا معاملہ جدا ہے اس کی کچھ ضروری تصریح پہلے گزر چکی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جس اہل عقیدہ کی مولوی نعیم الدین صاحب اور ان کے متوسلین فشر و شاعت کرتے ہیں وہ اسلام کے سراسر خلاف ہے، اگر ہماری بات پر کسی کو یقین نہیں آتا تو ہم مجبور نہیں کرتے، بریلوی مسلک کے ایک سلم پر اور مشہور شخصیت کا حوالہ ہم عرض کرتے ہیں جو اپنی جماعت میں علم و تحقیق اور شرف و فضیلت میں بہت مشہور تھے، وہ بزرگ جناب پیر مرعلی شاہ صاحب

گر لڑوی (المترقی ۱۳۵۶ء) میں چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ:-

اصل بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مقبولوں کو اتنی طاقت بخشی ہے کہ جن امر کی طرف دل سے متوجہ ہو جائیں اللہ تعالیٰ وہ کام کر دیتا ہے لیکن یہ ٹھیک نہیں کہ جس وقت چاہیں اور جو کچھ چاہیں ہو جائے کیونکہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے چچا ابوطالب کے واسطے یہ چاہتے تھے کہ وہ اسلام لادیں اور ظہور میں ایسا نہ آجائیں سے صاف پایا جا آئے کہ جب بنی کوکل اختیار نہیں کرولی کہ کس طرح ہو یہ ترجیحاً نعوذ باللہ نعوذ باللہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی نبی یا ولی کو سب اختیار دے کہ آپ معطل ہو بیٹھے اور یہ بالکل برخلاف عقیدۂ اسلام ہے۔ انتہائی بظلمہ دستورات طریقت معروفہ بہر خشتیہ از پر میر علی شاہ صاحب ص ۱۲ مطبوعہ مجازئی پریس لاہور اس حوالہ کو بار بار پڑھیے اور مولوی نعیم الدین صاحب اور ان کے ہم مشرب دوستوں کے باطل عقیدہ کو بھی دیکھئے۔ اور یہی ہیر صاحب ایک پرہیزگاری کی تردید کرتے سمجھتے فرماتے ہیں کہ ہماری شریعت نے ایسے ائمہ کو اس وجہ سے فضول کہا ہے کہ نہ حصول خیر کسی کے ہاتھ میں ہے نہ دفع ضرر کسی کے اختیار میں جو کچھ ہے خداوند تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے پس سعادت اور اس کے خلاف کے جاننے سے کیا فائدہ ہے الا (مقالات عرضیہ المعروفہ بلفظ طات میری ص ۱۲ طبع لندن آرٹ پریس لاہور پینٹری)

اور نیز مولوی نعیم الدین صاحب کا یہ کہنا کہ یہ نیکو مقرران حق کی امداد اور ایسی ہے استعانت بالغیر نہیں الا سراسر مردود ہے کیونکہ جب ان مقرران حق کا وجود پروردگار کے وجود کے بغیر ہے اور وہ غیر اللہ ہیں تو یہ استعانت بالغیر کیوں نہیں؟ ہاں یہ کہ عیسائیوں کی طرح معاذ اللہ ان کو اللہ تعالیٰ کی ذات میں گنہگار کر دیا جائے اور اثنیثیت ختم کر دی تو معاملہ الگ ہے، غرضیکہ مافوق الاسباب طریقہ سے استعانت جو خاصہ خداوندی ہے جس سے بھی ہرگز شرک ہی ہرگز،

اس میں رقی مجرب نہیں ہے۔

دوم۔ غفر المغضوب علیہ کی تفسیر یہ کہتے ہیں۔

مسئلہ۔ جو شخص مناد کی جگہ ٹکا پڑھے اس کی امامت جائز نہیں۔

(محیط برائی) مسئلہ

تلقید۔

ایک ہے مناد اور مظلای کسی اور حرف کا اور سورے حرف سے بدل کر پڑھنے

کا فقہی اختلاف جو متقدمین اور متأخرین فقہاء کرام میں مشہور چلا آرہا ہے، اور جس پر

لکھنؤی کے بہت سے سائل متفرع ہیں وہ اپنی جگہ مستم ہے، لیکن مولوی نعیم الدین

صاحب کا اختلاف فقہاء کے ذکر کے بغیر محیط برائی کا مہمل حالہ پیش کرنا بظاہر

ان کے اس نظریہ پر مبنی ہے کہ اکثر و بیشتر قراء حضرات اہل حق کے مسکے تعلق نہ کئے

ہیں اور وہ علم تجرید کے اصول و قواعد کے تحت حرف مناد کو اس کے اصل

مخرج سے نہ نکالتے ہیں جو بننے والوں کو حرف غلا سے مشابہ معلوم ہو رہا ہے، اس

لیے مولوی صاحب نے حرام کو یہ بھانے کی کوشش کی ہے کہ مناد کی جگہ ٹکا پڑھنے

والے کی امامت جائز نہیں، تاکہ لوگ یہ سمجھ لیں کہ اہل حق کے پیچھے نماز نہیں ہوتی

ورنہ مسئلہ دراصل امام و منفرد مسجد کے لیے یکساں ہے، کیونکہ تعصیب حدود ہر مذہبی

پر لازم ہے، اگرچہ اس مسئلہ میں قدیم و حدیثاً خاصا اختلاف (بلکہ بعض مقامات

پر عرفاً) چلا آتا ہے لیکن علوم بڑی کی وجہ سے علوم الناس کے خارج حروف میں

فرق اور تیسرے خط نہ نہ رکھ سکنے کے پیش نظر متأخرین فقہاء کرام کا منابطہ یہ ہے جیسا

کہ علامہ محمد ابن ماجہ بن الشامی الحنفی (المتوفی ۱۲۵۲ھ) نے نقل کیا ہے کہ خطا جو عروہ

میں واقع ہو تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی، اس لیے کہ عام لوگ اس میں مبتلا

ہیں اور وہ بغیر مشقت کے حدود کو درست نہیں کر سکتے اور فتاویٰ تا آج تک یہ

ہے اس کے مصنف حضرت مولانا عالم بن علامہ احمد علی دہلوی الحنفی (المتوفی ۱۸۶۱ء) ہیں، ایک کتابت مولانا

نے امیر کبیر تارا رسانی دہلوی کے نام سے موسوم کی تھی ۱۳۷۲ھ

میں یہ بھی کھسا ہے کہ جب دوحرفوں میں ذکر اٹھو مخرج ہوا و نہ قرب مگاس میں
عموم جزئی ہو۔ جیسے قال کہ بجائے ضاد کے یا زا کہ بجائے ذال و ظا کے یا طا کہ بجائے
ضاد کے پڑے۔ دینا تو بعض مشائخ کے نزدیک نماز فاسد نہ ہوگی، پھر آگے فرماتے ہیں
کہ اگر جان بوجھ کر ایک حرف کو دوسرے حرف کی جگہ پڑھا تو نماز فاسد ہوگی، مختار
قول یہی ہے۔ اور فتاویٰ ہزاریہ میں لکھا ہے کہ درست قرآن مختار قول یہی ہے۔

(شمی زلۃ العادی جلد ۱ ص ۳۹ طبع مصر)

امام حافظ الدین محمد بن محمد المعروف بابن البزاز اکر دی المغنی (الموتی) ۸۲۷ھ
لکھتے ہیں کہ :-

والأصل أنه ان أمكن الفصل	ضابطہ یہ ہے کہ دوحرفوں میں اگر با تکلیف
بين الحرفين بلا حلفه كالضاد	فرق کرنا ممکن ہو جیسے ضاد و طار میں
مع الطاء بان قرأ الطاء الحات يمكن	مثلاً صالحات کی جگہ طالحات پڑے یا تو
الصالحات فد عند العمل و	سبکے نزدیک نماز فاسد ہوگی اور اگر مشقت
ان لم يمكن إلا بمشقة كالظا مع	کے بغیر فرق ممکن نہیں مثلاً ظا و ضاد
الضاد والصاد مع السين والطاء	ضاد و صیدین او طار و اور تا تو اس میں مشقت
مع التاء اختلفوا اذ لاكثر على انه	کا اختلاف ہے اکثر اس پر ہیں کہ نماز فاسد
لا يفسد العموم البتوى وبتوايه	نہ ہوگی کیونکہ اس میں عموم جزئی ہے۔
جلد ۱ ص ۳۹ علی هامش التہدیه جلد ۱	

(طبع مصر)

اس سے معلوم ہوا کہ حرف ضاد اور ظا کی تمیز خاصی مشکل ہے۔ اور ان کی اورگی
میں خاصی مشقت ہوتی ہے، اس لیے عموم جزئی کی وجہ سے اکثر فتاویٰ کے نزدیک
نماز فاسد نہ ہوگی، اسی پر بات پڑنے مقام پر درست اور صحیح ہے کہ حتی الوسع ہر
حرف کی تمیز اور پڑنے مخرج سے نکلنے کی مدت العمر گوشش جاری رکھنی چاہیے۔

اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ اگر دو حرفوں میں تیسرے شکل سے ہوتی ہو، مثلاً غلار اور
ضار یا صاد اور سین یا ظا اور تو اس میں مشابیح کا اختلاف ہے، اکثر فرماتے ہیں کہ
نماز فاسد نہ ہوگی، اسی طرح فتاویٰ قاضیخان میں ہے اور بہت سے مشابیح نے
اسی پر فتویٰ دیا ہے۔ قاضی امام المحسن اور قاضی امام ابو العاصم فرماتے ہیں کہ اگر کوئی
ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف پڑھا گیا تو نماز فاسد ہو جائے گی اور بے ساختہ زبان
پر جاری ہو گیا۔

اوصلان لا یصلف التیسین لا تفسد یا وہ ان کن تیسر ہی نہیں جانا تو نماز فاسد
وہو احدی الا قول والفتار الا نہ ہوگی، تمام اقوال میں یہی عمدہ اور مختار
(عالمگیری جلد ۳ ص ۵۲ طبع مصر) قول ہے۔

یہ عبارت بھی پچھے موصول و مضموم کے اعتبار سے واضح ہے، اور فقیر نفس امام
حسن بن نصر النخعی (المتوفی ۵۹۲ھ) کہتے ہیں کہ اگر حرف بدلنے سے معنی بدل جائے
تو نماز باطل ہو جائے گی ورنہ نہیں یہی وجہ ہے کہ اگر غیر المغضوب کو خطا سے
پڑھا، تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

ولوقرأ الضالین بالخطأ والذال اور اگر ضالین کو خطا اور ذال کے ساتھ
لا تفسد صلوة ولوقرأ الضالین پڑھا تو نماز فاسد نہ ہوگی، اور اگر والین
تفسد صلواتہ۔ (ذال سے) پڑھا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔
(فتاویٰ قاضیخان جلد ۳ ص ۵۲ طبع لاہور)

اس سے معلوم ہوا کہ ضار، ظا اور ذال کو حرم بلبی اور تیسر میں مشقت کی وجہ
سے ایک دوسرے کے مقام پر پڑھنے میں وسعت دی گئی ہے کہ اگر الضالین کو
الضالین پڑھا گیا تو نماز فاسد نہ ہوگی، محقق خلی الاطلاق حافظ محمد بن عبداللہ
ابن الہمام الحنفی (المتوفی ۸۶۱ھ) فرماتے ہیں کہ:-

فان لم یسکن الفصل بین المضموم سو اگر دو حرفوں میں بلا مشقت فرق ممکن

مع غیر مشتقۃ کا الضاد والظاء نہیں مشتقۃ ضاد اور ظاء تو اس میں فتنہ لے
اختلفوا واكثرهم لم یضدھا اور اختلاف کیا ہے، امدان میں اکثر اس نظریہ
(زاد الفقیہ ص ۳۳۴) پر ہیں کہ لغات فارسیہ ہوگی۔

اس عبارت میں بھی خصوصیت سے ضاد اور ظا کا بیان کہ کے یہ بات واضح کر
دی گئی ہے، کہ اکثر کے نزدیک لغت جائز ہے، علامہ سید محمود آلوسی الحنفی دار المتوفی
۱۲۷۰ھ نے ضاد اور ظا کے بارے میں خاصی بحث کی ہے، اور پھر لکھا ہے کہ اگر ان
دونوں حرفوں میں فرق ملحوظ نہ کیا جائے تو غلطی پڑتا ہے تو لغت فارسیہ
ہو جائے گی، ورنہ نہیں اور فرماتے ہیں کہ اس پر اعتقاد رکھنا چاہیے، امداسی پر فرتنی
ہے۔ (محصلہ روح المعالی جلد ۳ ص ۱۱۰ طبع مصر) منیر جلیل محدث ذیل حافظ البوالفضل
اسمعیل، ابن کثیر الشافعی (المتوفی ۷۴۴ھ) لکھتے ہیں کہ علماء کرام کا صحیح فہم یہ
یہ ہے کہ ضاد اور ظا میں جو فرق ہے، اگر اس میں کوئی کمی باقی رہ جائے تو معات ہے
کہوں کہ یہ دونوں حرفت قریب الخرج ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ۲ ص ۱۱۰ طبع مصر)
شیخ القراء مکی نصرہ اپنی علم گوید کی مشہور کتاب میں لکھتے ہیں کہ ضاد اور ظا
دونوں سننے میں ایک دوسرے کے مشابہ ہیں، امدان دونوں میں کوئی فرق نہیں بخیر
اس کے کہ ان کا خراج جدا جدا ہے، اور ضاد کو پڑھتے وقت آواز ایسی کوئی پڑتی
ہے، اگر یہ فرق نہ ہوتا تو دونوں ایک ہی حرف سمجھتے جاتے۔ (محصلہ نہایۃ
القول المفید فی علم التجویب ص ۵۵ طبع مصر)

علامہ سید البری کا شرقی (المتوفی فی حدود ۷۷۰ھ) لکھتے ہیں کہ۔

وذكر في النخبة الخ لا يمكن
بين الحدين اتحاداً في الخرج
ولا قربة الا انه فيه بلبی مآ
عنوان یاتی بالذال مكان الضاد
فخیر میں ذکر کیا گیا ہے کہ جب دو حرفوں
میں ذوال اتحاد فی الخرج ہو اور ذوقرب ہو مگر
کہ اس میں عموم ملے ہو مثلاً یہ کہ مناد کی مگر
خاص نما ٹپ میں جلتے یا مناد کی جگہ نما ٹپ میں

لہ نام لکھی ہو۔ (خزانہ ص ۵۰) لکھتے ہیں کہ یہ دونوں کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔

والصواب انہما یکونان

اور یاقی بالزہای المفضل مطلق الذال
اور الظام مطلق الضاد لا تفسد عند
بعض المشائخ۔ ومنہ المصلیٰ مثلاً

اس عبارت سے بھی مزاحمت سے معلوم ہوا کہ علوم غریبی کی وجہ سے اگر ضاد
کی جگہ ظا پڑے جس جہانے تر بعسل مشائخ کے نزدیک نماز فاسد نہیں ہوتی اور پختہ حوالہ
یہ بات عرض کی جا چکی ہے کہ اکثر فقہاء اور علماء کا یہ قابل اعتماد اور مندر قول ہے،
اور اسی پر فتویٰ ہے۔

فائدہ۔ جس وقت محیط کا منظر مطلق بولا جاتا ہے، تو اس سے محیط برائی
مراوہ ہوتی ہے، جس کے مصنف امام محمد الملقب بربیع الدین برٹان الاسلام المفضل
(المتوفی ۵۴۳ھ) تھے، اور چالیس جلدوں میں یہ کتاب انہوں نے لکھی ہے، جو
صدیروں سے نایاب ہے، پھر اس کا مفسر خود مصنف نے لکھا ہے جس کا نام
الدخیمۃ الدہانیہ رکھا، ملاحظہ فرمادیں الفوائد البہیہ مثلاً، اور جس
الدخیمۃ کا ذکر ہوا ہے، اس سے یہی الدخیمۃ مراد ہے۔

ملاحظہ فرمائیے کہ مصنف محیط برٹانی کی تفصیل عبارت سے کیا مسئلہ ثابت
ہوا، اور مولوی نعیم الدین صاحب ان کے مجمل حوالہ سے کیا ثابت کر رہے ہیں؟ ممکن
ہے، ان کو حضرت قلاطی القادری (رحمہم) کے اس حوالہ سے شبہ ہوا ہو مگر اس
میں تفصیل ہے۔

وفی محیط مثل الامام المفضل
عن یقارہ الظام المجهمة مکان
الضاد المجهمة او یقارہ اصحاب
المجهمة مکان اصحاب الناس
او علی العکس قتال لا یجوز لیس
اور محیط میں ہے کہ امام فضل سے اس شخص کے
بارے میں سوال کیا گیا جو ضاد کی جگہ ظا لکھا ہے
انہ کے بھانجے صاحب الجوزیا ان دونوں کے
برعکس پڑتا ہے، اس کا کیا حکم ہے؟ تو انہوں
نے فرمایا کہ اس کی امامت جائز نہیں اور اگر

ولم تعد یکنز قلت اما کون تعدہ کثر فلا کلام فیہ اذالم یکن فیہ لفتان ففی حنین الاختلاف ساهی واما تبذیل الظلہ ممکن العناد ففیہ لتفصیل الخ وشرح فقہ اکبر مثلاً طبع کا پتہ دینا
 عود ایسا کرتا ہے کہ کافر مرنے کا میں کہتا ہوں کہ دیدہ دانش ایسا کہنے میں اس کے کفر میں ذکر کرنی کلام نہیں جب کہ اس اختلاف میں حنین کی طرح ملاحظہ نہ ہوں کہیں کہ اس میں حنین اور حنین پر مبنی اختلاف مشہور ہے یہ حال ضاد اور ظار کے تبدیل کرنے میں خاصی تفصیل ہے۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ معاملہ صرف ظار اور ضاد ہی کا نہیں جیسا کہ مولیٰ فیہم الدین صاحب نے سمجھا رکھا ہے، بلکہ دیگر اخلاط کا بھی یہ حکم ہے، اور ظار و ضاد کا معاملہ بھی مطلق نہیں بلکہ بقول حضرت قاضی العنایتی اس میں تفصیل ہے، اور ہم نے باحوال پہلے اس کا ذکر کر دیا ہے، اللہ تعالیٰ ہر ایک کو معاملہ فہمی کی توفیق مرحمت فرمائے اور ہماری ترویج دعا ہے کہ پردہ و گار اہل برکت کو علم و دیانت اور محنت و اخلاقی کا ذخیرہ عطا فرمائے تاکہ وہ بات سمجھ سکیں اور محض حق اور اہل حق سے لوگوں کو تفرقہ دلانے کے دہ پے ہی نہ ہوں، الحاصل ضاد کو ظار کے مشابہ پڑنے میں غلطی کا غماز کے فاسد اور نہ فاسد ہونے میں کافی اختلاف ہے لیکن علوم ہلوی کی وجہ سے جب کہ اصلی مخرج سے نکلنے کی تیز و قدت ہی نہ ہو تو اکثر مشابہ کا قابل اعتدال قول اللہ فتویٰ یہ ہے کہ غماز فاسد نہ ہوگی، اہل فساد کو اس کی کرشمہ کرنی چاہیے کہ ہر حرف اپنے صحیح مخرج سے نکلے، امام ہو یا سفیر، مزد ہو یا عورت، بڑا سا ہو یا جوان مسئلہ سیکھ لے چکا ہے، مولوی فیہم الدین صاحب نے خواہ غماز اہل حق کے ناموں سے تفرقہ دلانے کے لیے یہ خوش چھوڑا ہے،

وَمِمَّا رَدُّهُمْ عَلَيْهِمْ يَنْفَعُكَ مَسْئَلَةُ كَيْدِ دِينِ، فَاخْتَرِ، نَجِ، چالیسواں دین

بن اس میں داخل ہیں کہ وہ سب صدقات نافذ ہیں اور قرآن پاک و کمر شریف کو
پڑھنا بیکی کے ساتھ اور شکی طاکر اجر و ثواب بڑھاتا ہے، الا اور گے متعدد مواقع
پر ان اشیاء کا مختلف الفاظ سے تذکرہ کیا ہے۔ مثلاً ص ۳۱۱، ص ۳۱۲، ص ۳۱۳ وغیرہ۔

تفسیر :-

گیارہویں کے بابے میں علامہ الناس کے مختلف نظریات ہیں، بعض جہلہ
کا تو یہاں تک خیال ہے کہ اگر بڑے پیر صاحب کے نام پر مقررہ تاریخ پر گیارہویں نہ
دی گئی تو جہانی اور مالی طور پر قابل پروا نہ تھا، نقصان اٹھانا پڑے گا، گھر میں بیماری پڑ
جائے گی، کھیتی و تجارت اور کاندہ بار میں خدو ہوگا، اگر گیارہویں کا دودھ نہ دیا گیا
تو دودھ بیٹھے جانے والوں کے غنوں میں کمی پڑے گی، دھیرہ و غیرہ اور
اگر بروقت گیارہویں ادا کر دی گئی تو سب کام ٹھیک ٹھاک رہیں گے، اور جان و
مال اور کاندہ بار میں کوئی ناگوار برکت ہو جائے گی، ظاہر ہے کہ غیر اللہ سے خوف مبرا
اور تمسید و بیم کے اسی نظریہ کو تقرب بغیر اللہ کہنا ہے جس کے حرام اور شرک کہنے
میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔ بیشتر جہلہ اسی غرض سے گیارہویں شریف نہ تھے
اور اس کی تعمیل کے لیے انہوں نے یہ افسانے بھی تراش سکے ہیں، مثلاً یہ کہ حضرت
پیر صاحب نے بارہ سال کے بعد ایک بڑھیا کے لڑکے کا غرق شدہ بیٹا دیا ہے
نکال پڑ کیا تھا، جس کی حقیقت جہادی و اہست کے مطابق اس کے سوا اور کچھ نہیں
کہہ سکتے بڑھیا اور بیوہ کا کوئی لڑکا والدہ کا سایہ سر پر نہ ہونے کی وجہ سے دس بارہ سال
آوارگی اور گمراہی کے دریا میں غلطے کھاتا رہا ہوگا، اور یہی وجہ اس کی مذہبی اور
اخلاقی اعتبار کا بیڑا غرق ہو چکا ہوگا، اس کی والدہ نے حضرت شیخ صاحب کی خدمت
میں وعظ و پند اور وعار کی التجا کی ہوگی، اور انہوں نے اس کی اصلاح کے لیے ہمت
اٹھا کر وعار بھی کی ہوگی، اور تبلیغ و نصیحت بھی کی ہوگی، اللہ تعالیٰ نے ابن کی دعا
اور وعظ و نصیحت کی برکت سے اس کو رشد و ہدایت نصیب فرمائی ہوگی، اور اس

طرح اس کا عرق شدہ بیڑا پار ہونا ہوگا، مگر علوم کلام میں لے دانی کا بیڑا بنا کر اس سے
 جتنی دیا اور جتنی بیڑا کھجور کچھ کا کچھ بنا دیا ہے قطع نظر اس سے کہ مافوق الاسباب طریق
 پر مخلوق کے اختیار میں کسی کا نفع و ضرر نہیں یہ بات بھی ملحوظ خاطر ہے اگر آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اہل مسلمان کی یہ قربانی اور صفت بیان فرمائی ہے المسلمون
 سلم المسلمون من لسان و میدان (بخاری جلد ۱ ص ۱۰۸) کہ مسلمان وہی ہوتا ہے
 جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان ملحوظ رہیں جب اہل مسلمان کے لیے یہ قربانی
 لازم ہے تو دلی کامل کے حق میں یہ کیوں کر یاد کیا جاسکتا ہے کہ وہ مثلاً ایک سیر
 و دو دھ یا سیر حائل کے نہ ملنے کی وجہ سے یوں پرہم ہو جائے، اور جو شخص اعتقاد سے
 لبریز ہو کر عین شادی کے موقع پر فرجوان کا وسیع معزز براتیوں کے کیوں کر بیڑے
 میں آخروہ بھی تھوں گے، بیڑا عرق کرے، کوئی مسلمان اس افتادہ نام نہانی کو تسلیم
 کرنے پر آمادہ ہو سکتا ہے؟ اور حتیٰ کہ ان جاہلوں کے نزدیک موصوف نے مکمل الموت
 سے ایک موقع پر اوداج کی زنجیل اور تھیلا بھی چھینی لیا تھا، کرلیے قادیان کا بیت تقرب
 ہوگا، اتنا ہی مفید ہے گا، معاذ اللہ، باطل نظریہ قرآن کریم و صحیح احادیث، اجماع امت
 اور ردح اسلام کے سراسر خلاف ہے، اور تقرب کے نظریہ سے کیا رہیں دینا اور
 کھانا حرام اور حلال ہے۔ چنانچہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب النسخۃ (۱۲۲۹ھ)

لے مفتی احمد یار خان صاحب کی گپ ۱۱

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے احباب مرنے کے چند معجزات بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ اس سے
 معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰؑ پاک نے بارہ برس کی بڑی بھاری بات کو زندہ فرمایا، اور تو کوئی مضائقہ نہیں
 اس دُنیا کی قبر گجرات جناب میں ہے۔ اس کا نام کیر اللہ بن ہے اور شاہ دولہ کے نام سے مشہور
 ہیں حضرت عیسیٰؑ پاک کے خلیفہ ہیں، ان کی قبر شریعت زیارت گاہ خاص امام ہے لکن آفریقہ میں ہے
 یہاں ہے کتب علیہا و علیہا کی وفات ۵۱۱ھ میں اور حضرت شامیہ کے ۱۰۱۱ھ میں ہوئی ہے۔

تحریر فرماتے ہیں کہ :-

ماکولات و مشروبات و دیگر اموال یا کھانے اور پینے کی چیزیں اور اس طرح دیگر
نیز ازاد و تقرب بغیر اللہ و ان حرام اموال کو بغیر اللہ کے تقرب کی نیت سے
و شرک است و فتاویٰ عزیزی جلد اول (۱)

اور بعض لوگ جو بزرگ خود بڑے عطا و قسم کے ہوتے ہیں، وہ تقرب بغیر اللہ کی
نیت فرماتے ہیں، وہ گیارہویں کو صرف ایصال ثواب کی مد میں تصور کرتے ہیں
جیسا کہ بعض ایصال ثواب جہاز اور صحیح ہے اور اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں
اور مالی قسم کے صدقہ میں جملہ ائمہ فتویٰ متفق ہیں۔ لیکن یہ بات سمجھنے والا ہے
کہ ایصال ثواب کے لیے پوری امت میں سے صرف حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ
کا انتخاب کیوں کیا گیا؟ کیا یہ ایصال ثواب کسی اور کو دے نہیں آتا؟ اور کیا حضرت
شیخ صاحب سے کم یا ان کے مساوی یا ان سے زیادہ افضل امت میں کوئی
اور بزرگ نہیں گذرا؟ آخر ان کے لیے ایصال ثواب کیوں نہیں کیا جاتا اور یہ
گیارہویں کا ایصال ثواب صرف حضرت شیخ صاحب سے ہی کیوں مختص کر دیا
گیا ہے؟ پھر یہ بات بھی نہایت قابل غور ہے کہ غلام الناس اپنے مال باپ اور
دیگر لواحقین کو گیارہویں کی شکل میں ایصال ثواب کیوں نہیں کرتے، جن میں سے
کسی کی غازیں، کسی کے رشتے اور کسی کی دیگر نیکیاں چھوٹ گئی ہوں گی، اور
اغلب ہے کہ بہت سے گناہ کئے ہوں گے، عجیب بات ہے کہ مہاجرین کو
تو ایصال ثواب نہ کیا جائے جو دنیا میں ٹوبے ہوئے شخص کی طرح اپنے داروں
کے صدقات و خیرات اور دعاؤں کے منتظر رہتے ہوں، اور اس بزرگ کو ایصال
ثواب کیا جائے جو بفضلہ تعالیٰ یکہوں سے مالا مال ہو، اور جن کی چند نیکیاں بھی اگر
موجودہ اہل حق کے گناہگاروں پر تقسیم کی جائیں تو انشاء اللہ ان سب کا بڑا پارہ
جائے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہمارے مخلص اور مجبور کے کو تو کھانا کار ثواب نہیں

لیکن غنی و امیر اور سیر شکم کو کھانا موجب اجر ہے، یہ عجیب اور خالی مطلق ہے، اس بات کی تہ تک اگر کاروبار میں کلام کر رہا ہو جائے تو وہ سمجھ سکتے ہیں، اگر گیدہوں کو ایصال ثواب کی مد میں رکھنا بھی کسی طرح خدشہ سے خالی نہیں ہے، پھر مستنزیہ ایصال ثواب کے لیے ہر مہینہ کی صرف گیا رخصتیں تاریخ ہی کیوں سختی ہے؟ کیا گائے چھپے کی آڑ میں ایصال ثواب میں کوئی رکاوٹ پیدا کرتی ہیں؟ اور کیا ان تاریخوں میں حضرت شیخ صاحب نے کو ثواب کی ضرورت نہیں ہوتی؟ اب کچھ ہوشیار قسم کے لوگوں اور بطن پروروں نے یہ حیلہ شروع کر دیا ہے، اگر کسی جگہ تو گیا رخصتیں تاریخ کو یہ دن منالیتے ہیں، اور کسی دوسری جگہ بارخصتیں اور تیرخصتیں کو، وہ بتلاتے تو یہ ہیں کہ لیجئے ہم گیا رخصتیں تاریخ ہی کو ضروری نہیں کہتے، لیکن اصل بات وہ عوام الناس سے بالکل اوچھل رکھتے ہیں وہ یہ کہ اس طریقہ سے ان کے بطن بیلک کے لیے متعدد جگہیں نکل آتی ہیں اور کوئی جگہ اتنے سے نہیں جاتی، آڑ تو بظاہر ملے کہ ہے مگر انتظام سب ہیٹ کا ہے، اور عوام الناس کو وہ آستے دن بھانے دلائل و براہین کے چادرلوں اور مشائخوں سے مطلق کر دیتے ہیں

لطیفہ :- اکثر مقامات پر اہل بدعت حضرات سیدنا شیخ عبداللہ عجلانی الفیل (المتوفی ۵۶۱ھ) کے نام پر گیا رخصتیں لینے کو اہل سنت والجماعت کی ایک تہی خلافت قرار دیتے ہیں اور گیا رخصتیں نہ لینے والے کو بزم خورشید اہل سنت والجماعت کا فرد اعتد نہیں کہتے، اگر یا ان کے نزدیک سختی اور غیر سختی کے لیے جو معیار اور معیار مقرر ہے، اس کا ایک رکن گیا رخصتیں دینا بھی ہے، اب آئیے ہم آپ کو خود حضرت شیخ عبداللہ عجلانی سے اہل سنت والجماعت کا معنی اور تفسیر بتا دیں۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ :-

هذا المذنب اتباع السنة والجماعة
فالسنة ماسنة رسول الله صلى
پس میں پر لازم ہے کہ وہ سنت اور جماعت
کی پیروی کرے سو سنت تو وہ ہے جس کو

اللہ علیہ وسلم والجماعة ما اتفق
 جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 نے جاری فرمایا ہے، اور جماعت وہ ہے
 جس پر حضرات صحابہ کرامؓ نے چاندی و تخت
 یافتہ اکثر خلفاء راشدینؓ کی خلافت میں اتفاق
 کیا ہوا ہے (موسس پر یہ بھی لازم ہے کہ وہ)
 اہل بدعت کی کثرت کا سبب بنے
 بعد ان کے نزدیک جاتے اور نہ انہیں
 سلام کہے۔
 علیہ اصحاب رسول اللہ صلی
 علیہ وسلم خلفۃ
 الانبیاء الاربعة المتفقہ الذین
 المہدیین رحمۃ اللہ علیہم جمعین
 ولان لا یکاشاہل البدع ولا
 یدانہم ولا یسلم علیہم الا
 رخصۃ الطالبین ۱۹۵ طبع مصر
 مع ترجمۃ التذنیۃ

حضرت شیخ صاحب کی اس واضح عبارت کے پیش نظر سوال یہ ہے کہ کیا
 جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گیارہویں شیئے کا حکم امر فرمایا ہے ؟
 یا ایصال ثواب کے لیے کسی ایک شخصیت کے انتخاب کا ارشاد فرمایا ہے ؟ اگر ایسا
 ہے تو اس کی صمیم نہ باحوالہ مطر بے اللہ پھر گیارہویں سنت ہے مسند پر گزرتی ہیں
 اس کے بعد آئے حضرت البرکات حضرت عمر حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ
 تعالیٰ عنہم کی خلافت کے بعد کی طرف کہ کیا ان کی خلافت میں حضرت شیخ عبد اللہ
 جیلانیؒ کی گیارہویں پر حضرات صحابہ کرامؓ کا اتفاق ہوا ہے ؟ اگر ایسا ہوا ہے تو چشم
 اور دشن دل ماشاء، صمیم حلالہ نہ کہ ہے، اگر یہ ثابت ہے کہ انہوں نے گیارہویں
 دیکھا یا ایصال ثواب کے لیے امت مرحومہ میں سے کسی ایک ذات کا انتخاب کیا ہے
 یا ایصال ثواب کے لیے انہوں نے کسی دن کی تعیین پر اتفاق کیا ہے اور خلافت
 و شیعہ میں ایسا ہوا ہے کہ گیارہویں جماعت کے مشرک میں داخل ہوگی، اللہ اگر
 ایسا نہیں کیا اور یقیناً ایسا نہیں کیا، کیونکہ حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ کی ولادت

باسعادت لڑ ۴۹۰ ہ کے بعد ہوئی ہے، وہ جلائی ولادت سے پہلے ہی گیارہویں
 کیسے لے رہے تھے (تو یقین جانتے کہ اہل سنت والجماعت کی تعریف خود حضرت شیخ عبدالحق
 جیلانیؒ کے نزدیک صرف اسی شخص پر صادق آتی ہے جو گیارہویں نہیں دینا اور شخص
 گیارہویں دیتا ہے، وہ ان کے اس مزاج حوالہ کے دوسے ہرگز مستثنیٰ نہیں ہے بلکہ
 بدعتی ہے، جس کے پاس دوس کے لیے وہ نزدیک ہونے اور سلام کرنے کو بھی منع کرتے
 ہیں۔ اس سے بڑھ کر سینہ زوری اور کیا ہو سکتی ہے کہ ایک مخالف بدعت کو
 سنت کہا جاتا ہے، اور اس کو اہل سنت والجماعت کی علامت قرار دیا جاتا ہے
 حالانکہ حضرات صحابہ کرامؓ کی جماعت کے عقائد و اعمال اور اخلاق و نظریات کو ترک
 کرنا ہی خروج عن السنۃ ہے۔

چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 نے ارشاد فرمایا کہ :-

واماتك السنة فالخروج عن
 الجماعة والمستك حبلہ من قال
 لھا كہ والذہب صیغ شرط مسلم)

اور حضرت ثناء ولی اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ :-

اقول الضیقة الناجية
 الاخذون فی العقيدة والعلاجیة
 بعاظہر من الکتاب والسنة
 وجرى علیہ جہود الصحابة
 والاتباع الی ان قال وغیر ذلک
 علی فرقۃ اشعلت عقیدۃ غلہ
 عقیدۃ السلف اور غلہ دون الھامہ
 (جلد ۱ ص ۱۸۶) اللہ الب لعلہ)

میں کہتا ہوں نجاتی
 غلہ و دغل میں اُس چیز پر عمل پیرا ہو جو
 کتاب اور سنت سے ظاہر ہے اور جس چیز
 پر عبور صحابہ کرامؓ و تابعینؓ کا مکمل تھا۔
 (پھر آگے فرمایا کہ) اور غیر ناجی ہر وہ فرقہ ہے
 جس نے سلف صالحین کے عقیدہ کے خلاف
 کوئی عمل اپنایا ہے۔

بریلوی حضرات کو ٹھنڈے دل سے طرد کر لینا چاہیے کہ جو عمامہ اور اعمال انہوں نے اختیار کر رکھے ہیں، اور دن رات جی کی نشر و شاعت میں وہ کوشاں ہیں آیا یہ عمامہ اور اعمال حضرات صحابہ کرام و تابعین اور سلف صالحین کے تھے؟ اگر تھے تو نہات انہی میں ہے اور اگر یہ عمامہ اعمال ان کے نہ تھے، تو اپنی نہات کی فکر کریں کیا نہ ہو کہ کل کچھتا پاڑے گا۔

قریب خود کو چیلے اور خود ہی بچ جائے

علامہ انری یہ بات بھی ملحوظ خاطر ہے کہ مستحب پر اصرار کرنا بھی بعض اوقات مستحسن نہیں ہوتا چہ جائیکہ یہ عفت اور مکروہ پر اصرار ہو، حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ تم میں کوئی شخص اپنی نماز میں سے شیطان کے لیے جتنی بڑھوترے، اسی طرد کر اپنے فتنہ پر لازم بکھڑے کہ نماز کے بعد دائیں طرف ہی پھرنا ہے (حالانکہ تمہیں کا استحباب صحیح احادیث سے ثابت ہے) کیونکہ مشکاب میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بایا اور قات بائیں طرف پھرتے بھی دیکھا ہے (شفیق علیہ مشکوٰۃ جلد ۱ ص ۹) اس کی شرح میں حضرت قاضی علی بن عبد اللہ نے لکھے ہیں کہ:-

قال الطیجی وفیہ ان من اصرع علی	امام طہجی فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے
امر مندوب وجعہ عذما ولہ	ثابت ہوا کہ جس شخص نے کسی تمب سر پر
یعل بالرخصۃ فقد اصاب	اصرار کیا، اس اس پر جہار اور رخصت پر
منہ الشیطان من الاخذل فکیف	عمل نہ کیا تو بلا شے شیطان نے اس کو بھکا
من اصر علی بدعۃ او منکر جہار	سر کیجے ہو گا وہ شخص جو بدعت یا بدائی پر
فی حدیث ابن مسعود ان اللہ عز	پر اصرار کرے اور اسی مسعود کی حدیث میں
وجل یحب ان تؤتی بخصۃ اکما	آگاہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جیسے ضروری احکام
یحب ان تؤتی عزائک	پر عمل کرنے کو پسند کرتا ہے، اسی طرح ضروری
(مرقات جلد ۲ ص ۲۵ طبع ملتان)	پر عمل کرنے کو بھی پسند کرتا ہے۔

تیمبر اور چالیسوں وغیرہ | جناب مولوی نسیم الدین صاحب لکھتے ہیں کہ تیمبر اور چالیسوں

داخل ہیں یہ ان کی شہادت جہاد اور قلمتِ تدبیر کی واضح مثال ہے جن امور کو
فتنہ مذہب اور ابو علی انصاری فتنہ احناف کثر اللہ جماعتہم بدعت اور مکروہ منکر
کہتے ہوں وہ بعد قرآن کریم کے اس حکم میں کس طرح داخل کئے جاسکتے ہیں ؟
راہِ سنت میں ہم نے اس کی باحوالہ سیر حاصل بحث کر دی ہے ، صرف ضروری
ضروری چند عبارتوں کا ترجمہ ہم یہاں عرض کئے بیٹے ہیں ۔

مقام ابن امیر الحاج المالک (المترقی ۲، ۷۷) لکھتے ہیں کہ :-

بعض لوگوں نے یہ بدعت نکالی ہے کہ ریت کے تیمبر پر طعام تیار کرتے ہیں ،
اور یہ ان کے نزدیک معمول بہ کام بن گیا ہے ۔ (داخل جلد ۲ صفحہ ۲۷)

امام ابن حجر مکی شافعی (المترقی ۵، ۷۹) سے سوال کیا گیا کہ ریت کے تیمبر
دنِ فتنہ اور طبرہ کے لیے جو کھانا تیار کیا جاتا ہے ، اور اسی طرح ساتویں دن ، اس
کا کیا حکم ہے ؟ کراسنوں نے جواب میں فرمایا کہ سوال میں متفقہ چیزیں ذکر کی گئی ہیں
وہ سب کی سب بدعات مذکورہ ہیں ۔ (فتاویٰ کبریٰ جلد ۲ ص ۷)

امام کریم دیلمی الحنفی لکھتے ہیں کہ پہلے دوسرے اور تیسرے دن طعام تیار
کرنا بھی مکروہ ہے ، اور اسی طرح جنت کے بعد اور عید کے موقع پر اور موسمِ موسم
قبروں پر طعام لے جانا بھی مکروہ ہے (فتاویٰ بزاز جلد ۲، مطبع مصر)

امام نورانی الشافعی شرح منہاج میں لکھتے ہیں کہ مختصر من روزوں کے اندر روٹی
کھانا ، مختلف تیمبر ، پانچواں ، آٹواں ، دسواں ، بیسواں اور چالیسواں دن اور چھٹا مہینہ
اور سال کے بعد یہ سب کے سب بدعت منکرہ ہیں ۔ (بکراؤ انوار الساطعہ ص ۱۷)

حضرت قاضی القادری الحنفی (المترقی ۱۳، ۱۰۱) لکھتے ہیں کہ ہمارے فتنہ
کرام نے یہ بات ناجست کر دی ہے کہ ریت کے پہلے اور تیسرے دن اور اسی طرح

ہفتہ کے بعد طعام تیار کرنا مکروہ ہے۔ (مرقات جلد ۵ ص ۸۲)

قاضی شمس الدین صاحب الغنی لکھتے ہیں کہ :-

بعد مرگن من رسوم منبری مثل دھرم و تم
اور میسواں اور چائیسواں اور شمشابی اور
وچلم و شمشابی و برسی بیج نکتہ
(وصیت نامہ مع مالہ جلد ۱ ص ۱۹۱)

سالانہ (یعنی عرس) کچھ بھی نہ کریں۔

حضرت شام ولی اللہ صاحب لکھتے ہیں کہ :-

دیگر از چارادت شینہ مار و دم اسراف
اور ہم رنگوں کی بڑی عادتوں سے سخت کے
اسف در ماتمہاد و یوم و چلم و شمشابی
بعد تیسرے چلم شمشابی اور سالانہ غلات
و فاتحہ سالیانہ و این ہمداد عرب
کے موقع پر اسراف کرنا بھی ہے عرب
اول و دوم و سوم و مصلحت آنست کہ
در اسف کے ابتدائی دور میں ان امر کا کوئی
غیر تعزیرت و ازبائی نیست تاہم
دفعہ و طعام شاں یک شب و دفعہ
بین دن یک بیت کے وارثوں کی تعزیرت
دفعہ نہ تھا اور مصلحت اسی میں ہے کہ
اور ان کی جمع و شام کے کھانے کے بغیر
دفعہ نہ ہو۔

(تنبیہات اللہ جلد ۱ ص ۲۳۷)

خواجہ نصیر الدین محمد چرخ و طوی چشتی (المتوفی فی حدود ۸۰۰ھ) کے مرید مولانا
محمد حسن صاحب زیارت قبہ کے لیے اپنی طرف سے وارثوں کی تعین کرنے کے عہد
ہونے کے بارے میں فرماتے ہیں :-

میراث زیارت سنت است لیکن زیارت دفعہ شب
معہ و مستور ہفتہ والی سے کسی چیز نہ بھائی
مولانا عبدالحی صاحب گھنوی (المتوفی ۱۲۰۴ھ) لکھتے ہیں کہ :-

مشورہ کہان دفعہ سوم و غیرہ انحصار
علی انحصار تیسرے دن کا اور اس طبع
داور ضروری انگاشتن و شریعت
اور دنوں کا مقرر کرنا اور ان کو ضروری سمجھنا
مقررہ ثابت نیست صاحب انصاف
شریعت محمدیہ (علی صاحب انصاف تہذیب)

آں نامکروہ نوشتہ درہ تخصیص بکثارتہ سے ثابت نہیں ہے مصنف کتاب ثواب
 و ہر مدیکہ خواہستہ ثواب لوح احتساب کے انکو مکروہ کہتا ہے تخصیص کی
 میت رساند۔ راہ چھڑ دیں اور جس دن چاہیں میت کی
 روح کو ثواب پہنچائیں۔ (مجموع فتاویٰ جلد ۲ ص ۱۷۷)

ان تمام حوالوں سے روز روشن کی طرح یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ اپنی طرف
 سے دلوں کی تعیین اور تیجہ اور چالیسواں وغیرہ بدعت مکروہ اور مذموم حکمتیں ہیں
 غیر القرون میں ان کا کوئی وجود نہ تھا، اگر یہ امر قریب از قریب یقیناً ان کے مفہوم
 میں شامل ہوتے تو یہ اکابر علماء اسلام کبھی ان کو بدعت نہ فرماتے اور یہ ہرگز نہ کہتے
 کہ شریعت محمدیہ میں ان کا جہت نہیں اور ان اسم کے ترک کی وصیت کرنے کی ان
 کو ضرورت تھی پیش نہ آتی۔ اور امت مسلمہ کو یہ یقین کرنے کی وہ عقین ہی دے دیتے۔

مولوی نعیم الدین صاحب کی کتنی بڑی جہارت ہے کہ وہ بدعت اور مکروہ
 چیز کو قرآن کریم کے حکم میں داخل کر رہے ہیں، اس سے بڑھ کر بے باکی اور کیا ہو
 سکتی ہے؟ یہ بات بھی ملحوظ خاطر ہے کہ مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی بھی
 تیجہ وغیرہ کی تعیین کو اصولی طور پر بدعت کہتے ہیں۔ مثلاً ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ
 امام بخاریؒ و حینز میں فرماتے ہیں۔ یکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الاقل والثلث
 ولحد السبع۔ یعنی میت کے پہلے یا تیسرے دن یا ہفتہ کے بعد جو کھانے تیار
 کرائے جاتے ہیں سب مکروہ و منوع ہیں (ملاحظہ احکام شریعت حصہ سوم ص ۱۷۷)

اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ شریعت میں ثواب پہنچانا ہے دوسرے
 دن جو خواہ تیسرے دن یا کسی تعیین عرفی میں، جب چاہیں کریں، انہیں دلوں
 کی گنتی ضروری جاننا جہالت ہے و بدعت۔ (مجموع فتاویٰ علمی مؤلفہ مولوی احمد رضا
 خان صاحب بریلوی جلد ۲ ص ۱۷۷) کتاب النظر والاہتہ

اور نیز وہ لکھتے ہیں کہ اگر یہ سمجھتا ہے کہ ثواب تیسرے دن پہنچاتا ہے، یا

اُس دن زیادہ پہنچے گا، اور روزِ کم، تو یہ عقیدہ بھی اس کا غلط ہے (الحجۃ الاسلامیہ ص ۱۸۱)
 حیرت اور تاسف کی بات ہے کہ جس چیز کو فرق مخالف کے اعلیٰ مرتبہ
 بھی بدعت کہتے ہوں، وہ قرآنی حکم کی تفسیر کیسے بن سکتی ہے؟ مگر یاد ہے، کہ نتیجہ
 اور چالیسواں وغیرہ اس صورت میں بدعت اور مکروہ ہیں جب کہ ان میں بیعتوں
 کا حق نہ ہو، اور نہ ان کے حرام ہونے میں کوئی شک نہیں ہے، چنانچہ شیخ عبدالحق
 صاحب دہلوی (المرتبی ص ۱۰۵۲) لکھتے ہیں کہ :-

اما این اجتماع مخصوص روز سوم و بہر حال تیسرے دن کا یہ مخصوص اجتماع اور
 ارتکاب تکلیفات دیگر و صرف لہو و دوسرے تکلیفات کا ارتکاب کن اور غیر کن
 بے وصیت از حق بیائی بدعت کے حق سے بغیر وصیت کے خلق کذابیت
 اسف و حرام۔ اور حرام ہے۔

(مدارج البرۃ جلد ۱ ص ۲۲۷ طبع نرگشور)

آپ نے ملاحظہ کیا کہ مولوی نعیم الدین صاحب نے کس میدہ دلیری سے بدعت،
 مکروہ، اور غیر شرعی امر اور معصیٰ اپنی دل پسند چیزوں کو حکم قرآنی میں داخل کر لیا ہے
 فلاسفہ غالباً ایسے ہی لوگوں کے بارے میں علامہ اقبالؒ نے فرمایا ہے کہ :-
 خود جلتے شیں قرآن کو بول شیتے ہیں

جب تہجد وغیرہ دلائلِ ماضیہ کے نوح سے بدعت قرار پائے تو ان کے ساتھ
 قرآنی شریعت اور کلمہ وغیرہ بڑھ کر دوہرے ثواب کی آواز دے رکھنا، جیسا کہ مولوی نعیم الدین
 صاحب کیسے بیٹھے ہیں، خالص ہوائی قلعہ ہے اور اس کی حیثیت مار عسکرت
 سے بڑھ کر کچھ بھی نہیں، بلاشبہ قرآنی شریعت اور کلمہ ٹپٹنا باعثِ اجر و ثواب ہے،
 مگر وہیں جہاں شریعت نے بتلایا ہے، اگر کھانا ملنے رکھ کر اس پر قرآنی شریعت
 اور کلمہ وغیرہ پڑھنا باعثِ اجر ہوتا، تو حضراتِ صحابہ کرامؓ جو ہر غیر میں بیٹھے ہوئے
 تھے اس کو کہیں ترک نہ کرتے، ان کو قرآن کریم بھی یاد تھا، اور کلمہ بھی اور ان کے

معلوم کر بھی وہ بخوبی جانتے تھے، حافظ ابن کثیرؒ نے بدعت کی تعریف میں کیا یہی
 عجب ارشاد فرمایا ہے کہ :-

واما اهل السنة والجماعة بہر حال اہل سنت والجماعت یہ فرماتے
 فيقولون في كل فعل وقول له ہیں کہ جو فعل و قول حضرات صحابہ کرامؓ
 يثبت عن الصحابة رضي الله عنهم سے ثابت نہیں وہ بدعت ہے، کیونکہ
 هو بدعة لانه لكان خيرا اگر وہ کوئی بھلائی کی چیز ہوتی تو وہ اس
 لسبقنا اليه لانهم لم يتركوا میں ہم سے سبقت لے جاتے کیونکہ انہوں
 خصلة من خصال الخير الا وقد نے اسے خیر میں سے کوئی امر ایسا نہیں چھوڑ
 بادعائها انتهي (تفسیر ابن کثیرؒ ج ۱ ص ۱۸۱)

الغرض باوجود داعیہ اور محرک کے جو چیز حضرات صحابہ کرامؓ سے ثابت نہ ہو،
 اور صاحب شرع کی اس پر ترغیب و تحریم بھی موجود نہ ہو یا کسی چیز میں اپنی طرف
 سے وقت اور کیفیت کی تعیین کر لی جاسے تو وہی چیز بدعت ہوتی ہے جس سے
 سنت کی مخالفت لازم آتی ہے جو حرام ہے، چنانچہ شاہ عبدالعزیز صاحبؒ
 کہتے ہیں کہ :-

وہر چیز کہ ہاں ترغیب صاحب اور جس پر صاحب شرع سے ترغیب اور
 شرح و تعیین وقت نہ باشد قبل وقت کی تعیین موجود نہ ہو وہ فعل عبث
 عبث است و مخالف سنت خیر الامم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت خلاف
 و مخالف سنت حرام پس اگر نہ ہے اور جو چیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت
 باشد (قادی عزیزی جلد ۱ ص ۱۸۱)

کھانا سامنے رکھ کر ایصال ثواب کے لیے اس پر کچھ پڑھنا ہندوستان کی بدولہ
 ہے اور اگر کسی اسلامی ملک میں اس کا رواج نہیں ہے، چنانچہ شہرہ بریلوی مولوی
 محمد صالح صاحبؒ کھانا سامنے رکھ کر اس پر پڑھنے سے متعلق کہتے ہیں کہ :-

یہ رسم سوائے ہندوستان کے اور کسی اسلامی مملکت میں رائج نہیں۔ انتہی
 (مجلس مخزنہ الاعباب ص ۱۲۲) اور یہ رسم ہندوستان کے ہندوؤں سے ماخوذ ہے چنانچہ
 مشہور (مسلم عالم مولانا عبید اللہ صاحب) جو پچھلے پنڈت تھے، لکھتے ہیں کہ انہی
 جس مذبح کو کوئی مراء اس مذبح میں ثواب پہنچانا ضرور جانتے ہیں اور کھانے کے ثواب
 کا نام سزاوہ ہے، اور جب سزاوہ کا کھانا تیار ہو جائے تو اقل اس پر پنڈت کو بلوا
 کر کچھ بید پڑھواتے ہیں جو پنڈت اس کھانے پر بید پڑھتا ہے، وہ ان کی زبان
 میں ابشر میں کہلاتا ہے، اور اسی طرح اور بھی دلی مقرر ہیں (مجلس مخزنہ اللہ ص ۱۲۲)
 کھارگو مسلمانوں نے اس میں صرف اتنا تغیر کیا ہے کہ بید کی جگہ قرآن کریم پڑھتے ہیں
 اور پنڈت کی جگہ حتیٰ قلنے لے لی ہے، اور یہ خالص ہندوستانی رسم ہے، یہی وجہ
 ہے کہ اس رسم کا وجود ہندوستان کے بغیر اور کسی اسلامی ملک میں نہیں پایا جاتا، کھانے
 کے بارے میں جو چیز سنت سے ثابت ہے، وہ صرف اس قدر ہے کہ کھانا
 شروع کرتے وقت بسم اللہ پڑھی جائے، اور کھانے سے فارغ ہو چکنے کے
 بعد اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا الْاَوْعَا طَرْمِیْ جاتے، ان تبرک اور علاج کے طور
 پر کسی چیز پر کچھ چڑھ کر کسی کو دینا یہ بھی درست ہے، اور صحیح احادیث سے اس
 کا ثبوت ہے مگر ایصال ثواب کے لیے جو کھانا غفر اور دیا جاتا ہے، اس کو سننے
 رکھ کر اس پر قرآن وغیرہ کچھ پڑھنا ہرگز ثابت نہیں ہے، اور یہ خالص بدعت
 ہے، اور یہ بالکل ایک واضح حقیقت ہے کہ شریعت کے کسی طعن و حکم کو اپنی
 رائے سے متغیر کر دینا شریعت کے حق پر درست انداز ہے، اور یہ تبدیل شریعت
 کے مترادف ہے، چنانچہ علامہ ابراہیم بن موسیٰ الشاطبی (المتوفی ۷۹۰ھ) لکھتے ہیں کہ
 فالتغییر فی المطلقات الحق لہ
 اثبت بدلیل الشرح فقید ہادی
 فی التشریع فکیف اذا علمتہ اللیل
 ان طعن حکم میں قید لگنا ہی کی قید کسی
 شرعی دلیل سے ثابت نہیں ہے اپنی
 رائے سے شریعت بنانے کے مترادف

الی ان قال لان اعتقاد ملائمتی سنة
والعمل بها على حد العمل بالسنة
نحو من تبديل الشريعة اه
(الاختصاص جلد ۲ ص ۲۸۴)

ہے اور خصوصاً جب کہ اس کے متبعین میں دلیل ہے
ہر دور کے (مثلاً) ایک کو جو چیز سنت نہیں اس کے
سنت ہو چکا اعتقاد کرنا اور اس پر ایسا عمل سے
عمل کرنا جسے سنت پر دبا بندی سے عمل کیا جائے

سہ تبديل شریعت کے مادی ہے۔

اور آپ جہاں تک غور فرمائیں گے جملہ بدعات میں آپ کو یہ بات نمایاں طور
پر نظر آئے گی، کہ مثلاً کہیں تو ایصالِ ثواب کی مطلق و لیلوں سے دلوں اور مہینوں کی
قید لگا کر ایصالِ ثواب کا ثبوت فراہم کیا جائے گا اور کہیں تبرک اور علاج کے طور
پر کسی کھانے پر کچھ پڑھنے سے ایصالِ ثواب کے کھانے کو سانسے رکھ کر اس پڑھنے
کے جواز پر استدلال ہوگا اور کہیں نفسِ ذکر اور درود شریعت کے پڑھنے سے نکال کر
اور بل محل کر یا اذان کے بعد یا قبل جیل چلا کر درود شریعت کے پڑھنے پر احتجاج ہو
گا، اور اسی طرح کہیں کچھ ہوگا، اور کہیں کچھ ہوگا، اور ان مختصر ائمہ پر اس شدت
سے اصرار ہوگا کہ سنت بھی منہ نکلتی رہ جائے گی اور بعض اوقات تو سنت کے
مقابلہ میں بدعت کو اس انداز سے ترجیح دی جاتی ہے، کہ بدعت معاذ اللہ سنت
دکھائی دیتی ہے، اور سنت سے بدعت کا سامنا کرنا کیا جاتا ہے، اور سنتی اور
بدعتی کو پرکھنے کا معیار ہی سود اتفاق سے بدعات کا وجود یا سقوط قرار دیا جاتا ہے
اس بدترین انقلاب پر جتنا بھی افسوس کیا جائے، اتنا ہی کم ہے نعمۃ اللہ علیہم وعلیٰ
آلہم وعلیٰ

بعض اہل بدعت کھالے پیٹے کی بدعت کی ترویج و اشاعت اور اہل حق
سے منفرد عباد کو ابھار کر لے کے لیے عوام الناس کو فتنائی و رشیدیہ کی دو عبارتوں
کا تقابلی کر کے مغالطہ میں ڈالتے ہیں۔ مثلاً ایک عبارت یہ ہے۔

سوالی۔ ہندو متوار پہلی یا دیرالی میں اپنے استاد یا حاکم یا لڑکر کھیلے، یا

پوری یا کچھ کھانا بطور تحفہ بھیجتے ہیں، ان چیزوں کا لینا اور کھانا استاد و حاکم و دیگر مسلمان
کو درست ہے یا نہیں؟۔

جواب :- درست ہے۔ رشید احمد عینی عزم (فتاویٰ رشیدیہ جوب ص ۳۸۸)

اور دوسری عبارت یہ ہے :-

سوال :- محرم میں عشرہ وغیرہ کے روز شہادت کا بیان کن مع اشعار بروایت
صحیح یا بعض ضعیف بھی و نیز جلیل لکھنا اور چندہ دینا اور شہادت دودھ پھینک کر پلانا درست
ہے نہیں؟

جواب :- محرم میں ذکر شہادت حسین علیہ السلام کن اگرچہ بروایت صحیح ہو یا
جلیل لکھنا، شہادت پلانا، چندہ جلیل اور شہادت میں دینا یا دودھ پلانا سب شہادت
اور تشبہ و توائف کی وجہ سے حرام ہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۲۴ و ص ۱۳۸)

بعض اہل بدعت کہہ کر گئے ہیں کہ ہندو اور غیر مسلم کا چندہ اور تحفہ تو حلال ہو گیا
جس میں ٹنڈو وغیرہ بھی شامل ہوگا، لیکن مسلمان کا چندہ اور جلیل وغیرہ لکھنا ٹھیک نہیں ہے،
حالانکہ مسلمان کی کافرانہ غلبہ ہے کہ حلال ہوگی، ان عبارت کے متعلق اور بحث بھی
چھوڑنے جاتے ہیں مگر مریضی بات یہی ہے جو عرض کر دی گئی ہے، مگر ان نادانوں
نے اس بات کو نہ سچا کہ فتنہ کراچم نے تصریح کی ہے کہ جو رقم کافر کے پاس ہو
خواہ اُس نے شراب فروخت کی ہو، یا سود لیا ہو، اور عام اس سے کہ اُس نے خنزیر
فروخت کر کے رقم حاصل کی ہو، یا حصص فروشی کے بعد رقم حاصل کیا ہو،
جب وہ رقم مسلمان کے ہاتھ میں آجائے گی، اور تبدیل ملک ہو جائے گا تو وہ
حلال اور طیب ہو جائے گی۔ علامہ ابن نجیم الحنفی (المفتی، ۱۹۰۷ء) نے تصریح کی ہے
کہ مسلمان کے لئے سب کے اعلیٰ وجہ کی کافرانہ وہ ہے جو جہاد میں کافروں سے حاصل
ہوتی ہو، پھر تجارت، پھر زراعت اور پھر دستکاری وغیرہ سے حاصل کی ہوئی
آمدنی (البحر الرائق جلد ۵ ص ۳۳ طبع مصر) اگر آپ اس سے زیادہ تفصیل چاہتے ہیں تو

جانب پر مرملی شاہ صاحب کے سینے وہ ایک استغفار کا جواب یوں ارشاد فرماتے ہیں :-

سوال (۲) اگر کارِ مسجد میں صفت پادے، اداس کا اکثر مال دباؤ (مرد) کا ہو تو صفت کو کیا مال؟ (فتاویٰ مصر ص ۲۲۹)

جواب سوال ششم :- کافر نے جو صفت مسجد میں بچھائی ہے اس پر نماز پڑھنی جائز و درست ہے، کیونکہ کافر کا کل مال حلال ہے خواہ برابر سے حاصل کیا ہو یا غیر برابر مثل عبادت وغیرہ سے پیدا کیا ہو انتہائی (فتاویٰ مصر ص ۲۲۹) لیجئے اب توفیق ملے ہی ہو گیا، اس سے زیادہ کیا چاہتے ہیں؟

جہلیم۔ ۱۱۱۱ مِّنَ النَّاسِ مَن يَتَّبِعُ الْآيَاتِ كِتَابِ مَوْلٰی نَعِیْمِ الدِّیْنِ حَسْبُكَ مِّنَ النَّاسِ فَرَمَانِ مِّنَ طَیِّفِ نَفَرِیْنِہِ کہ یہ گروہ بہتر صفات و انسانی کمالات سے ایسا بنا رہی ہے کہ اس کا ذکر کسی وصف و خوبی کے ساتھ نہیں کیا جاتا، ایوں کہا جاتا ہے کہ وہ بھی آدمی میں مشد بہ اس سے معلوم تھا کہ کہ کسی کو بشر کہنے میں اس کے فضائل و کمالات کے انکار کا پہلو نکلتا ہے، اس لیے قرآن پاک میں جا بجا انبیاء کرام (علیہم الصلوٰۃ والسلام) کے بشر کہنے والوں کو کافر فرمایا گیا اور درحقیقت انبیاء (علیہم الصلوٰۃ والسلام) کی شان میں ایسا لفظ اور جملے قدر ادا کفار کا مستور ہے اور تنقید :-

ذکر یہاں لفظ بشر ہے، اور یہ حضرات انبیاء کرام (علیہم الصلوٰۃ والسلام) کا ذکر ہے بلکہ اس مقام پر مِّنَ النَّاسِ کا لفظ ہے، اور اللہ تعالیٰ نے یہاں منافقین کی تردید فرمائی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ مولوی نعیم الدین صاحب نے بنو اپنا گندہ عقیدہ یہاں ٹھونکنے کی لا حاصل کوشش کی ہے اور انہوں نے یہ جو کچھ کہا ہے قرآن و حدیث، اجماع اُمت کے ستر اصول اور عمائد اسلام کے ستر سرخلاف

کہا ہے۔ اؤلا اس لیے کہ بشر و انسان کو حقیر و ذلیل سمجھنا ابلیس لعین کا کام ہے
 نہ کہ کسی مسلمان کا۔ موصوم فرشتوں نے بھی حکم غلطی بشر کو سجدہ کر کے اس کی برتری
 فرقت اور غیبت کا اقرار کیا ہے۔ چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ
 الصلوٰۃ والسلام کو پیدا کیا، تو فرشتوں سے فرمایا کہ میں تجھے والی مٹی اور مٹیوں کے
 گامے سے بشر پیدا کرنے والا ہوں جب میں اس کو بنا چوں اور اپنی طرف سے
 اس میں روح پھونک دوں تو تم اسے سجدہ کرنا، فرشتوں نے بتائیل و قال تمیل حکم
 میں سجدہ کیا مگر ابلیس لعین نے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا۔

قَالَ يَا ابْنِ آدَمَ مَا لَكَ اَلَّا تَسْجُدَ
 مَعَ الْمَلَائِكَةِ ۚ قَالَ لَمْ اَكُنْ
 لَا تَنْجِبُهُ يَبْنَءُ خَلَقْتَ مِنْ صَلَافِ
 مِنْ حَسَاوِءٍ مَشْنُونٍ ۚ قَالَ فَاصْرُفْ
 مِنْهَا قُلُوبَكَ يٰ جِبْرِيلُ ۚ قُلْ اِنَّكَ
 الْمَلَكُ ۚ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامِ ۚ
 (پ ۱۲- الحجہ ۲۰)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ابلیس تجھے کیا ہڑا
 کرتے سجدہ کرنے والی کا ساتھ نہ دیا
 وہ لہجہ میں دغا بنا کر بشر کو سجدہ کرنا
 کرتے کہ نکلتا ہے برے شر سے گامے
 سے پیدا کیا فرمایا تو نکل جا یہاں سے چل
 تو مردود ہے، اور تجھ پر قیامت کے
 دن تک پھٹکا رہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ بشر اور آدمی کو کم صوبے کا سمجھنا ابلیس لعین کا نظریہ
 ہے جس پر قیامت اللہ تعالیٰ کی پھٹکار پڑتی ہے گی اور وہ مردود و طعون
 ٹھہرا ہے گا۔ اور بشر کو اعلیٰ شان کا سمجھنا فرشتوں (اور فرشتہ صفت لوگوں) کا
 کام ہے۔ اس مغفوں کے پیش نظر خاص بشر میں اس کے فضائل و کمالات کے
 انکار کا پہلو دیکھ رہا یا تجسس کر رہا ہے۔ تو وہ ابلیس کے طریقہ کار کا پناہ ہے
 اور اس کو اپنا مقام خود سمجھنا چاہیے کیونکہ

ہم اگر عرض کریں گے تو حکایت ہوگی
 و ثانیاً اللہ تعالیٰ نے اپنی حکم کتاب قرآن کریم کے اندر جو کرامت و معجزہ کے

خواتین حضرت مرد و زن پر و حواں از شرق تا غرب از شمال تا جنوب شب و روز
 پڑھتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اعلان کرنے کا حکم دیا ہے کہ :-
 قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُدْعَىٰ لِيَ الْكُفْرَ أَلَمْ يَكُنْ لِيَ بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ
 (الحق۔ (آلایہ پٹا، کہت ۱۸) اسی نازل کی جاتی ہے۔

یعنی میں بھی بشر ہوں جیسے تم بشر ہو اور تمام لوازمات بشریہ مجھ میں پائے جاتے
 ہیں جیسے تم میں ہیں، اہل میرا اور تمہارا فرق یہ ہے کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل
 کی جاتی ہے، جس کی بدولت میرا نام اور مقام بہت بلند ہو گیا ہے، اگر محاذ اللہ
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شرک کرنے میں توہین کا ادنیٰ سا پہلو بھی نکلا تو پروردگار
 عالم کبھی یہ اعلان نہ کر دیتا، اور قرآن کریم ہمیں اہل کتاب میں پروردگار عالم کی بیست
 کا ذکر نہ کرتا۔ اس سے ثابت ہوا کہ بشر میں توہین اور بے ادبی کا پہلو نکالنا خالص
 ایجاب و بندہ اور اخلاقی پستی کا عبرتناک مظاہرہ ہے، اور دوسرے مقام پر مذکور ہے
 کہ مشرکین مکہ نے تعصب و عناد کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے چند فحش
 نشانات طلب کئے تھے جو حکمت خداوندی کے خلاف تھے، ان کے جواب میں اللہ تعالیٰ
 نے آپ کو یوں ارشاد فرمایا کہ :-

قُلْ مَسْجِدَانِ رَبِّي هَلَكَ خُتْمُ الْأَوَّلِ تَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فِي تَوَنُّبِهِمْ هَلْ مَكْرَهُ
 بَشَرًا مِّثْلُكَ لَا تَخْلُفُ وَفَا تَكُنْ لَكَ (انہی اسرئیل ۱۰) رسول۔

اگر حضرات اختیار کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور علی الخصوص حضرت محمد صلی اللہ
 علیہ وآلہ وسلم کو شرک کرنے میں بے ادبی اور توہین کا ادنیٰ شائبہ تک بھی پایا جاتا ہے تو
 رب العزت آپ کو کبھی یہ اعلان کرنے کا حکم نہ دیتا۔ اب اس صریح اور واضح
 حکم کے بارے میں مسلمان کیا عقیدہ رکھیں اور کیا سمجھیں؟ آیا وہ آپ کو بشر تسلیم کریں
 یا نہ؟ مولوی نعیم الدین صاحب نے جہاں جانا تھا سو وہ تو وہاں پہنچ چکے ہیں، اب ان
 کے حواری ہی یہ لایچل محددہ عمل کر دیں کہ مسلمان کیا عقیدہ رکھیں؟ نشانِ خود آنحضرت

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرات صحابہ کرام سے اپنا منصب بیان کرتے ہوئے یہ فرمایا
 (رُفِعَا اَنَا بَشَرًا وَفُتُكُمَا) (المحدث) (محدثی جلد ۱ و مسند جلد ۱ ص ۳۳) کہ
 میں تو تمہاری طرح کا بشر ہوں اور ایک روایت میں آیا ہے، آپ نے ارشاد فرمایا اللہ
 انما اخاصمہ بشر فی منصب (المحدث) مسند احمد جلد ۲ ص ۳۳۷) اس لیے
 پروردگار میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو بشر ہوں مجھے غفرت بھی آجاتی ہے۔

اور خطبہ کسوف کے موقع پر آپ نے صحابہ کرام سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا
 یا ایہا الناس انما انا بشر و رسول (المحدث) (مزار النکاح ص ۱۵۱) اے لوگو! نہایت
 بات ہے کہ میں تو بشر و رسول ہوں۔ اور ترجمۃ الوداع کے بعد ایک خاص مقام پر حضور
 مرقم پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا :-

الا یا ایہا الناس انما انا بشر	خبردار اے لوگو! نہایت بات ہے کہ میں تو
یومثلکم ان یا تیغی رسول ربی	بشر ہوں قریب ہے کہ میرے پاس
عز وجل طاحیب (المحدث)	میرے رب تعالیٰ کا قاصد (مکالمات)
مسند احمد جلد ۲ ص ۴۹۱ ما لفظ	آجائے اور میں اس کے حکم کی تعمیل کروں۔
لہ واری ص ۳۳۷ مسند احمد جلد ۲ ص ۴۹۱	
مسند الکبریٰ جلد ۱ ص ۱۱۱	

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعدد صحابہ کرام نے جو قریش کے
 خاندان سے تعلق رکھتے تھے، ایک موقع پر آپ کو بشر کیا۔ (مسند جلد ۱ ص ۱۱۱)
 اور جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے بھی آپ کو بشر کیا۔ (مفصل للتدک
 جلد ۱ ص ۱۱۱)

ترجمان القرآن حیر الامت حضرت ابن عباسؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ
 وسلم کی وفات کے بعد ایک خطبہ ارشاد فرمایا جس میں یہ بھی مذکور ہے۔
 ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لا شبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

قد مات واند بشر الحدیث کی وفات ہو چکی ہے کیوں کر بتا لیں آپ
(طرمی ص ۱۱۱) بشر تھے۔

ام الترمذین حضرت عائشہ صدیقہ فراقی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
بشر تھے (کان بشرا من البشر) شامی ترمذی ص ۲۳۰ و ادب المفرد ص ۱۱۱ لا نام بخاری
اور مراد الظہان ص ۱۱۱ میں ان کی روایت یوں ہے۔

قالت ما حکاب الا بشرا من حضرت عائشہ نے لایا کہ تمہیں جناب رسول اللہ
بشر الا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بشر میں سے بشر۔

کیا یہ حضرات صحابہ کرام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بشر کہہ کر بیگناہی ہے
یا معاذ اللہ کافر ہو گئے؟ اور کیا ان حضرات نے آپ کو بشر کہہ کر ادب کا پہلو
محظور رکھا ہے یا القیاد باللہ تو ہیں وہی ادبی کا ارتکاب کیا ہے؟ اور کیا آپ کو بشر
سمجھنا حضرات صحابہ کرام میں بھی رائج تھا یا کفار کا دستبرد تھا؟ اگر آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کو بشر سمجھنے اور کہنے میں ادنیٰ سی توہین اور بے ادبی کا پہلو بھی ٹھکرا یا آپ
کو بشر کہنے کی وجہ سے آپ کے فضائل و کمالات کے انکار کا احتمال اور شائبہ بھی لازم
آتا تو یقیناً کمال ہے کہ حضرات صحابہ کرام اس گستاخی، اس توہین اور اس بے ادبی
کا ہرگز کبھی بھی ارتکاب نہ کرتے، کیونکہ وہ تو آپ کی ادنیٰ ترین گستاخی کرنے
والے کو قابل گردن زنی سمجھتے تھے، و ابغتا تمام عللہ اسلام اور قہار قہر
اس بات پر متفق ہیں کہ سب حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام بشر تھے صحت
اور صریح الفاظ میں اپنی کتابوں میں وہ اس کا بلا خوف تردید اظہار اور اعلان کرتے
ہیں۔ ہم چند حوالے عرض کرتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ جامع الفضل علیٰ بن مرسل اللکھی (الترمذی ص ۱۱۱) لکھتے ہیں کہ ا۔

قد ماتنا انہ صلی اللہ علیہ بلاشبہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ حضرت
وسلم و سائر الانبیاء والصلی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور باقی تمام حضرات

من البشر وان جمعه مظاهر
خالص البشر تجرد عليه من الآفات
والنقصات والآلام والاستقام
وتخرج حاس الحوام ما يبرز على
البشر وهذا جمل ليس بنقيصة
فيه الز
والشفا جلد صلا طبع مصر
انبياء اور دل عليهم الصلاة والسلام بشر تھے
اور آپ کا جسم مبارک اور ظاہر خالص بشری تھا
آپ پر وہ سب کچھ جانکے ہے جو اور انسان
پر ملتی ہو سکتا ہے، مثلاً تکلیف، مصائب
آلام، بیماریاں اور موت کیا الہیہ وغیرہ
اور ان سب ائمہ کی وجہ سے آپ کی شان
میں کوئی کمی اور نقص نہیں آتا۔

یہ عبارت اپنے حوال کے لحاظ سے بالکل مدح اور صاف ہے اس میں کوئی
اشکال نہیں ہے، اسی کے قریب الفاظ میں علامہ محمد بن الدین برکلی الحنفی (المتوفی ۵۸۴ھ)
الشیخ عبدالحق محدث دہلوی الحنفی (المتوفی ۱۰۵۲ھ) کے (و محمد صلی اللہ علیہ
وسلّم و سائر الانبياء من البشر بمصلہ) ملاحظہ ہو طریقہ تحریر صلا طبع مصر
و تکمیل الایمان طبع کنڑی (ک)

امام محمد بن محمد الکندی الحنفی (المتوفی ۸۲۴ھ) لکھتے ہیں کہ:-

ولان النبي عليه السلام بشر
البشر جنس يلقونهم المعرة الامن
اكرمهم الله اه (فادنى بزار جلد ۱)
صلا برعاش عالمگیری طبع مصر
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بشر ہیں اور
اور بشر ایک ایسی جنس ہے جس کو عیب
لاحق ہو سکتا ہے، ان گزری کہ اللہ تعالیٰ
عزت بخش ہے۔

اس عبارت میں بھی تصریح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بشر ہیں۔
یہ الگ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام
کو عصمت کی طہر پائے خلعت سے نوازا ہوتا ہے، اور وہ معصوم سمجھے جاتے ہیں۔
اور علامہ جلال الدین السیوطی (المتوفی ۹۱۱ھ) لکھتے ہیں کہ:-

النبي هو الشان بعينه
نہ وہ انسانی ہے جس کو اللہ تعالیٰ عظمیٰ کی

تعالیٰ الی الخلق لتبلیغ ما اوحی الیہ طرف تبلیغ احکام کی خاطر بعث کرنا ہے۔
(شرح عقائد جلد اول ص ۱۰)

بشر آدمی اور انسان یہ تمام الفاظ ہم معنی اور مترادف ہیں، اور اس عبارت سے واضح ہوا کہ نبی انسان ہوتا ہے۔ محقق اخلاف حافظ ابن الہمام الحنفی کہتے ہیں کہ:

ان النبی انسان بفتح اللہ تحقیق سے نہیں وہ انسان ہے جس کو اللہ تعالیٰ لتبلیغ ما اوحی الیہ وکذا الرسل اپنے نازل کئے ہوئے احکام کی تبلیغ کے لیے بشار خلافتی والمساہد مع المسامہ کرتا ہے، اور اسی کو رسول کہتے ہیں رسول اس جلد ۲ ص ۱۰ طبع مصر) (حافظ سے) دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔

اسی کے قریب الفاظ میں شرح عقائد ص ۱۰۰ علامۃ الشفا ذی (المترقی ۹۲ھ) اور قاصد علی العبدیہ ص ۱۰۰ اور رشیدیہ ص ۱۰۰ وغیرہ عقائد اور علم من علوم کی مستند کتابوں میں اور امام جلیل الدین سیوطی الشافعی (المترقی ۹۱۱ھ) کہتے ہیں کہ:

والاشهر فی معنی الرسول انه رسول کے معنی میں مشہور ہے کہ وہ ایسا انسان اوحی الیہ بشریہ و امر بتبلیغہم فان لم یؤمر فنبی فقط (تمہید الودی ص ۱۰ طبع مصر)

انسان ہوتا ہے جس کی طرف شریعت کی وحی کی جاتی ہے، اور تبلیغ شریع کا امر ہوتا ہے اور اگر کسی تبلیغ شریع کا حکم نہ ہو تو فقط نبی ہوتا ہے۔

یعنی اگر عہدہ شریع اور نئے احکام کی تبلیغ کا حکم ہو تو وہ رسول ہوتا ہے اور اگر عہدہ شریع کی تبلیغ کا حکم نہ ہو بلکہ پہلی شریعت کی تبلیغ کا حکم ہو تو وہ نبی ہوتا ہے۔

امیر جمالی محمد بن اسمعیل (المترقی ۱۱۸۲ھ) کہتے ہیں کہ:-

وفی لسان الشرح عبارة عن انسان اور شریعت کی اصطلاح میں نبی اس انسان کی انزل علیہ شریعة من عند اللہ کہتے ہیں جس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی کے بطریق الوحی فاذا امر بتبلیغہا فلیہ شریعت نازل کی گئی ہو اور جب اسے الی الغیر می وسولا ۱۰

دوسرے لوگوں کی نظر اس شریعت کی تبلیغ کا حکم

(سبل السلام علیہ الصلوٰۃ علیہ وسلم) یگانہ ہو تو اسے رسول کہتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ نبی اور رسول شریعت کی اصطلاح میں اس انسان کو کہتے ہیں جس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی کے ذریعہ شریعت نازل کی گئی ہو اور جب وہ اس کو تبلیغ کرنے کا بھی مامور ہو تو وہ رسول ہے، چونکہ زمین کی خلافت منیبت انسان کے حوالہ کی گئی ہے، اس لیے حکمت کا تقاضا ہی یہ ہے کہ انسانوں کی اصطلاح اور رشد ہدایت کے لیے انسان اور بشر ہی رسول مبعوث ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا مَنَعَكَ النَّاسَ أَنْ يَرْفَعُوا
رُفُوعَهُمْ اللَّهُمَّ الْهَدَىٰ إِلَا أَنْ قَالُوا
أَلَعَلَّ اللَّهَ بُعِثَ رَسُولًا ۖ

اس سے معلوم ہوا کہ کفار اور مشرکین کو ایمان لانے سے ان کا یہ نظریہ مانع رہا کہ
بشر کو رسالت کی ذمہ داری سونپی ہے جس پر انہوں نے صاف الفاظ میں یہ کہا کہ اَلَعَلَّ
اللَّهُ بُعِثَ رَسُولًا کیا اللہ تعالیٰ نے بشر کو رسول بنایا ہے؟ ان لوگوں نے بشر کو
رسول ماننے سے انکار کیا لیکن پھر کہ معبود ٹھہرنے سے نہ شرتے۔ چنانچہ حضرت
علی بن سلطان المعروف بہ علی بن النعمانؓ نے فرمایا: اَلَعَلَّكُمْ

إِنْكَارُ مِنْهُمْ أَنْ يَرْسُلَ اللَّهُ بَشَرًا
وَأَقْرَبُ بَانَ يَصْلَحُ أَنْ يَكُونَ
إِلَا اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ شَرِيعَةً عَلَيْهِمْ صَلَواتُہٗ وَسَلَامُہٗ

اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے یوں ارشاد فرمایا کہ:

قُلْ نُوْحًا نِّبِيًّا أَوْ يُزَيْلُكَ
يَكْفُرُونَ مُطْعَمَيْنِ لَكُنَّا
عَلَيْكُمْ مِنَ السَّمَاءِ مَا كُنَّا تَرَاهِ ۖ

(اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اگر زمین
میں فرشتے چلتے پھرتے اور آسمان سے
ترجمانی پر آسمان سے فرشتہ رسول
جا کر بھیج دیتے۔

(پ ۱۵، صفحہ ۱۱)

یعنی زمین میں چونکہ انسان آباد ہیں تو ان کی اصلاح اور بھلائی کے لیے بشر، آدمی اور انسان ہی کو رسول بنا کر بھیجنا مصلحت کے عین مطابق ہے اگر فرشتے زمین میں بسنے والے ہوتے تو آسمان سے فرشتے اور نہ ہی مخلوق ان کی اصلاح کے لیے مبعوث کی جاتی۔

علامہ محمد بن عابد بن الشامی الحنفی (المتوفی ۱۲۵۲ھ) فرماتے ہیں کہ بشر کی تین قسمیں ہیں خواص جیسے حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور درمیانے قسم کے جیسے حضرات صحابہ کرام وغیرہ اور عوام جن طرح دیگر لوگ۔

(شامی، جلد ۱ ص ۹۷ طبع مصر)

امام محمد بن عمر الزیلعی الشافعی (المتوفی ۶۰۶ھ) لکھتے ہیں کہ:-

كان محمد صلى الله عليه وسلم من البشر وتنبه اليه جميع ملأ طبع مصر
یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بشر تھے۔

حضرت شیخ اکبر بن الدینی، ابن عربی الشافعی (المتوفی ۶۳۸ھ) لکھتے ہیں کہ:-

وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم في وقت
وسئل في كل وقت وهو في
مرتبة الرسالة والخلق انما
انا بشر مثلكم فلو تجسد الموتي
عن معرفة نفسيته۔
جب کہ آپ رسالت اور خلافت الہی کے
بندہ پر پندائے تھے، یہی فرماتے ہیں کہ میں تو
تساوی طرح کا بشر ہوں آپ کے اس بندہ مقام
نے آپ کو اپنی حقیقت کے اعتراف سے

خبریں دیا۔

(فتوحات بکیر جلد ۱ ص ۱۰ طبع مصر)

یعنی باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رسالت و خلافت کا اعلیٰ مقام مرحمت فرمایا ہے، ابیں ہم آپ نے اپنی بشریت کا اعتراف اور صریح الفاظ میں ذکر فرمایا ہے، اور اس سے انکار نہیں کیا۔

حضرت مولانا جلال الدین دہلوی (المتوفی ۶۷۷ھ) نے اپنی فتویٰ میں ایک

حکایت بیان کی ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک چھٹا سا بچہ تھا جو مکان کی چھت پر کھیل رہا تھا اور اس کے ماں باپ بھی کسی کام میں مصروف تھے راجہ سیدنگ سہے ہوں گے) مکان کی چھت پر ایک کھوکھلا سا پتہ تھا جس کے ذریعہ چھت کا پانی کچے میں بہتا تھا، اچانک وہ بچہ اس پتہ میں جا گھسا، پتہ چونکہ گلی کی طرف آگے کو بڑھا ہوا تھا، ماں باپ کو خیال ہوا کہ یہ اتنا مضبوط تو ہے نہیں مبادا یہ پتہ ٹپکتے کے وزن کو برداشت نہ کر سکے اور نیچے گر جائے اور بچہ ہلاک ہو جائے، جب ماں باپ اس کے قریب گئے تاکہ اس کو پتہ سے باہر نکالیں تو وہ تاوان پتہ لاٹھ میں آکر اور اندر گھستا چلا گیا جس سے ہر لمحہ خطرہ بڑھا رہا اور ماں باپ جب اس کو اپنی طرف بلاتے تو وہ اور وہ ہوتا جاتا بالآخر وہ مارکس ہو گئے کہ یہ انٹری اور تاوان پتہ بات نہیں ماننا اور پتہ انٹ گیا تو یہ ہلاک ہو جائے گا کسی دانہ نے جو یہ ماجرا دیکھ رہا تھا، ان کو یہ مشورہ دیا کہ اسی طرکہ کوئی بچہ فوراً غلط سے اور سے آؤ، اور اس کو مکان کی چھت پر بٹھا دو، یہ تھا بچہ جب اس کو دیکھے گا تو بے جا مددہ الجنس پیدل افی الجنس اس سے باز رہے ہو کہ تیار بچہ بھی پتہ سے باہر نکل آئیگا، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور مکان کی چھت پر ہم عمر بچہ کو دیکھ کر وہ بچہ بھی پتہ سے نکل آیا، اس کی جان بھی اور ماں باپ کی پریشانی کا ازالہ ہوا۔ اس واقعہ کو اپنے مخصوص انداز میں بیان کرنے کے بعد مولانا روٹی فرماتے ہیں کہ ۔

زماں بود جنس بشر و غیرال تا بہ جنسیت و ہنداز نامہ

یعنی اسی وجہ سے حضرات اقبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام جنس بشر سے ہیں تاکہ جنسیت کی وجہ سے (مصائب اور غمراہی کے) پتہ سے انکو نکال لائیں اور حقیقت بھی یہی ہے کہ غیر جنس سے فائدہ اٹھانا اور اس کے اسرہ اندر میرے پر چنا خاصا مشکل کام ہے۔

حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی (المتوفی ۱۰۲۴ھ) فرماتے ہیں کہ:-
 اے برادر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جانے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 و سلم ہاں علو شان بشر بود و برآخ سلم باوجود اس جہد شان اور ترکے بشر تھے،
 حدیث و امکان منقسم اور حدیث و امکان کے درجے سے منقسم تھے۔

(مکتوب ۱۴۲ دفتر اول منکالطبع امرتسر)

یعنی نہ تو آپ قدیم اور واجب تھے اور نہ ازل و ادبی تھے بلکہ بشری حادث
 اور ممکن تھے۔ اور دوسرے مقام پر ارشاد فرماتے ہیں کہ:-

لے جینی کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام تو نہیں دیکھا کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام
 باعامہ و نفس انسانیت برابر اند و السلام عام لوگوں کے ساتھ نفس انسانیت
 در حقیقت و ذات ہمدستہ تھا مثل میں برابر ہیں اور حقیقت و ذات کے لحاظ
 باعتبار صفات کاملہ آمدہ است سے سب کے ساتھ متفق ہیں۔

(دفتر اول حصہ چہارم ص ۱۱۲)

اور ایک اور مقام پر لکھتے ہیں کہ:-

آما در بقوت و رسالت و در جلیست ہر حال بقوت اور رسالت میں نبی کے
 مرضی را کہ ملک ہاں در سیدہ است لیے ایک ایسا درجہ ہے جس تک فرشتہ
 و اک در جہ از را و عنقرضا آمدہ است نہیں پہنچ سکتا اور وہ درجہ اصل میں نبی
 کہ مخصوص بہ بشر است سے حاصل ہوتا ہے جو بشر کے ساتھ نہیں

(مکتوبات دفتر اول حصہ چہارم ص ۱۱۲) ہے۔

مشہور صوفی صاحب حال و وجہ غلام بومیشری (المتوفی ۱۰۴۰ھ) فرماتے ہیں:-

فبیحہ العلو فیہ اندہ بشر و اندہ خلیفہ خلق اللہ علیہم
 کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں مبلغ علم یہی ہے کہ آپ
 بشر ہیں اور آپ بلا شک اللہ تعالیٰ کی مادی مخلوق سے بہتر ہیں۔

مصر کے معروف عالم شیخ محمد عبدة (المتوفى ۱۳۲۴ھ) کہتے ہیں کہ :-
 والذین یبیدوا افضل البشر بالاجماع حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام
 وتفسیر من اجلہ مثلاً طبع مصر بالاجماع افضل البشر ہیں۔

علامہ محمد بن عبدالباقی بن یوسف الارناؤفی المالکین (المتوفى ۱۱۲۲ھ) تریانک
 تصریح فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک ناموں میں سے
 ایک نام ہی بشر ہے۔ (زبدۃ فی شرح مرآب جلد ۱ ص ۱۲۴ طبع مصر)

یہ مختصر اور مختوس حوالے منصف مزاج آدمی کے لیے بالکل کافی ہیں، لیکن جن
 اور ہٹ و محرم کے لیے دلائل کا انبار بھی نہ کافی ہے۔ اب مولوی نعیم الدین صاحب
 امدان کے حوالیہ یہ بتائیں کہ یہ جملہ حضرات جو حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام
 کو انسان اور بشر کہتے ہیں کیا یہ مشکل ہیں یا (معاذ اللہ) کافی؟ اور ان صریح عبارات
 کے ہمیش نظر حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بشر کہنا مسلمانوں کا طریقہ
 ثابت ہے یا کفار کا دستور ہے؟ اور کیا یہ اکابر فقہاء کرام علماء اسلام اور صرفیاء
 عظام حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو انسان اور بشر کہہ کر ان کے فضائل
 و کمالات کے منکوب ہوئے ہیں یا ان کے مع خوال ہیں؟ اور کیا حضرات انبیاء کرام
 علیہم الصلوٰۃ والسلام کو انسان اور بشر کہہ کر یہ حضرات ان کی بے ادبی، گستاخی
 اور کبر شان کے مرتکب ہوئے ہیں؟ یا ان کے مناقب کے مقرر ہیں؟ بات بالکل
 صاف ہو گئی لیکن نہ ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ نوع بشر کی اعلیٰ ترین ہستیوں کی
 بدولت ہی کائنات کے غنی مآز آشکارا ہوئے ہیں اور اسی لیے ان کی تعظیم و
 توقیر ایمان کی بنیاد ہے سچ ہے کہ :-

پئے تعظیم لغاتِ انزل بیدار ہوتے ہیں

سیر محفل کوئی جب صاحب المدام آئے

یہ یاد ہے کہ فقہاء کرام کا وہ محتاط طبقہ ہے جو جناب رسول کریم صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولیٰ سے اولیٰ تو ہیں کہ بھی صاف اور صریح الفاظ میں کفر کہتا ہے اور اس کے مترکیب کو قتل گردان زوالی بھٹاتا ہے گریاں ہمہ وہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور علی الخصوص حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو صریح الفاظ میں انسانی اور بشر تسلیم کرتے، اگر اس لفظ میں توہین کا معاذ اللہ کوئی اولیٰ سا احتمال اور شائبہ بھی پایا جائے گا، تو وہ کبھی ایسا نہ کہتا، محض توہین، توہین کی رٹ سے کیا بنتا ہے ؟

چنانچہ امام طاہر بن احمد الحنفیؒ (المتوفی ۵۴۲ھ) لکھتے ہیں کہ:-

وفی المحيط من شتم النبی صلی	مید میں ہے کہ جس شخص نے آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم واہانہ اوعاہ	اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بڑا کیا اور آپ کی توہین
فی احد دینہ اونی شتمہ	کی یا دینی امر میں آپ کا عیب نکالا، یا
وصف من اوصاف ذاتہ سواد	آپ کی ذات یا آپ کے ذاتی اوصاف میں
کان الشاتم مثلاً من اہل	سے کسی صفت میں عیب لگایا علم اس سے
او غیرہا وسواد کان من اہل	کر بڑا کرنے والا آپ کی امت سے ہوا
الحصاب او غیرہ ذمیا کان	غیر ہوا اور علم اس سے کہ ذمہ ہوا عربی
او عربیا سواد کان الشاتم	اور برابر ہے کہ آپ کی بُرائی یا اہانت یا
اللاہوتیہ او العیب صادقاً عنہ	عیب قصداً اس سے سرزد ہوا ہوا سوا
او سوا او غفلۃ او حیث او غفلۃ	یا غفلۃ یا حقیقتہً ہوا بدل گئی سے ہر صفت
فقد کفر غلوفاً بحیث ان تابعہ	میں یہ دوا کی طود پر کفر ہے یا اس حیثیت
تقبل لہجۃ ابدلاً لا عند اللہ	کہ اگر وہ توہین بھی کرے تو اس کی توہین بھی
ولا عند الناس وحکمہ فی	قبول نہ ہوگی ذمہ اللہ اور نہ عند ان سے غفلت
الشریعۃ المطہرۃ عند متاخری	مطہروں میں اس کا حکم متاخرین مجتہدین کے اتفاق
الجمہدین اجلاً وعند المتقدمین	سے اور متقدمین کے نزدیک بھی یہ ہے کہ اگر کسی نصیاً

القتل قطعاً ولا يد اهن السلطان
وفاشبه في حكم قتله اھ
قتل کیا جائے، اور بادشاہ اور اس کا نائب
اس کے قتل میں قطعاً گنہگار نہ ہوتا
ذکر ہے۔ (خلاصۃ الفتاویٰ جلد ۳ صفحہ ۳۷)

۱۔ فقہاء کرام کا یہ فیصلہ بھی اچھی طرح ملاحظہ کیجئے، اور پھر یہ بھی دیکھئے کہ وہ
کس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو انسان اور بشر کہتے ہیں، اگر اس لفظ میں
ترہین وجہ اہل کا ادنیٰ سا شائبہ بھی ہوتا تو وہ ہرگز آپ کو بشر نہ کہتے بلکہ بشر
کہنے والوں کے خلاف اور نہ سنی توفیقی ہی صادق فرماتے، جب ایسا نہیں تو کوئی
اس کو تسلیم کرنے کے لیے تیار ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام
کو بشر کہنے میں ان کے فضائل و کمالات کے انکار کا پہلو نکلتا ہے، یا یہ لفظ
ابھی وعدہ اللہ کا دستور ہے، معاذ اللہ۔ وغاشا۔ فقہاء کرام اور علمائے
ملت ہتے اس کی مزاحمت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بشر
ہونے کا قرار دینا عقیدہ منہادیانوں میں سے ہے اگر کوئی شخص آپ کے بشر ہونے کو انکار
کرے یا محض لاطمی کا اعتبار بھی کرے تب بھی وہ کفر ہے کہ اس نے ایک بنیادی عقیدہ کو مسلم نہیں کیا۔
چنانچہ فرقہ حنفی کی معتبر ائمہ شیعہ کا اہل میں سے ہے کہ۔

ومن قال لا ادعی ان النبی
صلی اللہ علیہ وسلم کان
النیا الوجہنا یکفد فیصلہ علامہ رحمۃ اللہ
جو شخص یہ کہے کہ میں نہیں جانتا کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم ان ہی تھے یا جن تھے
شخص کافر ہے۔
بلجہ ہندوستانی مالگیری جلد ۱ صفحہ ۲۱۷

یعنی اس لیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشریت کا اقرار ایک
بنیادی عقیدہ ہے اور وہ شخص اس سے بے خبر ہے۔ علامہ رزاقی المالکی (دہلی)
عبد الباقی (الترغی ۱۲۲ھ) شرح مواہب میں کہتے ہیں کہ۔

فان قلت هل العلم بعقیدہ
ہیں مگر تو کہے کہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ

صلی اللہ علیہ وسلم بشرًا ومن
العرب شرط فی عصۃ الایمان او
من فروع الکفایۃ علی الایرون
مثلاً فلا علم احد ہما وکدۃ المیز
ذالک سقط طلب عن الآخر لاجاب
الشیخ ولی الدین احمد بن عبد اللہ
العراقی الحافظ ابن الحافظ انہ
شرط فی عصۃ الایمان فلو قال
شخص اومن برسالۃ محمد
صلی اللہ علیہ وسلم الایجمع
المخلق ولا یکن لا ادری هل هو
من البشر
الملائکۃ اومن الجن اولا ادری
هو من العرب او الیجمع فلا شک
فی کفرہ لتکذیبہ القرآن لعقلہ
تعالیٰ هو الذی بعث فی الاممیین
رسلاً منهم وقال تعالیٰ فلا حول
لکرم انی ملک وجحدہ ما تلعبہ
قرون الاسلام خلقتا عن سلط
وصار معلوما بالضروریۃ عند
الخاص والعام ولا اطلع فی ذلک خلقت
الزفر فی جہ صریح شریح وایب علی صر

والکہ وکم کے بشر اہل عرب میں سے ہونے
کا علم صحیح ایمان کے لیے شرط ہے یا وہ فخر کفایہ
ہے کہ ان باپ میں سے ایک کے تین زوائے بچے
کو اس کی تعلیم دے دی تو اس کی طلب دوسرے
سے ماضی ہر جائیگی اس کا جو شیخ ولی الدین
احمد بن عبد اللہ بن العزاق الحافظ ابن الحافظ نے دیکھا
صحت ایمان کے لیے یہ شرط ہے پس اگر کسی شخص
نے یہ کہا کہ میری بات پر ایمان رکھنا ہوں کہ آخرت
صلی اللہ علیہ وسلم قدم خلق کی طرف سے گئے
ہیں، لیکن میں یہ نہیں جانتا کہ آپ بشر تھے؟
یا فرشتے؟ یا جتنی؟ یا یہ کہا کہ میں نہیں جانتا کہ
آپ عربی تھے یا نہیں؟ تو اس شخص کے کفر کی کوئی
شک نہیں ہے، کیونکہ اس نے قرآن کی کلمہ یہ
کہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرامی ہے کہ خدا
تعالیٰ کی وہ ذات ہے جس کے امیر میں ہی
ہی میں سے رسول بھیجا اور نیز فرمایا کہ تو کہہ
کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میں فرشتہ ہوں اور
اس نے اس چیز کا بھی انکار کیا جو اسلامی اور
میں صحت و خلقت سے تو اس سے علی آئی ہے، اور
جو چیز غلام و خراس کے اہل بالید ہوتے معلوم ہے
اور مجھے اس میں کسی کا کوئی اختلاف
معلوم نہیں ہے۔

اور علامہ سید محمد آروسی الحنفی (المؤلف ۱۲۷۷ھ) لکھتے ہیں کہ:-

وقد سئل الشيخ ولي الدين
العراقي هل العلم بكونه صلى
الله عليه وسلم بشراً ومن العروب
شروط في صحة الايمان او من الغرر
الحقائبة فاجاب بانه شرط في
صحة الايمان ثم قال قل قال
شخص او من يرسله محمد
صلى الله عليه وسلم الى جميع
الخلق ليعلم لا ادرى هل هو من
البشر او من الملائكة او من الجن لا
ادرى هل هو من العرب او الاجم
فلما شك في كنهه لتكذيبه القرآن
وجحد ما تعلقوا بقرون التسليم
خلفاء من سلف وصار معلوماً
بالضرورة عند الخاص والعام
ولا اظهر في ذلك خلافاً فلو كان
غيباً لا يسهل ذلك وجب
تسليمه اياه فان حجة بعد
ذلك حكمت بكفره -

(تفسير روح المعاني

ج ۴ ص ۱۷ طبع مصر)

شیخ ولی الدین عراقی سے سوال کیا گیا کہ کیا یہ
جانتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بشر اور
عربی ہیں صحت ایمان کے لیے شرط ہے یا یہ
فرق کنایہ ہے تو انہوں نے اس کا جواب دیا
کہ یہ صحت ایمان کے لیے شرط ہے اور اگر
کسی شخص نے یہ کہا کہ میں حضرت محمد صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کو تمام مخلوق کے
لیے جانتا ہوں لیکن میں یہ نہیں جانتا کہ
آپ بشر تھے؟ یا فرشتہ؟ یا جی؟ یا یہ
کہا کہ میں نہیں جانتا کہ آپ عربی تھے یا
تو اس شخص کے کفر میں کوئی شک نہیں کیونکہ
اس نے قرآن پاک کی تکذیب کی ہے اور اس
چیز کا انکار کیا ہے، جس کی صحت و سحت
تمام قرون اسلام میں متقی بالقبول کرتے تھے
اور جو چیز خاص و عام کے نزدیک بالذات
معلوم ہو چکی ہے اور میں اس میں کسی قسم کا
کوئی اختلاف نہیں جانتا پس اگر کوئی شخص
خفی ہے جو اس کو نہیں جانتا، تو اس کو اس
کی تعلیم دینا واجب ہے، اگر تعلیم کے بعد بھی
وہ اس کا انکار کرے، تو ہم اس کے کفر کا
حکم دیں گے۔

اور اسی کے قریب مغربی ہے، علامہ صوفی عمر بن احمد طبرانیؒ کا ملاحظہ ہو عسیدۃ الشہدۃ شرح القصیدۃ البیروتیۃ ص ۷۸ طبع استنبول المطبعۃ الدارانیۃ جو ۵ ص ۱۲ میں بھی مجھ اس کا ذکر ہے، غرض ایسے کہ کس وضاحت سے یہ اکابر علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشریت اور آپ کے عربی ہونے سے جہالت کو کفر قرار دیتے ہیں کیونکہ یہ بنیادی عقیدہ ہے، مگر مولوی نعیم الدین صاحب اور ان کی پارٹی حضرات بنیاداً کرم علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بشریت کے اقرار کو کفار کا دستور بتاتے ہیں (معاذ اللہ) ۷۰

یہیں تفاوت راہ است از کہا تا کہا

و سائبراً: انسان، آدمی، اور بشر کا مانع خالی اور مٹی سے ہے جیسا کہ قرآن کریم کے حوالہ سے پہلے گذر چکا ہے اور مٹی ہی سے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی خلقت اور پیدائش ہوئی ہے، اس میں شک و شبہ کی مطلقاً کوئی گنجائش نہیں ہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خلقت بھی مادہ کے لحاظ سے مٹی سے ہوئی ہے چنانچہ محدث کبیر امام البرہان محمد بن ادریس الشامی الحافظ الکبیر (المتوفی ۲۴۰ھ) فرماتے ہیں کہ:-

ما نجد لابی بحدود فضیلة	ہم حضرت البرکۃ اور حضرت عمرؓ کی اس
مثل هذه الفضيلة لان طينتهما	جیسے اور کوئی فضیلت نہیں پاتے کہ ان کا
من طينة رسول الله صلى الله	وہ اس مٹی سے بندھے جس مٹی سے جناب
عليه وسلته ومختصة ذكوة الطينتين	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو
لعباد العباد شعرائی من طين معصی	مسعود تیار ہوا ہے۔

احادیث میں آئے ہیں کہ جہاں کی مٹی اور خمیر ہوا ہے مرنے کے بعد انہماں اسی مقام پر پہنچا دیا جاتا ہے، اور قرآن کے ساتھ ثابت ہے کہ تینوں جگہ

روضہ اقدس کے افدہ پہلو پہ پہلو قبروں میں تشریف فرما ہیں حضرت توحید علیؑ
القادی الحنفیؒ کہتے ہیں کہ :-

رحی ابن الجوزی فی الوفاة من	اہم ایہ الجوزی نے کتاب الوفا میں حضرت
کعب التہارنہ تعالیٰ لما اودان	کعب اہا شے روایت کی ہے کہ جب
یخلق محمدًا صلی اللہ علیہ	اللہ تعالیٰ نے یہ ارادہ فرمایا کہ وہ حضرت
وسلہ امیر حبشہ علیہ الصلوٰۃ	محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کئے تو اس
والمستلام ان یحییٰہ بالطینۃ	نے حضرت جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو
البیضاء ذہب فی ملاء من	حکم دیا کہ وہ سفید مٹی سے کئے اچانچ وہ
ملائکۃ الفردوس وقبض قبضۃ	فردوس کے فرشتوں کی جماعت میں تھے
من موضع قبم بیضاویۃ	اور آپ کی قبر مبارک کی جگہ سے سفید اود
فجنت بہاء التینیم اہ	رخشنہ مٹی کی ایک سخی بھر لی سورہ مٹی
(شرح الشفاہ ۲ ص ۱۲ طبع مصر)	تینیم کے پانی سے گرنی گئی۔

اور پھر اسی مقام مبارک میں جو جاسے اور محمد اہل اسلام کے عقیدہ کے
کرافق عرش آگہی سے بھی افضل ہے) آپ بعد از وفات دفن کیے گئے اور اسی
مقام میں حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کو دفن ہونے کا لازوال شرف حاصل ہوا۔
بیہقی وقت حضرت قاضی شام اللہ صاحب پانی پتی الحنفیؒ والمتوفی
۱۳۲۵ھ) کہتے ہیں کہ :-

مسئلہ :- ممکن ہے کہ بعض اولیاء بعض انبیاء و کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام
کی باقی مٹی سے پیدا ہوئے ہوں، نیز یہ کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی
بائی مٹی سے بنے ہوں۔ انتہی (ارشاد الطاہرین ص ۱۲) دوسروں کی کہ بت ہی
چھوٹی ہے خود بریلوی فرقہ کے قائد اور روح رواں مولوی احمد رضا خاں صاحب
کو بھی اس کا اقرار ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجود مبارک مٹی سے

بنا، اور آپ بشر ہیں۔ چنانچہ وہ ایک مقام پر علامہ خطیب بغدادیؒ کی کتاب المتفق والمفترق کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے طریق سے ایک روایت نقل کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں ابو جبرہؓ و عمروؓ ایک مٹی سے بنے، اسی میں دفن ہوں گے (السنة الانبياء ص ۱۷۸)۔
اس حدیث کا تذکرہ قاضی خاں اللہ صاحب پانی پتیؒ نے بھی کیا ہے (ملاحظہ ہو ارشاد الطالبین ص ۱۸۸) اور خاں صاحب نے حاشیہ پر اس پر فائدہ یوں لکھا ہے کہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم اقدس جس خاک پاک سے بنا صدیق و فاروق اسی مٹی سے بنے۔

اور خاں صاحب بریلوی دوسرے مقام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں لکھتے ہیں کہ وہ بشر ہیں مگر عالم علوی سے لاکھ درجہ اشراف اور جسم انسانی نہ تھے، مگر ادراج و ملائکہ سے ہزار درجہ الطہ و خود فرط تھے جس سے کشتکدہ میں تم جیسا نہیں دیکھ سکتے، لیکن کھنیکم میں تمہاری میشت پڑیں دیکھو ایضہ مشہور تم میں کون مجھ جیسا ہے۔ آخر علامہ خاں خاںؒ کا ارشاد سنا کہ حضور کا بشر ہونا نہ بدخشندہ ہونے کے سبب نہیں (ہر نفی القی ص ۱۸۸) اور یہی خاں صاحب ایک اور مقام پر لکھتے ہیں کہ :-

جس طرح اجماع اہل سنت ہے کہ بشر میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سوا کوئی معصوم نہیں جو دوسرے کو معصوم ماننے اہل سنت سے خارج ہے۔ (دوام العیش فی ان الائمة من قریش طبع حسن بریل ۱۳۲۹ھ ملاحظہ فرمائیے) یہ تمام عبارات بالکل واضح اور روشن ہیں، اہل میں کوئی اشکال نہیں ہے۔

۱۔ علامہ خاں خاں کے الفاظ یہ ہیں، مگر وہ بشر لاینا فیہ حکما تو ہم الف (انیم الریاض جلد ۲ ص ۲۸۸ طبع معص) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بشر ہونا نہ ہونے کے سبب نہیں جیسا کہ وہ لکھا گیا۔

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بشر ہیں اور جسم انسانی رکھتے ہیں اور مٹی سے پیوستہ ہیں
ہیں اور تمام حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام بشر تھے۔ مشہور بریلوی عالم حکیم
مولوی ابوالحسنات سید محمد احمد صاحب سابق خطیب جامع وزیر خاں لاہور کہتے ہیں۔
سوال ۱۔ نبی کون ہے، وہ کس لیے دنیا میں آتا ہے۔

جواب ۱۔ نبی وہ بشر ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت کے لیے آئے۔
اور احکام الہیہ اس پر خدا کی طرف سے بتدیوہ دی آتے ہوں۔
سوال ۲۔ جس قدر انبیاء گئے، یہ سب بشر تھے، یا کچھ اور بھی؟
جواب ۲۔ انبیاء سب بشر تھے۔

روحانی سلسلہ دینیات حصہ اول یعنی العقائد مطالعہ
مطبوعہ شعبہ اشاعت مسکنی انجمن حزب لائحات لاہور
اس عبارت میں اس کی تصریح موجود ہے کہ سب حضرات انبیاء کرام علیہم
الصلوٰۃ والسلام بشر تھے کسی اور نوع سے نہ تھے۔

جناب پیر مراد علی شاہ صاحب گڑھی سے کسی نے سوال کیا کہ مفسرین
کرام نے لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا گیا تو اس اثر کے زائل
کے سلسلہ میں معوذتین کا نزول ہوا۔ سوال یہ ہے کہ آپ پر جادو کا اثر کیا معنی رکھتا
ہے؟ یہ تو بظاہر شان نبوت کے خلاف ہے (محصلاً) اس کا جواب پیر صاحب
نے یوں دیا ہے ۱۔

الجواب ہوا الصواب ۱۔ واقعہ صحوریت ذات بابرکات جناب سرور کائنات
صلی اللہ علیہ وسلم صحیح و درست ہے، اور معوذتین کا شان نزول بھی باتفاق مفسرین
یہی واقعہ معلوم ہوتا ہے، چنانچہ اس بارہ میں بکثرت احادیث مروی ہیں مگر
اس واقعہ کے وقوع سے کوئی خدشہ و اعتراض نہیں وارد ہوتا ہے، کیونکہ جیسے
اور لوگ انابت بشریہ مثلاً کھانا پینا، سونا، مریض ہونا، منی حیث الانسانیات ذات

مبارک کے ساتھ لگا ہوا تھا، اسی طرح اثر کھر کا بھی من حیث البشر ہے نہ من حیث البتۃ اھ۔

(فتاویٰ مصریہ جلد اول، مطابع سول اینڈ ملری پریس صدر داولہ پٹنہ) اور اسی فتویٰ میں آگے چل کر لکھتے ہیں کہ :-

اھ اگر مقابلہ من حیث البتۃ نہ ہو تو پھر غی کو تکلیف دینا پہنچ جاتی کوئی مستبعد امر نہیں ہے۔ بلکہ یہ خاصۃ بشریت ہے جیسے اور لوازمات بشریت غی متبر نہیں ہوتا ویسے ہی دنیاوی تکالیف و مصائب بھی پاک نہیں ہو سکتے ہیں (ملاحظہ فرمائیے) مفتی احمد یار خاں صاحب بدایونی غم گجراتی لکھتے ہیں :-

نہی جنس بشر میں آتے ہیں اور انسان ہی ہوتے ہیں، چن یا فرستہ نہیں ہوتے اھ (جہاد الحق ص ۱۹۴) دوسروں کا توفیق ہی چھوٹیئے مولوی نعیم الدین صاحب اپنے استاد و خان صاحب بریلوی اور ان کے دیگر ہم مشرب اھ ہم مسک لوگوں کے بارے میں جن کے کچھ حوالے ہم نے عرض کیے ہیں، کیا فتویٰ دیتے ہیں؟ کیا یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور باقی حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ و السلام کو بشر کہنے کی وجہ سے کافر ہیں؟ اور کیا انہوں نے بشر کہہ کر آپ کے فضائل و کمالات کا انکار کیا ہے؟ اور کیا سبے ادبی کر کے کفار کے دستور میں داخل ہو گئے ہیں؟ دوسروں کی تکفیر کرنے والے ذرا اپنا چہرہ بشرہ بھی دیکھ لیں کہ کہیں بزعلم شاپہ گناہ تمنا سے ہاں بھی نہ ہوتا ہو سچ ہے کہ :-

ایں گناہیت کہ وہ شہر شامیز کنند

و سائے اور لوگوں کا معاملہ ہی ترک کیجئے کیئے خود مولوی نعیم الدین صاحب نے لکھا کہ یہ چند حوالے ان کے بھی ملاحظہ کر لیجئے، وہ اسی اپنی تفسیر میں ایک مقام پر لکھتے ہیں :-

”اس امت میں بھی بہت سے بہ نصیب سید انبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم کی بشریت کا انکار کرتے اور قرآن و حدیث کے منکس ہیں ۱۰ انتہی ص ۲۲۴
 ۱۱۔ اب ال کے کسی کرم فرما صحیح نے جب دیکھا کہ اس عبارت سے تو جھوٹ
 بریلویت پیونہ زمین ہو جائیگی، تو الگ شنفہ چھاپ کر اس کی یوں اصلاح
 کی کہ :-

۱۲۔ اس اصمت میں بہت سے بد نصیب سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم
 کو بشر کہتے اور ہمہری کا خیال غاصد رکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں گمراہی سکائے؛
 انتہی -

مولوی نعیم الدین صاحب کی عبارت کی رد سے بریلویوں کا وہ خالی
 طبقہ بد نصیب بن گیا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کا انکار کئے
 قرآن و حدیث کا منکس ہے، اور کرم فرما صحیح کی عبارت کے ہمیشہ نظر حضرات
 صحابہ کرامؓ سے لے کر بشمولیت ختماء عظام و صوفیاء کرامؓ اور غرور خان صاحب
 بریلوی، اہل ان کے ہم مشرب لوگ بھی بد نصیب قرار پاتے ہیں جو آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کا کھلے غفلوں میں اقرار کرتے ہیں، یہ فیصلہ اب
 حضرات بریلویں پسے کہ وہ کس گروہ کو بد نصیبی کی سند عطا کرنا ہے ۔
 من نکریم کہ این کن کن کن
 مصلحت بین و کار آسانی کن

بہر حال اصل عبارت اور تصحیح شدہ عبارت کے ہمیشہ نظر ایک گروہ
 ضرور اور لامحالہ بد نصیب ہے لاشک فیہ ہرچ شک اگر کافر گروہ۔
 مولوی نعیم الدین صاحب کی چند عبارتیں اور ملاحظہ ہوں، جن سے آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اسی طرح دیگر حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام
 کی بشریت واضح ہوتی ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ بعض عبارتوں میں مولوی صاحب
 کے ذہن کی عدم صفائی اور ناہمواری بھی آشکارا ہو جاتی ہے، اور یوں محسوس ہوتا

ہے کہ نقشے میں سرشار کوئی مہر و شعلہ ہے جو بے تحیاں ڈانک رہا ہے بیچارہ
ان کی چند عبارتیں بعیدہ عن عرف باحوال ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم قریشی جن کے حسب نسب کو تم خوب پہانتے
ہو کہ تم میں سے کسی عالی نسب ہیں، اور تم ان کے صدق و امانت و زہد و تقویٰ و طہارت
و تقدس اور اخلاق حمیدہ کو بھی خوب جانتے ہو اور (حاشیہ قرآن مت ۱۲ و ۱۳) اگر
آپ خود ہوتے تو عربی و قریشی اور حسب و نسب کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

۲۔ کنہ نے پہلے قریش کا رسول ہونا قابل تعجب و انکار قرار دیا اور پھر جب حضور
کے معجزات دیکھے اور یقین ہوا کہ بشر کے مقدس سے بالاتر ہیں تو آپ کو ساحر
بتایا، ان کا یہ دعویٰ کہ کذب و باطل ہے مگر اس میں بھی حضور کے کمال اور اپنے
عجز کا اعتراف پایا جاتا ہے۔ (حاشیہ قرآن مت ۳ و ۴)

۳۔ اور خواص بشر یعنی انبیاء علیہم السلام خواص ملائکہ سے افضل ہیں اور مصطفیٰ
بشر خواص ملائکہ سے حدیث شریف میں ہے کہ مومن اللہ کے نزدیک ملائکہ سے
زیادہ کرامت رکھتا ہے، وجہ یہ ہے کہ فرشتے طاعت پر مجبور ہیں، یہی ان کی
سرشت ہے، ان میں عقل ہے، شہوت نہیں اور بہائم میں شہوت ہے عقل
نہیں اور آدمی شہوت و عقل کا جامع ہے تو جس نے عقل کو شہوت پر غالب کیا
وہ ملائکہ سے افضل ہے، اور جس نے شہوت کو عقل پر غالب کیا وہ بہائم سے
بتر ہے انتہی۔ (حاشیہ قرآن مت ۱۱ و ۱۲)

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس کا ذکر فرمایا ہے کہ جب حضرات انبیاء کرام
علیہم السلام و الصلوٰۃ والسلام اپنی اپنی قوم کے پاس بلسلہ تبلیغ پہنچے اور حق کی بات
انہیں سنائی تو کافروں نے کہا کہ تم ہمارے جیسے آدمی اور بشر ہو تم ہمیں ان کی
پرواہ سے روکنا چاہتے ہو جن کو ہمارے باپ دادا پوجتے تھے، اب تم ہمارے
پاس کوئی مددگار مندلاؤ، اس کے جواب میں :-

قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ إِنَّا نَعْنُ
إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَمُنُّ
عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ مِمَّنْ يَدْرِي ۖ (برہان ۲۲)
اُن کے رسولوں نے ان سے کہا ہم ہیں تو
تمہاری طرح انسان مگر اللہ اپنے بندوں میں
جس پر چاہے ایمان فرماتا ہے۔

یہ ترجمہ خاں صاحب بریلوی کا ہے، اس کے ماضیہ پر مولوی نعیم الدین صاحب
لکھتے ہیں :-

④ اچھا میں مانوں کہ ہم واقعی انسان ہیں مثلاً اور نبوت و رسالت کے
ساتھ برگزیدہ کرتا ہے، اور اس منصب عظیم کے ساتھ مشرف فرماتا ہے (ص ۱۳)
اس عبارت میں ان کے ذہن کی ناہمواری دیکھنے کو نہ تو مانتے ہیں نہ انکار
کرتے بقول کے نہ لگتے ہیں نہ لگتے ہیں۔

⑤ (ایک لہجہ عبارت کے آخر میں) تو کسی امتی کو دلائل نہیں کہ وہ حضور علیہ
الصلوٰۃ والسلام سے ماٹ کر ہونے کا دعویٰ کرے یہ بھی غور فرمنا چاہیے کہ آپ کی
بشریت بھی سب سے اعلیٰ ہے ہماری بشریت کو اس سے کچھ بھی نسبت نہیں۔
(ص ۱۱ و ۱۲)

یہ جو کچھ کہا ہے بالکل بجا اور درست ہے لیکن اس میں آنحضرت صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشریت بھی تو تسلیم کی گئی ہے، اور اس قائمہ کی ابتداء میں
یہ لکھتے ہیں کہ :-

(جس میں اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَالْآیۃ کی تفسیر کی گئی ہے) ظاہر میں
کہ میں دیکھا بھی جاتا ہوں، میری بات بھی سچی جاتی ہے اور میرے تمہارے درمیان
میں بظاہر کوئی جنسی مخالفت بھی نہیں ہے تو تمہارا یہ کہنا کیسے صحیح ہو سکتا ہے
کہ میری بات نہ تمہارے دل تک پہنچے نہ تمہارے سینے میں آئے، اور میرے
تمہارے درمیان کوئی روک چھو بھائے میرے کوئی غیر جنسی یا فحشہ آواز کہ
کہہ سکتے تھے کہ نہ وہ ہمارے دیکھنے میں آتیں نہ ان کی بات سینے میں آئے،

نہ ہم ان کے کلام کو سمجھ سکیں، ہمارے الہ کے درمیان تو جنسی مخالفت ہی بڑی
روک ہے لیکن یہاں تو ایسا نہیں ہے (۱۹ منہ)

پہلے تو حضرت انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو دلی زبان سے واقعی انسان
تسلیم کیا تھا، لیکن یہاں ظاہر اور باطن کا لفظ بول کر پہنے بدعتیہ کی وجہ سے پہنے
یہ چہرہ دروازہ کی گنجائش فراہم کر رہے ہیں لیکن ساتھ ہی ساتھ، آپ کی بشریت
کے اقرار سے متاثر بھی نہیں پائے عجیب شخصے میں اُلجھے ہوئے ہیں کہ نہ جلتے
بائبل نہ پائے رفیق۔

⑥ مولوی نعیم الدین صاحب نے عقائد پر ایک چھٹا سا رسالہ لکھا ہے جس
کا نام ہے کتاب العقائد (سپلا حشر) پہلے ان کی زندگی میں ہندوستان میں طبع ہوا
تھا، اور اب لاہور میں دوبارہ طبع ہوا ہے۔ نوری کتب خانہ بازار داتا صاحب
لاہور اور ہفت روزہ سوار عظم لاہور۔ اس رسالہ کے صفحہ پر یہ شری قائم کی ہے۔
نبوت کا بیان اور اس کے نیچے یہ لکھا ہے:-

اللہ تعالیٰ نے خلق کی رہنمائی کے لیے جن پاک بندوں کو اپنے احکام پہنچانے
کے واسطے بھیجا ان کو نبی کہتے ہیں، انبیاء بشر ہیں جن کے پاس اللہ تعالیٰ
کی طرف سے وحی آتی ہے الخ

اب نوری کتب خانہ کے غازیوں نے بجائے بشر کے لہر کا لفظ لکھ دیا ہے
اور اس بددیانتی سے وہ اپنا باطل عقیدہ محفوظ رکھنے کا ارادہ رکھتے بیٹھے ہیں
لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ اور اسی کتاب کے صفحہ پر ہے۔

سوال :- کیا جن اور فرشتے بھی نبی ہوتے ہیں؟

جواب :- نہیں جنی صرف انسانوں میں ہوتے ہیں، اور ان میں بھی فقط مرد

کئی عورت بھی نہیں ہوتی، انتہی

ان صریح عبارات سے معلوم ہوا کہ تمام حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ

والسلام، انسان، آدمی اور بشر تھے، اور علی انحصار میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور مولوی نعیم الدین صاحب غور اپنے فتویٰ کے دوسے کافر بھی ہیں اور جلاوطن و گستاخ بھی اور حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بشر کہہ کر ان کے فضائل و کمالات کا انکار بھی کرتے ہیں اور کفار کے دستور کی ہمنوائی بھی کرتے ہیں، سوچئے کہ جو شخص اپنے قائم کردہ فتویٰ کی دوسے کافر قرار پائے اس کے کفر میں کیا شک ہو سکتا ہے؟ دیکھا آپ نے کہ حق اور اہل حق کے ساتھ اختلاف کیا رنگ لایا؟ اور بتول شخصے سے

اُجھا ہے پاؤں یا رکاز لعنتِ دراز میں
لو خود ہی اپنے دامن میں صیت را گیا

مولوی نعیم الدین صاحب کی عبادت میں باقی باتیں تو بفضلہ تعالیٰ محسوس حوالوں سے بالکل صاف ہو چکی ہیں، اب ایک بات باقی رہتی ہے، وہ یہ کہ وہ کہتے ہیں :-

”اس لیے قرآن پاک میں جا بجا انبیاء کرام کے بشر کہنے والی کافر فرمایا گیا :-
جا بجا کا قعہ ہی چھوٹے قرآن پاک میں ایک ہی ایسا مقام ہے جس میں یہ حکم موجود ہو کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بشر کہنے والا کافر ہے، اس کا بیج نہ ہو، یہ حکم صاف اور صریح ہو۔ اس سے بڑھ کر قرآن کریم پر خالص بستان، صریح افتراء اور سفید جھوٹ اور کیا ہو سکتا ہے کہ ایک خالص کافرانہ اور مشرکانہ عقیدہ کو قرآن کریم کا عقیدہ بتلوا جائے، اور عوام الناس کو یہ مغالطہ دیا جائے کہ یہ حکم قرآن پاک میں جا بجا موجود ہے نعوذ باللہ من سوء الفہم یہودی بھی تحریر میں بڑے مشاقق تھے لیکن مولوی نعیم الدین صاحب اور ان کی جماعت تو یہود کو بھی اس میدان میں مات کو گئی ہے مولوی نعیم الدین صاحب اور ان کی جماعت کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ حضرت روح علیہ الصلوٰۃ والسلام

سے لے کر سیدہ الرسل امام الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بشریت کا انکار کافروں اور مشرکوں نے کیا تھا تفصیل تو نور و بشر کے رسالہ میں ہوگی ، وانشاء اللہ اس مقام پر صرف ایک قرآنی حوالہ دیا جائے کہ یہ (ترجمہ خان صاحب بریلوی کا ہے) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اَلَمْ يَأْتِكُمْ نَبُوءُ الَّذِيْنَ كَفَرْنَا مِنْ قَبْلُ هَٰذَا اَوْ اَنَّا بَالِ اَمْرِهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانَتْ تَاْتِيهِمْ سُلُطٰنٌ مِّنَّا فَكَاذِبُوْنَ اَلَيْسَ لَهُمْ مَكْتَبٌ ۙ وَلَوْ كُنْ اَوْ اَسْتَغْنٰی ۙ اللّٰهُ وَمَا لَ اللّٰهِ مِنْ حِفْظٍ خَاسِرٍ ۝

کیا تمہیں ان کی خبر نہ آئی جنہوں نے تم سے پہلے کفر کیا اور اپنے کام کا وبال کھینچا ، اور ان کے لیے وہ ناک خدایاں ، یہ اس لیے کہ ان کے پاس ان کے رسول روشن دلیلیں لاتے ، تو لوہے کی آری ہیں ، وہ بتائیں گے کہ کافر ہوئے ، اور پھر گئے ، اور اللہ تعالیٰ نے سبے نیازی کا کام فرمایا ، اور اللہ سبے نیاز ہے سب غریب سراپا۔

(پ ۲۸ - النعین - ۱)

اس مضمون سے معلوم ہوا کہ جتنے کافر نزول قرآن سے پہلے گزرے ہیں ، ان سب نے حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بشریت کا انکار کیا ہے ، اور تعبیر یہ کہنا کہ کیا بشر ہماری رہنمائی کریں گے ؟ تو وہ کافر ہو گئے فَكَاذِبُوْنَ اَلَيْسَ لَهُمْ مَكْتَبٌ ۙ وَلَوْ كُنْ اَوْ اَسْتَغْنٰی ۙ اس جملہ سے معلوم ہوا کہ ان مشکوک کے کفر کا ایک سبب حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بشریت کا انکار بھی تھا ، قرآن پاک تو حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بشریت کے مشکوک کو کافر کہتا ہے لیکن مولوی نعیم الدین صاحب کہتے ہیں کہ قرآن پاک میں جابجا انبیاء کرام کو بشر کہنے والوں کو کافر فرمایا گیا ، اس کو کہتے ہیں اگلی گنگا ، اور بجائے اس کے کہ وہ اپنے باطل ، مشرکانہ اور کافرانہ محیہ کو درست کرتے اَلَا قرآن پاک کی تحریریں پر کمر بستہ ہو گئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی جنت و فالت پر افترا پر داری اور

بہتان تراشی کا سلسلہ شروع کر دیا ہے سچا ہے ع
خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل بیٹھے ہیں

ثابہ یہی وہ آیت ہے جس سے مولوی نعیم الدین صاحب اہل ان کے طریقوں
کو کہتے اس باطل عقیدہ کے اثبات پر شہرہ ہوا ہے یا ہمزہ استفہام کو (اَبَشْرُہیں)
کیا و حوس شریعت کا لفظ ملو کہو کر ٹریپ کو گھٹے ہیں، اور مطلب کہہ کا کچھ بنا ڈالا ہے
کیونکہ اس کے علاوہ قرآن کریم میں کوئی ایسا مضمون نہیں جس سے یہ شبہ پڑا ہو کہ
حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بشر کہنے والے کافی ہیں، اگر کوئی آیت اللہ
مضمون ہے تو ان کو ظاہر کیا جائے (ودیدہ باید)

من سب معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت کریمہ کی تفسیر چند متہم مفسرین کلام
سے نقل کریں۔ علامہ ابوالبرکات عبداللہ بن احمد الشافعی الحنفی (المتوفی ۱۰۱۵ھ) کہتے ہیں۔
فَقَالُوا أَأَبْشَرُ يَكْفُرُ ذُنُوبًا انْحَرُوا
پس کہا انہوں نے کیا بشر ہماری رہنمائی
الرسالة للبشر وللد ينحكروا
کریں گے انہوں نے بشر کے لیے رسالت
العبادة للعبد فكفروا بالرسول
کا انکار کیا کیوں پھر کے لیے عبادت
والتسبيح مداد جلد ۶ صفحہ ۷۷
کا انکار کیا، سورسوں کا انکار کر گئے۔
طبع مصر بمطبعات مجمع التفتاح

امام علی بن محمد القاضی الشافعی (المتوفی ۴۲۱ھ) فرماتے ہیں:-
معناه انهم انكروا ان يكون
الرسول بشرا و ذلك لعلة
حقولهم و سخرافة احكامهم
ولم ينكروا ان يكون معبودهم
عجزا فكفروا اى حبيدا و
انكروا۔ (خاندن بدعاش مجمع
التفسير جلد ۱۲۹)
اس کا معنی یہ ہے کہ انہوں نے اس
امر کا انکار کیا کہ رسول بشر ہوا ہے ان
کی کم عقلی، اور وہی و ترقی کی علامت ہے۔
اور انہوں نے اس کا انکار نہ کیا کہ پھر
ان کا معبود ہو جائے سو وہ اس کے
منکر ہو گئے۔

قاضی ناصر الدین ابوسعید عبداللہ بن عمر البیضاوی الشافعی (المتوفی ۶۸۵ھ) کہتے ہیں کہ:-

انکسرا رقعجبوا ان یکون الرسل
بَشَرًا وَاَلْبَشَرُ بِطَلَقِ عَلَيِّ الْوَاحِدِ
انہوں نے انکار اور تعجب کیا کہ رسول
بشر ہوں اور لفظ بشر واحد اور جمع دونوں
پر المطلق ہوا ہے پس انہوں نے
رسولوں کا انکار کر دیا۔
(تفسیر بیضاوی پر حاشیہ
مجمع التفسیر جلد ۱ ص ۲۴۹)

عافظ عمار الدینی ابو الفداء اسمعیل ابن کثیر الشافعی (المتوفی ۷۴۴ھ) کہتے ہیں کہ:-
ای استبعد ان تكون الرسالة
فی البشر وان یکون هُما هم علی
یعنی انہوں نے اس بات کو متنبہ سمجھا کہ
رسالت بشر کو حاصل ہو اور الی علی بشر
یعنی بشر مثلہم۔ اھ
کے نزدیک انہیں جاہلیت پہنچے۔
(تفسیر ابن کثیر جلد ۳ ص ۳۴۳)

عقلمار ابو طاهر محمد بن یعقوب الطبرستانی (المتوفی ۸۱۴ھ) کہتے ہیں کہ:-
هَؤُلَاءِ أَتَبَرُّوا آدَمَ مِثْلَنَا وَهَمُونَا
إِلَى التَّوْحِيدِ فَكُفِّرُوا بِالْكَتَابِ
پس انہوں نے کہا کہ کیا بشر اور آدمی جہاد سے
جیسے ہمیں توحید کی راہ دکھائیں گے پس
انہوں نے کتابوں، رسولوں اور معجزات
کا انکار کر دیا۔
(تنبیہ المقلبات جلد ۱ ص ۲۴۹)

ان تمام حوالوں سے یہ بات ثابت ہو گئی ہے کہ جلد مشرکین حضرات انبیاء
کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بشریت، انسانیت اور آدمیت کا انکار کرتے رہے،
اور یہی کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت بھی ہوا رہا، کبھی مشرکین یوں
کہتے تھے کہ اس نبی کو کیا ہو چکا ہے جو کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں دسوا سون
خریدنے کے لیے) جاتا ہے اور کبھی یوں کہتے کہ یہ تو صرف بشر ہے، کیوں تم جاؤ

میں جلا جوتے ہو، ان تمام ائمہ کی رب العزت نے قرآن کریم میں خوب توفیق کی ہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی وقتاً فوقتاً اس باطل نظریہ کا رد کیا ہے ایسے ہی ایک موقع پر آپ نے فرمایا کہ :-

فانما انا ابن امیة من قریض ناکل یقیناً اسوجہ کہ میں تو غاندھار قریض کی القدیہ (مسند امام احمد ۲ ص ۴۱) قال ایک خاتون کا بیٹا ہوں جو خشک گوشت لٹاکہ واللہ نبی مصیح علی شطہم (رشیاں) بھی کھلیا کرتی تھی۔

ان اقتباسات سے روز روشن کی طرح یہ بات آشکارا ہو گئی ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بشریت کا انکار کفار کا دستور تھا نہ کہ مومنوں کا اور کفار یہ سمجھتے تھے کہ نبوت اور رسالت جیسا فضل و کمال بجلد بشر کر کے اور کچھ نیکو نصیب چھین کر ہے! کیونکہ وہ بشر کو اس قابل اور لائق ہی نہیں سمجھتے تھے کہ وہ اس شرف و عزت سے لزا جاسکے اور معاذ اللہ بشر کو وہ حقیر سمجھتے تھے یہی وجہ ہے کہ وہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو صرف بشر مانتے تھے، اور ان کی نبوت و رسالت کا انکار کرتے تھے، اور کجی کے بعض لوگوں کو بزمِ خودِ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو رسول اور نبی کر مانتے ہیں لیکن بشر اور آدمی نہیں تسلیم کرتے گویا ان کے نزدیک بھی وہ چیزوں کا جمع ہونا مستبعد تھا، اور ان کے نزدیک بھی آدمی ہیں وجہ ان کا تاہ وہ آپس میں مل جاتا ہے، اور اس میں ایک اور امر بھی قابلِ لحاظ ہے وہ یہ کہ کم فہم اور جاہل یہ سمجھتے ہیں کہ چونکہ ہم بشر اور انسان ہیں اور ہم میں گناہیں گرتا ہوں پائی جاتی ہیں، اس لیے حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام بشر نہیں اور یہ انتہائی غلطی اور نادانی ہے کہ اپنے آپ کو بشر سمجھ کر کعبال اور قیاس شروع کر دیا جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ دراصل صحیح اور کامل بشر ہی حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام تھے ہم تو صرف صورتِ بشر ہیں، بشرِ آدمی کا تو بہت اونچا مقام ہے، ہم پر صرف بشریت کا بارہ اور چھوٹا ہے، مولانا رام

کے کیا خوب کہا ہے

یٰٰمُتَسِنِدِ اَودَمِ غِلَافَتِ اَودَمِ اِنَّہٗ

اَبِ اِس سَالِحِ اَیۡتِ کَرِیۡمِ کِی تَفۡسِیۡرِ خُودِ مَولَیِّ لَیۡمِ الدِّیۡنِ صَاۡحِبِ سَیۡ

یٰٰبِجۡنِ وَہِ کَہۡتے ہِیۡ کَہۡ۔

یعنی انہوں نے بشر کے رسول ہونے کا انکار کیا اور یہ کمال بے عقلی اور نافرمانی ہے، پھر بشر کا رسول ہونا تو نہ مانا اور پھر کا خدا ہونا تسلیم کر لیا انتہی منظم (معاذ اللہ) ص ۸۰ (۱۱)

بیجے مولوی صاحب نے پہلے حضرات اہل کلام عظیم الصلوٰۃ والسلام کی بشریت کا انکار کا رد کیا اور کافر قرار دیا تھا، اور اب خدا اس کو کمال بے عقلی اور نافرمانی کہتے ہیں اب بتلائیے کہ عوام بھارے کیا کریں اور کہاں جائیں؟ جب کہ خود دہشتاچی کرگٹ کی طرح متلون مزاج ہو اور ہنترے پر ہنتر اب داتا ہے۔ آہ

خضر کس کو بتائے کیا بتائے؟

کہ جب ماہی کہے دیکھاں ہے؟

مسئلہ نور مسئلہ نور و بشر کی پوری تحقیق اور بحث قرآنشا اللہ ہم پڑے رسالہ نور و بشر میں کریں گے، فی الحال ضروری معلوم ہوتا ہے کہ کس مقام پر نور کی بحث پر بھی کہ ضروری روشنی ڈالی جائے۔ ہمارا ایمان اور حقیقت یہ ہے کہ امام الرسل، خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بشر بھی ہیں اور نور بھی جنس اور ذات کے لحاظ سے تو آپ بشر ہیں اور صفت و ہدایت کے

لے فارسی متحرک ہے کہ دروغ گرد حافظانہ شد یعنی جھوٹ بولنے والے کریہ یاد نہیں رہتا کہ قبل از نور میں نے کیا کیا، اور اب کیا کہتا ہے۔ ۱۲۰ مسئلہ یعنی انوار شمس گم است کہ میری کٹہ ۱۳۰

اعتقاد سے آپ نہیں۔ آپ کی بدولت دنیائے عظمت کو روشنی نصیب ہوئی۔
 کھردھر کر کے تاریکی کا فہم ہوتی اور نور ایمان و توحید کی شعاعوں سے سطح ارضی نمود ہوتی جو
 لوگ خواہشات نفسانی اور اہواؤ آرائشی تاریکیوں اور باہمی شقاق و خلاف کے گہرے
 گڑھوں میں پڑے دیکھ کر کہتے تھے، آپ کی وساطت سے وہ سلامتی کی کھلی
 اور روشن راہوں پر گامزن ہو گئے، کوئی مسئلہ ان اس حقیقت کا منکر نہیں ہے، ہاں اگر
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو باس معنی کہ بجا اور کہا جائے کہ معاذ اللہ آپ
 کی بشریت، آدمیت اور انسانیت ہی کا سرے سے انکار کر دیا جائے تو نصوص
 قطعیہ صریحہ کے خلاف ہونے کی وجہ سے ہم اس کے قطعاً منکر ہیں، اور کچھ دلائل
 آپ پہلے لفظ کر چکے ہیں، اس جگہ ہم کہہ کر دعویٰ کرنے والوں کی اصولی بعض باتیں
 عرض کرتے ہیں، ان کو لفظ کریں اور ساتھ ہی ان کے جوابات بھی دیکھ لیں تاکہ
 حقیقت آشکارا ہو جائے۔

پہلی دلیل :- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ٹوٹے ہوئے پر پہلی دلیل یہ پیش کی
 گئی ہے، کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ :-

قَدْ جَاءَكُمْ كَذِبٌ مِّنَ اللَّهِ فَذَرْهُ
 وَكَلِمَاتٍ مُّبِينٍ ۝ يٰٓأَيُّهَا
 اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ سُبُلَ
 السَّلَامِ - الْآيَةُ :-
 بے شک تمہارے پاس آئی ہے اللہ
 تعالیٰ کی طرف سے روشنی اور کتاب
 ظاہر کرنے والی جس سے اللہ تعالیٰ ہدایت
 کرتا ہے اس کو جو تابع ہو اس کی رضا کا
 سلامتی کی راہوں کی۔ (رپ۔ ۱۰۲۔ ۳)

کہنے والے کہتے ہیں کہ اس میں لفظ نور سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
 ذات گرامی مراد ہے، اور جو حکم داد عطف سے کتاب کا ذکر کیا گیا ہے اور مطروف
 و مطروف علیہ مغایر ہوتے ہیں، لہذا نور اللمع شے ہے اور کتاب مجزا۔
 الجواب :- اس میں لفظ نور سے خود قرآن کریم مراد ہے اور عطف محض تعبی

ہے جس میں معطوف و معطوف علیہ کا قائلہ تغایر نہیں بلکہ محض صفت کے لحاظ سے تغایر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم روشنی میں ہے، اور وہ باعث کہ کھول کر بھی بیان کرتا ہے، اور اس کا ایک قرینہ تو یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی کا ذکر اسی آیت کے شروع میں متعلل ہو چکا ہے۔

يَا هٰذَا الَّذِي كُنَّا نَعْبُدُكَ نَسْأَلُكَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ اَلْكِتَابَ
 تحقیق سے آیا تمہارے پاس ہمارا رسول، ظاہر کرتا ہے تم پر الا اور آخر میں کتاب کا ذکر ہے جو روشنی میں ہے اور میں بھی ہے، اور دوسرا قرینہ یہ ہے کہ آگے پہنچی یہ میں ضمیر مفعول ہے، اگر ٹوٹے آپ کی ذات گرامی اور کتاب ہمیں سے الگ چیز مراد ہوتی تو ضمیر تشبیہ کی بہا مناسب تھی لیکن چونکہ ٹوٹا اور کتاب ہمیں ایک ہی شے ہے، اس لیے ضمیر مفعول کی بہا مناسب رہی گریہ سیاق و سباق اور اقبل مابہ دونوں اس کے سین میں کہ اس مقام پر نور سے قرآن کریم مراد ہے۔ علاوہ ازیں قرآن کریم میں دوسرے مقامات پر نور قرآن کریم کی صفت بیان ہوئی ہے مثلاً ایک مقام پر اس طرح آتا ہے :-

وَاَشْرَقَتْ لَكَ النُّجُومُ مَنبِثًا
 اور نازل کی ہم کے تہمدی طرقت روشنی واضح . (پہ۔ الشہادہ۔ ۲۳)

اور دوسری جگہ یوں ارشاد ہوتا ہے :-

فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ كَحَقِّ يَدِهِ
 سورہ لوگ جو افس نہی آخر الزمان پر ایمان لائے اور اس کی رفاقت کی اور اس کی حد کی اور اس کو چیر دی کی جو اس پر نازل کیا گیا تو وہی نور کا سیلاب ہیں۔ (پہ۔ اعراف۔ ۱۶)

اور ایک مقام پر اس طرح ارشاد ہوتا ہے کہ :-

مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ
 کہ وہ جانتا تھا کہ کتاب کیا ہے اور ایمان

وَلَا اُزِيضُكَ وَلَٰكِنْ جَعَلْتُكَ
لِقَوْلِي فَتَقْبِلُ بِهٖ الْاٰیَةِ
(پ ۲۵، الشوریٰ ۵)
اور ارشاد ہے کہ:-

فَاِمْحُذُوا بِاللّٰهِ وَاسْئَلُوهُمُ الشُّعْرَ الْوَحٰی
سورایمان لاؤ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول
اُنسُل لِنَا۔ (پ ۲۸- التوبہ ۱۱)
پھر اس نور پر جو ہم نے نازل کیا۔

ان تمام مقامات میں نور قرآن کریم کو لگایا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ اکثر
مفسرین کو اچھے فہم نہ تھا کہ قرآن کریم میں نور سے قرآن مراد لی ہے، ان
بعض نے نور سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مقدس ہستی بھی مراد لی ہے،
لیکن وہی مفسرین کو اچھے فہم نہ تھا کہ انفسیروں میں دوسرے مقامات پر آپ کی بشریت
اور انسانیت کا کھلے خطوط اقرار کرتے ہیں تو اس کا مطلب سوائے اس کے
اور کیا ہو سکتا ہے کہ آپ بشر، آدمی اور انسانی ہوتے ہوئے نور تھے، بیسکھ
ہم نے ابتدا میں عرض کیا ہے۔ مولوی نعیم الدین صاحب کہتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ
علیہ وسلم کو نور فرمایا گیا، کیونکہ آپ سے تدریجی کفر و فتنہ ہوتی، اور طوح و مانع ہوتی۔
(ص ۱۵۵) یعنی نور آپ کی صفت ہے۔

دوسری دلیل :- آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور ہونے کی دوسری دلیل
یوں پیش کی گئی ہے کہ امام عبدالرزاق نے اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر بن
عبداللہ سے روایت بیان کی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم سے عرض کیا، میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں مجھے خبر دیجئے کہ سب سے
پہلے اللہ تعالیٰ نے کون سی چیز پیدا کی تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ :-

يَا جَابِرُ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی خَلَقَ قَبْلَ الْاَشْيَا
لَوْ نَبِيَّتِكَ مِنْ لَوْنِ الْحَدِيثِ
اے جابر! اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء
سے پہلے تیرے نبی کا نور پھیلنے لگا (بسیب)

درمغانی شرح طریب جلد ۱۰ و نشر المصیبت فیہ سے پید کیا۔

اس روایت سے آپ کے فورہ ہونے پر استدلال کیا گیا ہے لیکن یہ احتجاج درست نہیں ہے اقول اس لیے کہ اس کی سند کا علم نہیں کہ کیسی ہے اور امام علیہ السلام شیعہ تھے گوغالی نہ تھے، مگر بعض چیزوں میں وہ منفرد ہیں، ان کا کوئی ساتھ نہیں دیتا۔ (تذکرۃ الحفاظ جلد ۱ ص ۳۳۱) اور خصوصاً فضائل کے بارے میں قرآن و سنت نے ایسی روایات بھی بیان کی ہیں جن میں ان کا ساتھ کسی نے نہیں دیا۔ چنانچہ ملک المنظر البرک بن ایوب الحنفی (المتوفی) کہتے ہیں کہ:-

قال ابن عساکر حدث عبد الوہاب (محدث) بن عساکر کہتے ہیں کہ عبد اللہ بن ابی بحداد یث فی الفضائل لم یوافقه فضائل کے باب میں ایسی روایات بھی بیان کی ہیں جن میں ان کی کسی نے موافقت نہیں کی۔

احد علیہا الوہاب (السم المصیب ص ۳۱) (المتوفی ۹۸۶ھ) کہتے ہیں اس پر مستزاد یہ ہے کہ علامہ محمد طبر الحنفی (المتوفی ۹۸۶ھ) کہتے ہیں میں کہ عبد الرزاق بن ہمام آخر عمر میں نابینا ہو گئے تھے، اور ان کے بھائی احمد بن عبد اللہ نے ان کی کتابوں میں باطل روایتیں بھی داخل کر دی تھیں جس کی وجہ سے وہ کاذب مشہور ہو گئے تھے۔ (قانون الموضوعات ص ۲۶) یعنی خاندانی طور پر ان کے بھائی کی کارستانی اور نالائقی کی وجہ سے یہ نظریہ بعض لوگوں نے ان کے بابے میں قائم کر لیا تھا، ورنہ ذاتی طور پر وہ ثقہ اور ثبوت تھے، ثانیاً مصنف عبد الرزاق کثرت حدیث کے طبقہ آثار میں شمار ہے، اور حضرت شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی (المتوفی ۱۲۳۹ھ) میں فرماتے ہیں کہ:-

واکثر ان احادیث معمول بہ نزد اس طبقہ کی اکثر احادیث پر فتاویٰ و کلام فقہاء نشو اند بکہ اجماع بر خلاف کے نزدیک عمل نہیں ہے بلکہ ان کے خلاف آہنا منقہ گشت (مجازاً و محرم) اجماع منقہ ہوا ہے۔

یعنی اس طبقہ کی بھی روایات بے قرینہ نہیں بلکہ اکثر ایسی ہیں خصوصاً جو قرآن کے

کے خلاف ہیں۔

حضرت مولانا سیّد سلیمان ندوی (المتوفی ۱۳۷۲ھ) مصنف عبد الرزاق کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:-

اور چونکہ کتاب مذکور میں صحیح حدیثوں کے ساتھ ساتھ موضوع حدیثیں تک ملاجور ہیں اور فضائل و مناقب میں اس کی روایتوں کا کم اعتبار کیا جاتا ہے، اس لیے اصولی حیثیت سے اس روایت کے تسلیم کرنے میں پس و پیش ہے۔ اس تردد کو قوت اس سے اور زیادہ ہوتی ہے کہ صحیح احادیث میں مخلوقات انہی میں سب سے پہلے رقم تھدیر کی پرورش کا تصریحی بیان ہے کہ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ الْقَلَمَ (سیرت النبی جلد ۲ ص ۱۸۷) وثالثاً یہ روایت اس صحیح روایت کے خلاف ہے جس میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ:-

ان اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ الْقَلَمَ فَقَالَ بے شک سب سے پہلے اللہ قلم نے رقم
لہ: اکتب۔ الحديث الرابع جلد ۲ کہ پڑا کیا، پس اس سے مندرجہ
منہ: ۱۹۱ وعلی السی راۃ وشرعی جلد ۲ کہ ترکہ۔
۱۹۲ وقال حسن صحیح غریب والبیہ
والنہایۃ جلد ۲ وقال الخیر احمدی

حضرت سیّد سلیمان ندوی نے ماضیہ میں اس روایت کا حوالہ بخاری کا دیا ہے لیکن یہ روایت بخاری میں نہیں ہے یہ ان کا وہم ہے۔
حافظ ابن حجر عسقلانی (المتوفی ۸۵۲ھ) فرماتے ہیں کہ:-

واللہ فی اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ الْقَلَمَ یعنی سب سے پہلے خلق کے بارے میں
اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ الْقَلَمَ وهو جو پائے غوث کہ پہنچنے والی روایت
ثبت اور بحوالہ موعظہات وروہ ہے وہ اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ
صحیح ص ۲۱۲ (القلوب ہے۔)

اس صحیح روایت سے معلوم ہوا کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم تعذیر پیدا کیا ہے۔ جب صحیح روایت سے قلم کی اولیت ثابت ہے تو بلاوجہ اس کو بچانے اقل حقیق کے اقل اضافی پر محمول کرنا قابلِ سماعت نہیں ہے، اور یہ بات بھی ملحوظ خاطر ہے کہ محققین شراح حدیث اہل اباب آدرج نے جہاں اقل اختلافات کی تحقیق اور بحث کی ہے، وہاں قلم، عرض اور عقل وغیرہ کا ذکر تو کیا ہے، مگر نہ کا ذکر نہیں کرتے اس کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ نہ والی روایت ان کے نزدیک ثابت نہیں ورنہ اختلاف کے مقام پر تو ضرور اس کا ذکر کر دیتے، ہاں قلم علیہ القاری نے مرقات ج ۱ ص ۱۴۳ اور جمع الوساکی میں اقل ملحوظات آپ کا ذکر کیا ہے، لیکن خود ان کی کتابوں میں اس کی تصریح ہے کہ نہ سے مراد روح ہے۔ وراۓہا جس طرح روایت میں آپ کے ذکر کی اولیت کا ذکر آتا ہے، اسی طرح مدح مبارک کی اولیت کا ذکر بھی ہے۔ چنانچہ حضرت قلم علیہ القاری المحقق فرماتے ہیں کہ:-

فانہ کما قال صلی اللہ علیہ و	میں ہے شک جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ
سلہ اول ما خلق اللہ روحی	علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سب سے پہلے
وسائر الارواح انما خلق بسببک	اللہ تعالیٰ نے میری روح پیدا کی اور باقی
روحه و نور وجودہ ۱۲	تمام ارواح آپ کی روح اور آپ کے وجود
شرح الشفا و جلد اول ص ۱۲	کے نہ کی برکت سے پیدا ہوئے۔

اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ:-

قوله اول ما خلق اللہ لہدی و	آپ کا ارشاد ہے کہ سب سے پہلے اللہ
فی روایۃ روحی ومعناہما واحد	تعالیٰ نے میرا نہ پیدا کیا، اور ایک روایت
ان الارواح لرواحیۃ ای اول	میں ہے کہ میری روح پیدا کی اور دونوں کا مطلب
ما خلق اللہ من الارواح روحی انتہی	ایک ہی ہے کہ نہ کو روح لہیٰ لہیٰ چیز ہے نہ مطلب

ورقہ ۱۶۴ طبع امدادیہ طاق (یہ کہ اس سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے یہی روح پیدا کی اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح اقل ماخلق اللہ تعالیٰ کی روایت آتی ہے، اسی طرح اقل ماخلق اللہ تعالیٰ کی روایت بھی آتی ہے اور کثرت سے روح مڑا ہے کیونکہ وہ بھی ایک نورانی چیز اور جوہر لطیف ہے جو پورے بدن میں سرایت کئے ہوئے ہے۔

اور علامہ محمد بن محمد القنابجی الحنفی (المتوفی ۱۰۶۹ھ) لکھتے ہیں کہ:-

ان الله خلق روحه قبل سائر
الارواح وخلق عليها خلقة التكليف
بالنبوة التي ان قال وهذا هو المبدأ
بقوله صلى الله تعالى عليه وسلم
ان الله خلق نبيه قبل ان يخلق
آدم عليه الصلوة والسلام الخ
ونسيد الابرار جليل عتدوا
طبع مصر

یہ شک اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح پہا کی
کہ تمام ارواح سے پہلے پیدا کیا اس
کہ خلقت نبوت سے مشروط کیا، پھر آگے
فرمایا کہ اور یہی مراد ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ و
سلم کے اس قول کے کہ یا خبر اللہ تعالیٰ نے
حضرت آدم علیہ السلام کی خلقت سے
پہلے آپ کا نہ پیدا کیا۔

غالباً انہی حوالوں کے پیش نظر حکیم الامت حضرت مولانا تھانوی نے نور
محمدی کا مطلب روح محمدی (علی صاحب الف الف تہذیب) بیان کیا ہے (حاشیہ نظر ثانیہ)
اگر یہ روایت صحیح بھی ثابت ہو جائے، جیسا کہ شیخ عبدالحق صاحب نے
مدارج النبوة میں دعویٰ کیا ہے، تو اس معنی کے لحاظ سے اس کا کئی نقص ہے
کوئی تضاد نہیں لہذا اس کے ملنے میں کوئی حرج نہیں، ہاں اس سے نصوص
قطعیہ، صریحہ کا رد کرنا، اور آپ کی بشریت، آدمیت اور انسانیت کا انکار
کرنا جیسا کہ بعض اہل بدعت کا وتیرہ ہے، قطعاً غلط اور سراسر بے بنیاد چھاپاری
تحقیق کی روش سے مثلاً حاضر و ناظر، علم غیب اور کثرت وغیرہ اہل بدعت نے

ان شیعہ حضرات سے لیا ہے جنہوں نے ٹھہریہ کا مذہب صرف لفظ نور پر ہی رکھ لیا ہے حالانکہ خود شیعہ کی معتبر و مستند کتاب اصول کافی میں تصریح ہے کہ نور سے مراد روح ہے اصل عبارت یوں ہے۔

قال الله تبارك وتعالى يا محمد
انني خلقتك وعليّاً نوراً يعنى
معاً بلا بدن اھ۔ (اصول کافی
مع الصافی جلد سوم حجتہ دوم ص ۳۳۴
طبع لکھنؤ۔

اس سے معلوم ہوا کہ شیعہ کے نزدیک بھی نور سے مراد روح ہے۔
الغرض اس روایت کے پیش نظر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشریت کا (جس کا ثبوت انصوص قطعیہ سے ہے) انکار کرنا بالکل مردود ہے۔
فائدہ یہ کہ اور بھی متعدد الفاظ آپ کے نور ہونے کے مضمون کے مروی ہیں۔
مثلاً یہ کہ اقل ما خلق الله نوری۔ انما من نور الله والمؤمنون مسنون۔
ان الله لما خلق نور متینا امره ان ينظر اقل النور الانبیا والاولیاء
خلق الله آدم جعل ذلك النور فی ظلمة الا مگر کوئی بھی صحیح نہیں۔ من
ادعی صحتها فلیس البیان بالبرهان۔

ایک اور روایت میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے چہرہ کے نور سے
ایک منخل لی پھر آگے لکھا کہ وہ منخل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی تھی
اسی سے سارا جہان پیدا ہوا اور یہ کہ آپ اپنے والدین کی خلقت سے پہلے ہی موجود
تھے اور آپ جبرائیل کی آمد سے پہلے ہی قرآن کے حافظ تھے۔ اس روایت
کے بارے میں حافظ ابن تیمیہ اور حافظ ابن کثیر نے فرمایا کہ کل ذلك كذب مفتی
بالتفاق اهل العصر بعدیثم انہی (آثار المفردہ ص ۲۶۳) لولانا طبعہ الحی کھنوی (یہ سب
کاسب مجھوٹ اور افتراء ہے علم حدیث کے جاننے والوں کا اس پر اتفاق ہے۔

اور ایک روایت میں آتا ہے :-

خلق الله من نورم وخلق ابابكر من نوري الفاكين اس کی سند میں اصحاب کرام
المسیح ہے۔ علامہ ابوالحسن علی بن محمد اکنانی (المتوفی ۹۶۳ھ) فرماتے ہیں کہ امام الزکریا
فرماتے ہیں۔ ہذا باطل اور علامہ زکریا بن فرات نے یہی ہذا کذب۔ (حسنیہ الشریعة
المسندۃ ص ۱۳۳)۔

ان باطل اور مضعف روایات کے چمکے میں بڑے مشکلانوں کو کیا مصیبت پڑی ہے
کہ وہ قرآن پاک کے نصوص قطعیہ اور صحیح و متواتر احادیث کی تاویل بنے جا کر رہی، اور
معاذ اللہ ان کو تو کوکے عذاب مخلوقی کا شکار ہوں، اور آتش دوزخ کا ایندھن بنیں
تیسری جگہ دلیل اور متحدہ کتابوں میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سایہ
نہ تھا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اللہ تھے، اور نہ بشکر کا سایہ تو ایک ناقابلِ نظر
حقیقت ہے، چنانچہ امام جلال الدین سیوطی (المتوفی ۹۱۱ھ) لکھتے ہیں کہ :-

الصحیح المحکم الترمذی من طریق محمد بن یحکم ترمذی نے عبدالرحمن بن قیس الزعفرانی
بن قیس الزعفرانی من عبد الملك بن کے طریق سے عبد الملك بن الوليد سے
عبد الله بن الوليد من ذکوان ان رسول اور انہوں نے ذکر کیا ہے یہ روایت
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لے سکتا ہے کہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
یہی وہ ظلی فی شخص ولا قسم ۱۰۰ کا سایہ نہ تو سورج میں نظر آتا تھا، اور نہ
(خصائص الکبریٰ ج ۱ ص ۱۰۰) چاند میں۔

اس روایت کے ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا اور
جب سایہ نہ تھا تو (معاذ اللہ) آپ بشر بھی نہ تھے۔

الجواب :- یہ روایت قابلِ احتجاج نہیں ہے۔ اولاً اس لیے کہ اس کی سند
میں عبدالرحمن بن قیس الزعفرانی نامی ایک راوی ہے، امام عبدالرحمن بن مہدی
اس کو مجرب ٹاکنے تھے، اور امام احمد بن حنبلہ فرماتے ہیں کہ اس کی حدیث ضعیف ہے۔

اور وہ محض بیچ اور متروک الحدیث ہے۔ امام ابو نعیمؒ اس کو کذاب کہتے ہیں۔
 امام مسلم بن الحجاج فرماتے ہیں کہ وہ قاضی الحدیث ہے، امام ابو علیؒ فرماتے
 ہیں کہ وہ جعلی حدیثیں بتایا کرتا تھا (مکان یضیع الحدیث) امام نسائیؒ فرماتے ہیں کہ
 وہ متروک الحدیث ہے، اور امام ساجیؒ فرماتے ہیں کہ وہ ضعیف تھا۔ (تاج الخلفاء
 جلد ۱، صفحہ ۲۵۲ و ۲۵۳)

یہ تمام جرمی کلمات حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے تہذیب التہذیب میں
 میں نقل کئے ہیں، اور یہ اضافہ کیا ہے کہ محدث ابن مدینیؒ فرماتے ہیں کہ ان کی اکثر
 احادیث میں ثقافت نے ان کی متابعت نہیں کی، اور حاکم ابی احمدؒ فرماتے ہیں
 کہ وہ قاضی الحدیث ہے، اور امام ابی نعیمؒ اصحابیؒ فرماتے ہیں کہ وہ لاشعنی ہے
 (تہذیب التہذیب جلد ۱ صفحہ ۲۵۳)

و ثانیاً حضرت علامہ علیؒ و الخاضع فرماتے ہیں کہ :-

ذکر الحکیم الترمذی فی فوائد الصلوٰۃ حکیم ترمذیؒ نے یہ روایت اپنی کتاب زاد المعاد
 عن عبد الرحمن بن قیس وهو میں عبد الرحمن بن قیس کے طریق سے ذکر کی
 مطعون عن عبد الملک بن عبد اللہ ہے اور عبد الرحمن مطعون ہے اور اس نے
 بن الولید وهو مجهول عن عبد الملک بن عبد اللہ بن الولید سے روایت
 ذکر ان اھ۔ کیا ہے اور وہ مجهول ہے اور اس نے

در شرح الشفاء جلد ۲ صفحہ ۲۸۲ طبع مصر ذکر ان سے روایت کی ہے۔ الا

تو اس کڑی میں کذاب اور وضاح راوی کے ساتھ ایک مجہول راوی بھی شریک
 ہو گیا ہے و ثانیاً ذکر ان تابعی ہیں، اور ان کی براہ راست جناب رسول اللہ صلی
 اللہ علیہ وسلم سے روایت و سماعت نہیں ہے کوئی عمل اور فرعی مسئلہ ہوتا تو
 پھر معاملہ جدا تھا، مگر راست عقیدہ کی ہے۔ لہذا ان حالات میں تصریح قطعاً
 اور احادیث صحیحہ کے مقابلہ میں ایسی بے سرو پا روایات کو کون تسلیم کرتا ہے؟

اور ان پر دین کی بنیاد کیوں کر رکھی جاسکتی ہے اور لطف کی بات یہ ہے کہ خود امام سیوطی دوسرے مقام پر عبدالرحمن بن قیس الزعفرانی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ کذاب وضاع و مناعل الصغافی تخریج احادیث الشوافع (۱) اور یہ روایت بھی نوادر الاصول کی ہے جس کے مصنف ابو عبد اللہ محمد بن علی الحسینی (المتوفی ۲۵۵ھ) ہیں۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ نوادر الاصول اکثر احادیث غیر مستبرکہ و یعنی نوادر الاصول کی اکثر حدیثیں غیر مستبرکہ ہیں۔ (۲)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ تھا | آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ ہونے کی بے بنیاد روایت کو دیکھ کر اب اس کے مقابلہ میں دو صحیح حدیثیں سایہ کے ثبوت کی بھی ملاحظہ کر لیں، کیوں کہ وہ چند ہا متبیین الاشیاء۔

۱۔ امام حاکم ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الحافظ (المتوفی ۴۰۵ھ) اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک نے فرمایا کہ :-

بینا انس بن علی اللہ علیہ وآلہ	آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک سات
وسلم یصل ذات لیلة اذمہ	نماز پڑھتے تھے کہ اچانک آپ نے اپنا
یہ فثم احمرها فقلت یا رسول	ہاتھ آگے بڑھایا، پھر مجھے بتایا پس ہم نے
اللہ دینا انک صنعت فی ہذہ	کہا یا رسول اللہ ہم نے آپ کو اس نماز
الصلوة شیئا لم تکن تفعلہ	میں ایسی کاروائی کرتے دیکھا ہے جو آپ
فیما قبلہ قال اجل انہ عیضت	نے اس سے قبل نہیں کیا، فرمایا میں چار
حق العیضۃ فزایت فیہا والیة	مجر پر جنت ہمیشہ کی گئی تو میں نے اس میں
قطر فیہا دانیۃ فاردت ان	لوگوں کو دخت دیکھنے جن کے گچھے غنچہ کو ٹھکے
اتناول منها شیئا فادعی الی	ہم سے تھے تو میں نے ارادہ کیا کہ ان سے

ان استأخرنا ستأخرت و
 عرضت على القادر فيما بيني و
 بينكم حتى رأيت ظلي و ظلكم
 فيها فأدعيت اليكم ان استغفر
 فأوحى الي ان اقرهم فانك اسلت
 واسلموا وهاجرت وهاجروا
 وجاهدت وجاهدوا فلهذا
 لك فضلنا عليه الا بالنسبة
 فاقولت ذل لك ما يقرر امته بدعي
 من الفتن وانتهى -

و مستند جلد ۳ صفحہ ۱۰۸ قال المذاکر
 والمذہبی صحیح :

کریمی امت میرے بعد منوں میں بیٹا ہوگا
 امام حاکم احمد قاضی جمال عقلمر شمس الدین رحمہ اللہ زوجہ والہ التوفیق رحمہا دونوں فرماتے ہیں کہ یہ
 صحیح ہے حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بھی یہ روایت نقل کی ہے اور علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے بھی
 اس صحیح روایت سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سایہ تھا
 جس طرح کہ حضرات صحابہ کرام کا سایہ تھا، اور یہی وجہ ہے کہ آپ نے دمشق کی آگ
 کے شعلوں کی روشنی میں اپنا سایہ بھی دیکھا اور حضرات صحابہ کرام کا سایہ بھی دیکھا ،
 اگر آپ کا سایہ نہ ہوتا تو اس آگ کی روشنی میں اپنا سایہ دیکھنے کا کوئی معنی نہیں جیسا
 کہ کسی بھی صاحب فہم و بصیرت سے یہ مخفی نہیں ہے ۔

۲۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک غریب
 تھے ، اور اس سفر میں بعض دیگر ازواج مطہرات بھی آپ کے ساتھ تھیں ، حضرت

کچھ سے لول پس میری طرف دی آئی یہ کہ
 پیچھے ہٹ گیا ، سو میں پیچھے ہٹ گیا ، اور لول
 پر دوغ بھی پیش کی گئی جو میرے اور تمہارے
 درمیان تھی ، یہاں تک کہ اس کی آگ کی روشنی
 میں میں نے اپنا اور تمہارا سایہ دیکھا پس
 میں نے تمہیں اشارہ کیا کہ پیچھے ہٹ جاؤ
 سو میری طرف دی آئی کہ ان کر ان کی جگہ پر
 ٹکا بیٹھے تھے ، کیونکہ تو نے اسلام قبول کیا
 اور انہوں نے بھی تسلی بھی ہجرت کی اور انہوں
 نے بھی ، تو نے بھی جہاد کیا اور انہوں نے
 بھی پس میری طرف دی ان پر بھڑکتی تھی کہ اللہ کوئی
 نصیحت نہیں دیکھتا پس میں نے اس سے بچ کر بھاگا

صنیعہ کا اونٹ بیمار ہو گیا۔ حضرت زینبؓ کے پاس اپنی مرضی سے دائرہ اونٹ تھا، آپ نے فرمایا کہ صنیعہ کا اونٹ بیمار ہے۔ اے زینبؓ اگر تو اسے اپنا فالتو اونٹ سے دے کر بہتر ہوگا، اسنوں نے کہا کیا میں اس بیوی کو اونٹ سے دوں؟ ان کے اس نازیبا جواب سے آپ ناراض ہو گئے، اور آپ نے ذوالحجہ عرم و دیاتین ماہ حضرت زینبؓ کے پاس جانا ہی ترک کر دیا۔

فالت حثیٰ یثبت منه وحولت	حضرت زینبؓ فرماتی ہیں کہ میں آپ سے
سیریری قالت قبینا لنا یوما نعت	۱۲ امید ہو گئی، اور میں نے اپنی چار پائی دکان
النهار الا انا بظلم رسول اللہ صلی	سے بڑا ہی، فرماتی ہیں کہ میں اسی حالت میں
اللہ علیہ وسلم مقبلۃ الی	بھی کہ ہانک، ایک دن دو پہر کے وقت
(طبقات ابن سعد جلد ۸ ص ۱۱۱)	میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ
خلع سیریت)	دیکھا جو میری طرف آ رہا تھا۔

اس حدیث کے راوی یہ ہیں :-

① جعفر بن مسلم (صحاح ستہ کے راوی ہیں، امام عجلانؑ ان کو ثقہ اور ثابت کہتے ہیں امام ابو حاتمؑ ان کو ثقہ امام اور متفق کہتے ہیں۔ علامہ ابن سعدؑ ان کو ثقہ کثیر الحدیث، ثبت اور محبت کہتے ہیں۔ امام ابن خراشؑ ان کو ثقہ من خیار المسلمین اور محدث ابن قانعؑ ان کو ثقہ اور مامون کہتے ہیں، امام ابی حبانؑ ان کو ثقہ میں کہتے ہیں)۔ (تہذیب التہذیب جلد ۱ ص ۱۱۱ و ص ۱۱۲)

② حماد بن سلمہ (علامہ ذہبیؑ ان کو الامام، الحافظ اور شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ (تذکرۃ الحفاظ جلد ۱ ص ۱۱۱)

③ ثابت بن ثباتی (یہ بھی صحاح ستہ کے مرکزی راوی ہیں امام نسائیؑ اور عجلانؑ ان کو ثقہ کہتے ہیں، علامہ ابن سعدؑ ان کو ثقہ اور مامون کہتے ہیں، محدث ابن حبانؑ ان کو ثقہ میں کہتے ہیں)۔ (تہذیب التہذیب جلد ۲ ص ۱۱۱)

(۴) شیعہ، حافظ ابن حجر فرماتے ہیں مقبولة من الثالثة - والتعريب مستحسن طبع فادق دہلی کے تیسرے طبقات کے راویوں میں ہے اور مقبول ہے، اور ان پر کسی کی کوئی جرح منقول نہیں ہے۔

(۵) حضرت عائشہؓ، غرضیکہ اس روایت کے سب راوی ثقہ ہیں، اور یہ روایت سند احمد اور مجمع الزوائد میں بھی ہے، اس کے الفاظ آخر میں یوں ہیں۔
 فلما كان شهر ربيع الاول من سنة الف واربعمائة
 عليها خرافات ظلمة فقلت ان هذا
 لظلم عجل وما يدخل علي النبي صلى
 الله عليه وسلم فمن هذا؟ فدخل
 النبي صلى الله عليه وسلم
 ومن بعد حبله متفق ۲۳ ومجمع الزوائد
 حبلہ ۳ متفق ۲۴)

سند احمد کے راوی یہ ہیں۔

۱۔ عبدالرزاق (المعاني الكبير) جن کو بے شمار ثقہین نے ثقہ کہا ہے۔
 (تذكرة الحفاظ جلد ۱ ص ۲۲)

۲۔ جعفر بن سليمان۔ امام احمد ان کو لا بائس بہ اور امام ابن حبان ثقہ کہتے ہیں، ثقہ ابن سعد ان کو ثقہ اور امام البراء احمد حسن الحديث کہتے ہیں۔ امام ابن مريث فرماتے ہیں کہ وہ ہمارے نزدیک ثقہ ہیں، امام خزرج ان کو مستقيم الحديث کہتے ہیں۔
 (تہذيب التهذيب ج ۲ ص ۹۵ تا ۹۷ ملاحظہ)

۳۔ ثابت بنانی

۴۔ شیعہ

۵۔ حضرت صفیہ بنت جحش۔ اس کے جملہ روایات بھی ثقہ ہیں۔

ان صحیح روایتوں سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا باقاعدہ سایہ تھا، جب انصوں قطبیت سے آپ کی بشریت ثابت ہے تو بشریت کے تمام لوازمات جن میں ایک سایہ بھی ہے، ثابت ہے اصل میں آپ کا سایہ نہ تھلے کا مسئلہ شیوہ کا ہے۔ چنانچہ ان کی مستند کتاب الکافی مع الصافی جلد ۲ حصہ دوم ۱۵۴ میں ہے ولہ یکن لہ فی اللہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا مشورہ شیعہ عالم غیبی قزوینی اس کا مطلب یہ کہتے ہیں کہ :-

وہ بود اور سایہ یعنی ہمیشہ ابری میاں آپ کا سایہ نہ تھا یعنی ہمیشہ بادل آپ
اور قرص آفتاب بود والا کے درمیان اور سورج کی ٹھیکہ کے درمیان حامل
والصافی بر سوم حصہ دوم ص ۱۵۴ طبع لکھنؤ رہتا تھا۔

ان کی اس تاویل سے ثابت ہوتا ہے کہ ظاہری الفاظ سے سایہ کی جو نفی ہو ہو رہی ہے اس سے دو بھی مطمئن نہیں ہیں، اور تاویل پر مجبور ہیں لیکن قطع نظر اس کے کہ ہمیشہ آپ کے سر مبارک پر بادل کے سایہ کا کسی صحیح حدیث سے ثبوت نہیں اس لحاظ سے بھی مشکل ہے کہ پورے تریسٹھ سال تک سورج اور چاند میں، دن اور رات کو سفر و حضر میں ہمیشہ بادل کا سایہ آپ کے سر پر ہوتا رہا؟ لہذا اس بے ثبوت اور بے سند بات کو کوئی تسلیم کرتا ہے؟ مستند و بال یہ کہ صحیح روایات سے ثابت ہے کہ سخت دھڑکے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بعض اوقات جھڑا صحابہ کرام سایہ کرتے تھے، اگر بادل کا سایہ ہر وقت آپ پر ہوتا تو اس کی ضرورت حضرت صحابہ کرام کو، بیش زدا آتی، چنانچہ بخاری شریف میں ہجرت کی طویل حدیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منع حضرت ابو بکرؓ کے بیعت الاقل کے عینہ میں سوار ہونے کے دن قہار میں عمر و بن عوف کے پاس فوج کش ہوئے تو جن لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں دیکھا تھا، وہ حضرت ابو بکرؓ کے پاس چلے گئے۔

حتیٰ تصابت النّص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ و
 اللہ علیہ وسلم فاقبل الیہم
 حتی ظلال علیہ برداشتم فمدت
 الناس رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم عن ذلک الحدیث (بخاری)

یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ و
 سلم پر سورج لگا تو حضرت ابوبکرؓ اٹھے اور
 اپنی چادر سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ و
 سلم پر سایہ کیا، تب لوگوں نے آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وآلہ و سلم کو پہنچایا۔

اس صحیح اور صریح روایت سے معلوم ہوا کہ آپ کے اور سورج کے درمیان
 بیوشا برحالی نہیں ہوا تھا، اور نہ سورج کی گرمی سے آپ کو محفوظ رکھنے کے لیے
 حضرت ابوبکرؓ کو اپنی چادر سے سایہ کرنے کی ضرورت نہ پیش آئی۔
 مہتمم مولوی احمد رضا خان صاحب رحمہ اللہ پر یہ یکتا قول اَلرَّسُولُ عَلَیْکُمْ شَہِیْدٌ
 کا معنی کرتے ہیں اور یہ رسول تمہارے نگہبان و گواہ اور مولوی نعیم الدین صاحب اس
 کی تفسیر لکھتے ہیں :-

اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بحرم الہی فرجوت سے ہر شخص کے حال اور
 اس کی حقیقت ایمان اور اعمال نیک و بد اور اخلاص و ففاق سب پر مطلع ہیں، انتہی۔

مفسرین کو ائمہ نے شیعہ کے معنی حاضر، قائم بالشہادہ، نامرود الام وغیرہ کے
 کہتے ہیں، اور عموماً مفسرین کو ائمہ نے شیعہ کے معنی اس مقام پر گواہ کے کہتے

تنقید

ہیں۔ خان صاحب نے جب یہ محسوس کیا کہ گواہ کے لیے مجلس میں موجود ہونا ضروری
 نہیں بلکہ الشہادت بالتسامع (یعنی سُن کر گواہی دینا) بھی درست ہے، تو نگہبان
 کا لفظ خان صاحب نے زیادہ کیا تاکہ ان کے مسلک کے اختراعی عقیدہ حاضر و ناظر
 پر روشنی پڑے اور مولوی نعیم الدین صاحب نے توصیف لفظوں میں لکھا کہ آپ
 ہر شخص کی حقیقت ایمان اعمال نیک و بد اور اخلاص و ففاق سب پر مطلع ہیں لیکن
 یہ نظریہ خصوص قطعاً اور اصراراً صحیح و صواب کے سراسر خلاف ہے، اولاً اس لیے
 کہ سورہ بقرہ پہلے نازل ہوئی ہے جس میں شیعہ کا لفظ ہے، اور سورہ قمر بعد کو نازل

ہوتی ہے۔ جس میں تصریح مجدد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں جبریتہ میں نہ تھے نہ
 بعض منافقین کے نفاق کی بھی نہ جانتے تھے جیسا کہ تبریہ النظر میں اس کی مفصل بحث کر
 دی گئی ہے۔ علاوہ ان ہی سورہ کہ اس کے بعد نازل ہوئی جس میں معاذ اللہ حضرت عائشہؓ
 پر انتقام کا اور پھر ان کی صفائی کا ذکر ہے، اگر آپ ہر شخص کی حالت سے واقف ہوتے
 تو ام المومنین کو کیجے چھوڑتے ہی کیوں؟ اور اسی طرح سورہ منافقین بھی اس کے بعد
 نازل ہوئی ہے جس میں منافقین کے ایک کمر اور جھوٹ کا ذکر ہے جن کی آنحضرت صلی
 اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سچا قصد فرمایا اور ایک بچے صحابی حضرت زید بن ارقم کو جبراً
 فرمایا، لیکن نزول وحی کے بعد حقیقت منکشف ہوئی، اسی طرح سورہ تحویم بھی اس کے
 بعد نازل ہوئی ہے جس میں حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ کی ایک کاسہ والی کا ذکر
 ہے جس کی وجہ سے آپ نے اپنے اوپر شہد حرام کر لیا، اور ان کی اصل کاسہ والی اور
 حالات کا نزول سورت کے بعد علم ہوا اور دیگر متعدد واقعات قرآن کریم سے
 ثابت ہیں جن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نگہبان اور ہر شخص کی حیثیت
 ایمان اور اعمال نیک و بد اور اخلاق و نفاق پر مطلع ہونے کی قطعاً نفی ہوتی ہے پھر
 کیونکر شہید کے معنی نگہبان اور حاضر و ناظر تسلیم کئے جا سکتے ہیں؟ واثباتاً صحاح ستہ
 کی بے شمار صحیح حدیثیں اس نظریہ کا بطلان کرتی ہیں، سورہ مائدہ جس میں تیمم کا حکم ہے
 سورہ بقرہ کے بعد نازل ہوئی ہے جس میں تیمم کا حکم ہے، اور بخاری جلد ۲ ص ۶۱۲
 میں آتا ہے کہ اس موقع پر حضرت عائشہؓ کا نارگم ہو گیا تھا جس کو خود جناب رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی تلاش کیا، اور دیگر صحابہ کرام نے بھی تلاش کیا، مگر نہ وہ حاضر تھا
 سے بھی بھلا کوئی چیز مخفی رہ سکتی ہے؟

سوالی فیہم الدینی صاحب نے کہا ہے کہ نارگم ہونے اور سیتہ عالم صلی اللہ علیہ
 وسلم کے نہ بٹانے ہیں، بہت محنتیں ہیں، بغیر (ص ۱۳۳ و ۱۳۴) بجا ہے، ایک محنت مصطفیٰ
 بھی ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہ تو علم غیب تھا، اور نہ آپ حاضر تھا

ہیں، اور سب سے بڑی اور اصل حکمت یہی ہے، جو مخصوص ہے اور کسی میں
 خیر کے مقام پر آپ کو زہر خوردانی کا واقعہ بخاری ج ۲ ص ۲۰ وغیرہ میں موجود ہے جس کے
 صاف طعنے پر یہ بات واضح سے واضح تر ہو جاتی ہے کہ آپ کو خیر کا علم نہ تھا اور
 نہ آپ نگہبان اور حاضر و ناظر تھے، اس کی بلا لازمی طریقہ بحث تبرہ النظر میں ملاحظہ کریں
 تاکہ طرح فہم کے دلائل سامنے آجائیں۔

ششم۔ مردہ اور چوتھے وہ جہانہ جس کے ذبح کے وقت غیر خدا کا نام لیا گیا ہو جیسکہ
 زناؤ جہانیت کے لوگ بتوں کے نام پر ذبح کرتے تھے، اور جس جہانہ کو ذبح تو صرف
 اللہ کے نام پر کیا گیا ہو مگر دوسرے اوقات میں وہ غیر خدا کی طرف منسوب رہا ہو
 حرام نہیں جیسے عبد اللہ کی گائے تھیتے کا بکا دلیر کا جہانہ یا ذہ جہانہ جس سے اولیاء کو
 ثواب پہنچانا منظور ہو، اُن کو غیر وقت ذبح میں اولیاء کے ناموں کے ساتھ نامزد کیا
 جائے مگر ذبح اُن کا فقط اللہ کے نام پر ہو، اس وقت کسی دوسرے کا نام نہ لیا جائے
 وہ حلال و طیب ہیں، اس آیت میں صرف اسی کو حرام فرمایا گیا ہے جس کو ذبح کئے
 وقت غیر خدا کا نام نہ لیا گیا ہو، ورنہ بی جو ذبح کی قید نہیں لگاتے وہ آیت کے معنی میں
 غلطی کرتے ہیں، اور ان کا قول تمام متن سیر مستبرہ کے خلاف ہے، اور خود آیت ان
 کے معنی کو نہیں بخنے دیتی کیونکہ مَا أَجِدُ لَہُمْ ذَبْحًا کے ساتھ مقید نہ کریں
 تَوَالِیْ مَا ذَکَّیْتُ شَدْکَا استثناء اس کو لاحق ہوگا اور وہ جہانہ جو غیر وقت ذبح میں
 غیر خدا کے نام سے موسوم رہا ہو وہ اَلَّذِیْنَ ذَکَّیْتُ شَدْکَا سے حلال ہوگا، غرض ورنہ بی
 کو آیت سے سند لائے کہ کوئی سبیل نہیں انتہی بظلم۔

مردی نعیم الدین صاحب نے یہ جو کچھ تحریر کیا ہے بعض اپنے ایک باطل نظریہ
 کے تحت لکھا ہے، اور اپنی بدعت پسندی کا واضح ثبوت دیا ہے جو چند
 وجوہ سے مردود ہے، اولاً اس سے کہ اطلاق کے معنی عربی زبان میں ذبح کے نہیں
 نامزد کرنے اور شہرت دینے کے ہیں مشہور لغوی حلقہ البراء الفتح نامہ ص ۱۱ عبد اللہ المظفری

الْخَفِيُّ وَالْمُتَرَفِّیُّ (۱۶۶) اِجْلَالُ کَاسْمَعْنٰی کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:-

اصْلُوا الْهَلَالَ وَاصْطَلَوْهُ وَغَمُّوا
اصْوَاقَهُمْ عِنْدَ رُؤْيَيْهِمْ - وَ
اصْطَلَالَ الْعَصْبِي اِنْ يَرْفَعُ صَوْتَهُ
بِالْحَقِّ عِنْدَ وَلَا يَتَمُ الْاَهْلَالُ
رَفَعَ الصَّوْتِ لِقَوْلِ لَا إِلَهَ إِلَّا
اللَّهُ وَعِنْدَ قَوْلِهِ تَعَالَى وَمَا
أَهْلُ بِهِ لَعْنِىرِ اللَّهِ وَأَهْلُ الْمَرْمِ
بِالْحَقِّ رَفَعَ صَوْتَهُ بِالتَّطْبِيبَةِ -
(مغزب جلد ۲ صفحہ ۱۹۹)

یعنی چاند دیکھنے کے وقت جو آواز بلند کی
جاتی ہے اس کو اِجْلَال اور اِجْلَال کہتے ہیں
اور اسی طرح جب پرت پیدائش کے وقت
آواز بلند کرے تو کہا جاتا ہے اِجْلَال یعنی
اور اِجْلَال کَاسْمَعْنٰی ہے بلند آواز سے اِجْلَال
اللہ پڑھنا اور اسی کچھ مَآ اِهْلُ بِہِ
لَعْنِیْرِ اللہ اور ناجی جب احرام باندھ
کر بلند آواز سے بیک پڑھتا ہے تو اس
کو بھی اِجْلَال کہتے ہیں۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اِجْلَال کے مفہوم اور معنی میں فرق کی قید ملحوظ نہیں
ہے، اور اس کا اصل معنی ہی آواز بلند کرنا ہے۔ اَلَمْ لَا تُحِبُّ اِصْفَانِی (۱۶۷) (الْمُتَرَفِّیُّ) کہتے ہیں کہ:-

وَالْاَهْلَالُ رَفَعَ الصَّوْتِ بِرُؤْيَا
الْهَلَالَ لَمْ يَسْتَعْمِلْ لَعْلُ مَتَّ
وَبِهْ شَبَّ اَهْلَالُ الْعَصْبِي وَقَوْلُهُ
تَعَالَى وَمَا اَهْلُ بِهِ لَعْنِىرِ اللَّهِ اِی
مَا ذَكَرَ طَبِیْعَ غَیْرِ اسْمِ اللَّهِ وَهُوَ
مَا كَانَ يَدْبَحُ لِاجْلِ الْاَصْنَامِ -
(مغزبات ص ۱۹۹ طبع مصر)

چاند دیکھتے وقت جو آواز بلند کیا جاتا ہے،
اس کو اِجْلَال کہتے ہیں پھر یہ مطلقاً ہر آواز کے
لیے استعمال کیا جاتا ہے اور اسی کچھ پیدائش
کے وقت بچے کے رونے کی آواز کو اِجْلَال
کہتے ہیں، اور مَآ اِهْلُ بِہِ لَعْنِیْرِ اللہ
کَاسْمَعْنٰی ہے کہ جس جگہ پر غیر اللہ کا نام
ذکر کیا گیا ہو اور وہ اسمِ نام کی خاطر ذکر کیا جائے۔

اس عبارت میں بھی اس امر کو آشکار کیا گیا ہے کہ جس جگہ کو غیر اللہ کے
لیے شہرت دی گئی ہو اور اسمِ نام کی خاطر جس کو ذکر کیا جائے وہ مَآ اِهْلُ بِہِ لَعْنِیْرِ اللہ

خالفوا اذا اردوا دفع ما حتر به
 لا لئلا سئلوا اسم التهم الحق
 قریباً ذلک لیس وجہاً مبذلاً
 کہہ کر اہل جاہلیت جب اپنے مذہب کو دلائل
 کے قریب کے لیے جانوروں کو ذبح کرنے کا
 الزام کرتے تو ان جانوروں پر اپنے ٹھکانے کا
 کہنا چاہتے اور بتانا دیتے اس کی تشریح کرتے تھے۔

اس عبارت سے بھی یہ بات بخوبی معلوم ہو گئی کہ وہ لوگ اپنے فاضل الملوں کے
 نام پر جانوروں کو ذبح کرنا بعد کر کے مگر ان کی تشبیہ اور اپنی خوش حسی کی وجہ سے ان
 جانوروں کو تقرب اور تعظیم کے طور پر ان کی طرف منسوب پہنچے کرتے تھے کہ مثلاً یہ
 فلاں زندگ کا بچہ اور یہ فلاں ولی کی بیٹی ہے، اور اسی نامزد کرنے کو اہل اہل کہتے ہیں۔
 تفسیر دارک اور یہ ضامی وغیرہ میں اہل اہل کے معنی دفع الصوت کے کہے ہیں غرضیکہ
 وقتاً اوہل کہ وقت ذبح کے ساتھ عقیدہ کرنے کی نہ گنجائش ہے اور نہ ضرورت خواہ
 مخواہ کی ضد کا البتہ کوئی علاج نہیں۔ ان بعض مستحقین کا نام نے عام رواج کے ہم پیش نظر
 ذبح کے وقت غیر اللہ کے ذکر کی مشورہ ضرورت ذکر کر دی ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب المعنی محدث دہلوی اپنی تفسیر عزیزی میں لکھتے
 ہیں کہ :-

اور اوہل کہ ذبح پر عمل کرنا خلاف لعنت اور عرف کے ہے اہل لعنت
 عرب اور عرف اس ملک میں معنی ذبح کے نہیں آیا ہے، کسی شعر اور کسی عبارت
 میں پایا نہیں جاتا بلکہ اہل لعنت عرب میں معنی آواز اور شہرت ٹیٹھ کے ہے ایسے
 آواز طفل نور اور شہرت چاند اور معنی آواز ذبح اور اس کے سوا معنی میں مشتمل ہے،
 اگر کوئی کہے اهلک الله مرگن معنی ذبحت الله نہ سمجھا جاوے گا اور نیز اگر اهلک
 کہ ذبح پر عمل کریں پس ذبح غیر اللہ مراد ہوگی، ذبح باسم غیر اللہ کہاں مراد ہوگی۔
 تاکہ علی ان آدمیوں کا حاصل ہوا پس اس عبارت میں اہل اہل کہ معنی ذبح لیتا
 اور پھر غیر اللہ کو بھاننے اسم غیر اللہ کہنا قریب تحریف کلام الہی کے پہنچا ہے۔

(تفسیر معنیزی پارہ سبقت جلد ۲ ص ۲۸۵) اور یہی شاہ صاحب اس کی مزید تفسیر اور تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ وَمَا أَهْلًا بِهِ الْغَيْبُ اللَّهُ اور مگر وہ چیز کہ آواز نہ گئی ہو حق، اس جائزہ میں بغیر اللہ واسطے غیر خدا کے خواہ وہ غیر ذات ہو یا روح غیبیٹ جیسے بھوگ کے نام شیتے ہیں، اور خواہ کہ جن کے نام کہ کسی کے گھر پر مسلط ہو اور چون لینے جائزہ کے دست بردار نہ ہو یا ہو اور خواہ پیر و پیغمبر کے نام زندہ جانو مقرر کر دیں کہ سب حرام ہے، اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ جو شخص جائزہ کو واسطے تقرب غیر خدا کے ذبح کرے وہ شخص ملعون ہے۔ (تفسیر معنیزی جلد ۲ ص ۲۸۵) اور حضرت شاہ صاحب برسر وقت ہی یہ تحریر فرماتے ہیں کہ اس واسطے کہ جب شہرت کہہ دی کہ یہ جائزہ فلاں کے واسطے ہے تو وقت ذبح کے خدا کا نام غیب نہ ہوگا۔ اس واسطے کہ وہ جائزہ منسوب بغیر خدا ہو گیا، اور اس میں پیدی ہوگی اور غیبت اس کا اثر خدا کے غیبت سے زیادہ ہے۔ اس واسطے کہ مردار بغیر ذکر نام خدا کے مر گیا ہے، اور یہ جائزہ غیر خدا کے نام پر مارا گیا ہے اور یہ عین شرک ہے، اور جب کہ غیبت مؤخر ہو تو ذکر نام خدا اس کو حلال نہیں کر سکتا جیسے کہ کتا اور سوزہ کہ اگر نام خدا سے کہ ذبح کیے جائیں حلال نہ ہوں گے، حقیقت اس مسئلہ کی یہ ہے کہ جان واسطے غیر جان پیکہ کئے والوں کے نام نیک کرنا درست نہیں ہے اور کھانے پینے کی اور چیزیں اور مال بھی تقرب بغیر اللہ کے واسطے دینا حرام اور شرک ہے (تفسیر معنیزی جلد ۲ ص ۲۸۵)

اور یہی حضرت شاہ صاحب دوسرے مقام پر یوں لکھتے ہیں کہ:-

در حدیث صحیح وارد شدہ کہ ملعون	میں حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص بغیر اللہ
من ذبح بغیر اللہ یعنی ہر کہ ذبح جائزہ	کے تقرب کے لیے جائزہ ذبح کرے وہ ملعون
تقرب بغیر خدا نماید ملعون است خواہ	ہے، بوقت ذبح اللہ تعالیٰ کا نام لے یا نہ
در وقت ذبح نام خدا بخیر و یا نہ زہرا کہ	لے کیجیگا جب اس نے اس بات کی تفسیر کر

چوں شہرت داو کہ اس جانور برائے
فلان است ذکر نام خدا بوقت ذبح
فائدہ ذکر وہ چہ آں جانور منسوب پاکن
غیر گشت و بخت و دال پیدا شد کہ
زیادہ از حبث مردار است و ہر گاہ
اس حبث دروے سرایت کند و بگو
بد کہ نام خداوند ملال نمی شود ہند ملک
و ملک کہ اگر بنام خداوند مذبح شوند
حلال نمی گردند۔
(فتاویٰ عزیزی جلد اول)

دی کہ یہ جانور غلال کے لیے ہے تو ذبح
کے وقت اس پر خدا تعالیٰ کا نام لینے
سے کوئی فائدہ نہ ہوگا کیونکہ جب وہ
جانور بطور تقرب غنیمت کی طرف منسوب
ہو گیا تو اس میں مردار سے جملہ کرم
پہنچی ہو گئی، اور اس میں جب یہ نجاست
سرایت کر گئی تو اب اللہ تعالیٰ کا نام لے
کر ذبح کرنے سے وہ حلال نہ ہوگا جطوری
کتابہ خیر کہ اگر ان پر خدا تعالیٰ کا نام لے کر
ان کو ذبح کیا جائے تب بھی وہ حلال نہیں بنتو

حضرت مولانا شبید احمد صاحب گنگوچی (المتوفی ۱۳۲۲ھ) اسی قسم کے ایک
سوال کا جواب یوں ارشاد فرماتے ہیں:-

الجواب:- جو جانور غیر کے نام کا ہو اس کو اس ہی نیت سے ذبح کرنا،
بسم اللہ کہہ کر بھی حرام ہے، اور جانور حرام ہی رہتا ہے۔ ایسے جانور کو ذبح نہ کرے
اور کسی کا بچا کرنا اور بچہ مالک ہونے کے درست ہے مگر کسی کی تعظیم و قربت کا
کرنا حرام ہے۔ اگر یہ نیت ہو کہ اس کا ثواب لوجہ اللہ کسی کو پہنچے تو اس میں کچھ
عارض نہیں تعظیم خیر پر ذبح سے حرام ہوتا ہے نہ مالک ہونے سے کسی بشر کے
دونوں میں فرق ہے۔ خط بندہ رشید احمد گنگوچی معنی عنہ (فتاویٰ جلد ۱ ص ۱۵)
طبع جدید برقی پریس وصلی

اس سادی بحث سے یہ بات بالکل روشن ہو جاتی ہے کہ اہلال کے معنی
ذبح کے ہرگز نہیں ہیں بلکہ شہرت جینے اور تقرب و تعظیم کے طور پر نامزد کرنے کے
ہیں، یعنی جس جانور کو غیر اللہ کے تقرب اور تعظیم کے لیے شہرت دی گئی ہو، اور

نامزد کیا گیا ہو اس کو اگرچہ بوقت ذبح اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ذبح کیا گیا ہو وہ حرام ہی ہے گا جس طرح کتا اور خنزیر بسم اللہ، اللہ اکبر پڑھ کر ذبح کرنے سے حلال نہیں ہو سکتے بعینہ اسی طرح غیر اللہ کے نام پر تقرب و تعظیم کیلئے نامزد کیا جوا جانور بھی اس پر بکجیر نہ کر ذبح کرنے سے حلال نہیں ہو سکتا۔ یہ وہ جانور جن میں غیر اللہ کی طرف نسبت شرعی اور عرفی ہو تو وہ عملی نزاع سے خارج ہیں۔ ان کو درمیان میں لانا زری جہالت ہے۔ مثلاً عبد اللہ کی گائے حقیقہ کا بکرا ولیمہ کا جانور وغیرہ کیونکہ عبد اللہ کی گائے سے مراد ہے جس کا وہ شرعی طور پر مالک ہے نہ تو اس میں عبد اللہ کا تقرب ملحوظ ہے، اور نہ اس کی وہ تعظیم جو مَا أَهْلُ الْبَيْتِ یَعْبُدُ اللہ فیہ معقود ہوتی ہے۔ اسی طرح حقیقہ اور ولیمہ کے جانور سے وہ جانور مراد ہے جو شریعت کے حکم کی پیروی میں ذبح کیا جاتا ہے نہ اپنی طرف سے اس کا التزام ہے، اور نہ اس میں تو مولود اور دولہا وغیرہ کا تقرب مطلوب ہوتا ہے اور نہ بھڑٹا بک کے پٹنے نفع و نقصان کا کوئی پہلو ہی ان سے وابستہ ہے۔ وثانیاً، جن مستثنیٰ کرام نے ذبح کے وقت غیر اللہ مثلاً اسماعیل وغیرہ کا ذکر کیا ہے تو یہ اس لیے نہیں کہ مَا أَهْلُ الْبَيْتِ یَعْبُدُ اللہ صرف اسی میں منحصر ہے، بلکہ انہوں نے اپنے زمانہ کے رواج کے مطابق صرف ایک شریک کا ذکر کر دیا ہے جیسا کہ کل بھاسے، اور صنم وغیرہ کی قید محض اتفاقی ہے، احترازی نہیں، علاوہ ازیں اگر مَا أَهْلُ الْبَيْتِ یَعْبُدُ اللہ ہم سے مراد صرف بت ہیں جیسا کہ دیگر اہل بدعت علویہ اور مولوی نعیم الدین صاحب خصوصاً اس پر مصر میں تفسیر المائتہ میں اسی آیت میں قَدْ مَنَّ اللہ عَلَی النَّصِیْبِ کے الفاظ میں موجود ہیں جس کا معنی یہ ہے۔ اور وہ جانور بھی حرام ہیں جو بتوں کے نام پر ذبح کئے جائیں اگر کَمَا أَهْلُ الْبَيْتِ یَعْبُدُ اللہ ہم کا بھی یہی مطلب ہو۔ تو رواجِ ملت کے ساتھ قَدْ مَنَّ اللہ عَلَی النَّصِیْبِ کا ذکر بیکار ہو گا اور محکوم بھی لازم آئے گا جو فصاحت کے خلاف ہے۔ چنانچہ

امام قزوینی فرماتے ہیں کہ :-

قیہ العنم لرد المشکین والآ
فالرد غیر الله مطلقاً سرطانی
صناً او غیرہ (بحر التفسیر ص ۱۱۱)

علامہ الروحان افیر الدین محمد بن یوسف الاندلسی (المتوفی ۷۴۵) اس آیت
کریمہ کی تفسیر میں مختلف اقوال نقل کر کے آگے لکھتے ہیں کہ :-

والذی یظهر من الآیۃ تحقیرہ
ما ذبح لغیر الله فیندیح فی
لفظ غیر الله العنم والمسیح و
الفخر واللعب ومعنی ذلک اعداؤہ
لانہم یرفعون اصنامہم باسم
المذبح لہ عند الذبیحۃ ثم
توسع فیہ وکثر حثی صارا
لحعل ذبیحۃ جہر اولیہ یجہر
کما یرسل بالتلبیۃ صار علما
لحعل محرم رفع صوتہ اولیہ غیرہ
(تفسیر البحر المحیط ص ۱۱۱ طبع مصر)

جو چیز اس آیت کریمہ سے ظاہر ہوتی ہے وہ
یہ ہے جو جانہ بھی غیر اللہ کے لیے ذبح کیا جائے
وہ حرام ہے پس لفظ غیر اللہ میں بہت محنت
مسیح علیہ السلام وغیرہ کھیل بھی شامل ہیں اور اس
کو اس لیے اہل کتب نے یہ کہہ کر لوگ ذبح کے وقت
اس شخص کا نام دینا کہتے تھے جس کے لیے جانور
ذبح کرتے تھے، پھر اس میں یہ دست اور کثرت
آگئی کہ ہر چیز پر اس کا اطلاق کئے گا خواہ اس میں
آواز بلند ہو یا نہ ہو جیسے غیر کہنے کو اہل کتب نے یہی
اور یہ ہر عزم کی علامت ہے۔ وہ آواز بلند کئے یا نہ کئے
(اصل میں آواز کی جگہی اس میں ملاحظہ ہے)

اس سے بھی بظہر من یدہ معلوم ہوا کہ غیر اللہ کا اظہار صرف صنم وغیرہ کے ساتھ
مختص نہیں ہے بلکہ اس میں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام تک کی بزرگ شخصیت
بھی شامل ہے، اور جس جانور کو بھی غیر اللہ کے لیے ذبح کیا جائے گا، اس طرد پر کہ
اس میں غیر کا اقرب و تعظیم ملحوظ ہو گا ایسا جانور یقیناً حرام ہے، اور اس آیت کریمہ
کے حکم میں وہ شامل ہے، اور علامہ آلوسی الحنفی لکھتے ہیں کہ :-

وَالْمَرَادُ بِغَيْرِ اللَّهِ الصَّنْعُ وَغَيْرُهُ
صَحَابَهُمُ الظَّاهِرُ وَالْمُخْتَصَرُ
وَمَكْرُوهٌ وَالشَّعْبِيُّ وَالْحَسَنُ وَ
سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيْبِ إِلَى تَخْصِيصِ
الْفَضْلِ بِالْأَوَّلِ وَابِلَعَةُ ذَبِيحَةُ
النَّصْرَانِي إِذَا سَجَى عَلَيْهَا بِاسْمِ
الْمَسِيحِ وَهَذَا اخْتِلَافٌ مَا اتَّفَقَ عَلَيْهِ
الْأَكْثَرُ مِنَ الْمُتَقَدِّمِينَ
تفسير روح المعاني ج ۲ ص ۲۴ طبع مصر

غیر اللہ سے مراد صنم وغیرہ ہے جیسا کہ
تلا ہے، اور حضرت عطار، مکحول،
شعبی، حسن اور سعید بن المسیب اس
طرف گئے ہیں کہ غیر اللہ سے مراد صنم
ہے، اور انہوں نے نصرانی کے اس
ذبیحہ کو مباح قرار دیا ہے جس پر حضرت
عیس علیہ السلام کا نام لیا گیا ہو اور یہ اگر کرام
کے اس اتفاق کے خلاف ہے جس پر انہوں نے
اس کی تحریم کا فیصلہ کیا ہے۔

علامہ آکسچی کی اس عبارت سے بھی صاف ظہور یہ معلوم ہوا کہ غیر اللہ کے
صنم کے ساتھ خاص نہیں جیسا کہ بعض حضرات کریں وہ ہم ثابت ہے بلکہ اس میں حضرت
عیس علیہ السلام بھی شامل ہیں، اگر جانور پر بجائے صنم کے حضرت عیس کا نام ہی لیا گیا ہو
تب بھی وہ اگر کرام کی تصریح سے حرام ہی ہے گا۔

مفسرین کرام اور فقہاء عظام نے اس امر کی تصریح بھی کی ہے کہ غیر اللہ کے
تقرب کی نیت سے جانور ذبح کرنے سے مکملان مرتبہ ہو جاتا ہے، اور وہ جانور حرام
ہو جاتا ہے۔ چنانچہ علامہ شیخ زاوۃ فرماتے ہیں کہ:-

قَالَ الْعُلَمَاءُ وَلَوْ ذُبِحَ مَسْلُومٌ ذَبِيحَةً
وَقَصْدُهَا التَّقَرُّبُ إِلَى غَيْرِ اللَّهِ
تَعَالَى حَارَمٌ مَسْلُومٌ أَوْ ذَبِيحَةٌ مَيْتَةٌ
علامہ کرام نے تصریح کی ہے کہ اگر کوئی مسلمان
غیر اللہ کے تقرب کے لیے جانور ذبح کرے
تو ذبح کرنے والا کافر اور ذبح کیا ہوا
جانور حرام ہو جائے گا۔

(الحلیل ج ۱ ص ۱۷۸)
تفسیر خوشنودین، روح البیان، کبیر اور تفسیر عزیزی میں غیر اللہ کے تقرب
اور جانور کے حرام ہونے کی صراحت موجود ہے، اور عزیزی کا حوالہ مفصل پہلے بیان

ہو چکا ہے بشرطِ خفی فحیۃ علانہ تھکنی (الموتی ۵۱۰۵۸) کہتے ہیں کہ :-

لو ذبح لقدم الامیر وضوء کالحاد
من العظام یحدم لانه اھل
بہ لیسیر اللہ فلو ذکر اسہ
اللہ علیہ ۔

اللہ کی مد میں ہے، اگرچہ بوقتِ ذبح اس

پر بسم اللہ بھی پڑھی گئی ہو۔

(رد مختار ص ۳۹۹)

جس طرح دردِ حاضر میں کسی ملک کے سربراہ اور حاکم کی آمد پر اس کے اعزاز و اکرام کے لیے توہینِ واقعی جاتی ہیں، عہدِ سابق میں ایسے موقع پر بعض طرح کی دیوانہ جی حضور یوں کی طرف سے جانور ذبح کئے جاتے تھے، اور آنے والے مہمان اور باوقار کی تعظیم و رضا جی میں جانور بحیثیت چڑھائے جاتے تھے، اور بوقتِ ذبح ان پر باقاعدہ بسم اللہ ادا کیا کہہ کر ان کو ذبح کیا جاتا تھا، مگر علماء اسلام اور خصوصاً مفتیانِ احناف نے ایسے جانوروں کو مٹا اھل بہ لیسیر اللہ کی مد میں شمار کیا اور ان کو حرام قرار دیا ہے، حالانکہ بوقتِ ذبح ان پر بسم اللہ پڑھی جاتی تھی، اور جس کے لیے جانور ذبح کیا جاتا تھا منہم اور ست بھی نہیں ہوتا تھا بلکہ وہ امیر و رئیس اور بڑا آدمی ہوتا تھا جیسا کہ عبارت سے ظاہر ہے اور مولانا عبدالحی صاحب فتاویٰ ہزاریہ کے حوالہ سے یہ کہتے ہیں ۔

ولو ذبحہ لقدم الامیر والخدم
واحد من العظام لا یحلم احلہ
وان ذکر اسم اللہ علیہ لانه
ذبح لتعظیم خلق اللہ ولہذا لا
یضعہ بین ید یدہ اھ

اور اگر اس نے اس جانور کو کسی امیر یا کسی
بڑے آدمی کی آمد پر ذبح کیا تو اس کا کھانا حلال
نہیں، اگرچہ اس پر اللہ تعالیٰ کا نام بھی پڑا ہو
کیونکہ وہ تعظیمِ خلق اللہ کے لیے ذبح کیا گیا ہو۔
اور اسی واسطے وہ اس کے ہاتھ

نہیں رکھا جاتا۔

(فتاویٰ جلد ۲ ص ۹۷)

اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں :

مَا أُجِلَّ بِهِ يُعْثِرُ اللَّهُ سِوَهُ جَانِبِهِ جَوَاقِدُ تَقَرُّبٍ
إِلَى غَيْرِ اللَّهِ ذَرْجٌ كَمَا جَاءَتْ، أَوْ مَقْصُودُ رَاقَةِ الدَّمِ سِوَهُ تَعْلِيمٍ غَيْرِ فُضْلٍ هُوَ أَوْ جَانِبٌ وَرِثَا
خَالِصٌ غَيْرُكَ لِمَا لَيْسَ بِهِ سِوَهُ، أَيْ جَانِبٌ حَرَامٌ هُوَ، أَلَا جَرِّهِ وَقْتُ ذَرْجٍ كَيْسَ لِمَا لَيْسَ
إِسْ بِكَسٍ جَاءَتْ. اِذَا رَفَعْنَا هِيَ جِلْدًا مَنَافًا وَرِثَا سِوَهُ مِثْلًا اسْتَفْهَامًا اس کا
جواب یوں ہے :-

استفهام :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ زید نے ایک
بکرا یا مٹھی شیخ سند پر درخش کیا، بعد چندے بسم اللہ اللہ اکبر کر کے ذرّج کیا وہ
حرام ہے یا حلال، صورت دیگر یوں ہے کہ اس بچے کو بنام اللہ پر درخش کیا، مگر
بروقت ذرّج شیخ سند کو کہ پھری پھری، پس یہ ذبیحہ کیا ہے۔ سیتھوانہ جبرٹا۔
الجواب :- هذا المصوب :- یہ دونوں صورتیں مَا أُجِلَّ لِحَبِيدِ اللَّهِ مِنْ
وَاضِلٌ ہیں جس صورت میں تقرب الی غیر اللہ مقصود ہو وہ ذبیحہ حرام ہوگا، اگرچہ
بروقت ذرّج بسم اللہ کی جاوے۔ اہ (جلد ۱ ص ۳۹)

اور جلد ۲ ص ۹ پر ہے کہ غیر اللہ کی خند و مسکت حرام ہے، اور منقولہ غیر خدا
کا شریعتی ہو یا فیرینی کھانا ہر امیر و فیر پر حرام ہے اہ و ثانیاً قرآن کریم میں جو
الفاظ آئے ہیں وہ بغیر اللہ کے ہیں بغیر اللہ کے نہیں، اور عربی کا مبتدی طالب علم
بھی یہ جانتا ہے کہ بغیر اللہ کا معنی یہ ہے کہ وہ غیر خدا کے لیے ہو، اور غیر کے نام
پر اس کو شہرت دی گئی ہو، اور اسی کے لیے وہ تقرب کے طور پر نامزد ہو، اگر
قرآن کریم میں الفاظ بغیر اللہ کے ہوتے تو یہ تاویل ایک مدت تک سنی ہا سبھی معنی
کہ بروقت ذرّج غیر اللہ کا نام لے کر جالور کو ذرّج کیا جائے۔ اور حدیث شریفہ
میں بھی بغیر اللہ کے الفاظ آئے ہیں۔ چنانچہ حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ :-

لعن الله من ذبح لنفسه الله لعن
 رسلہ جلد ۲ ص ۱۷۰ ادب المفرد
 ص ۱۷۰ و موارد الظلم ان ص ۱۷۰ ضائع جلد ۲
 ص ۱۷۰ و مستدرک جلد ۲ ص ۱۷۰

اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کی سخت تادیب فرمائی
 ہے جو جانوروں کو اپنے بندگان اور پیشواؤں کی قبروں پر سے جا کر ذبح کیا کرتے تھے۔
 چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
 ارشاد فرمایا کہ :-

لا اعتقني الاسلام قال عبد الرزاق
 حلفوا يعقرون عند القبر
 بقرۃ او شئاً - (البرہان جلد ۲
 ص ۱۷۰ سنن الکبریٰ ج ۲ ص ۱۷۰)
 اسلام ختم کا قائل ہی نہیں سچا مسلم ہو جاتا
 فرماتے ہیں کہ ختم کا معنی یہ ہے کہ قبر کے
 پاس گائے یا کوئی اور جانور سے جا کر ذبح
 کیا جائے۔

غرضیکہ فقط غیر اللہ کو صرف بتوں پر بند کر دینا، اور اولیاء اللہ کے لیے
 جانوروں کے نام نہ ذکر کرنے کو آیت کے علوم سے نکال دینا نہ صرف علمی جہالت
 اور خیانت ہے، بلکہ حضرت شاہ عبد العزیز صاحب کے ارشاد کے مطابق یہ
 اللہ کی تحریریت بھی ہے اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے، ورنہ آگیا جانور ہو یا کوئی اور شے ہو
 جب کسی ولی اور بزرگ کے نام پر اس اعتقاد سے وہی جلنے کہ اس سے جلب
 منفعت یا دفع مضرت ہوگی، تو وہ حرام ہے، چنانچہ فرقہ حنفی کی مشہور متہ اول
 اور مستند کما یوں میں یہ مسئلہ وضاحت کے ساتھ لکھا ہے کہ :-

اعلم ان النذر الذي يقع
 لا صوات من احشر الصوام و
 ما يخذ من الدواهم والشمع
 لا يجوز ان يذبح له
 حرام مرگول کے لیے ملتے ہیں، اور جو چیز
 و قسم ہو یہ، موم، تیل، اور اس قسم کی

و دیگر چیزیں ہندوؤں کی قبول نہ اس سے
تقرب حاصل کرنے کے لیے پہنچائی جاتی ہیں
مثلاً کوئی کتہہ کے لئے میرے آقا فلاں اگر
میرا گم شد آدمی واپس آگیا یا میری عادت
پوری کردی گئی تو مجھے اتنا سن، اور اتنی جانک
یا اتنا دلچ، یا اتنی موم بتیاں، یا اتنا تیل دیں
کا، تو یہ نقد باطل اور حرام ہے۔ اور اس
کے بطلان کی کئی وجہ ہیں۔ ایک یہ ہے
کہ یہ کارروائی نقد ہے، اور نقد عبادت ہے
جو مخلوق کے لیے جائز نہیں ہے۔ دوسری
وجہ یہ ہے کہ جس کے لیے نذر دئی گئی ہے
وہ میت ہے اور نذر کی چیز کو وہ اپنی ملک
میں نہیں لے سکتی، اور تیسری یہ ہے کہ نذر
ماننے والے کا یہ گناہ کہ مریت ادا تھا
کے لیے معاملات میں تصرف کرتی ہے
سوا اس کا یہ اعتقاد کفر ہے۔

والذیت وغیرھا الی من رائج الاولیاء
الکرام لقتلہا یا الیہم مکان یقول
یا سیدی فلان ان رد غائبی او
تضیت حاجتی فلان من المذهب
کذا ومن الفضة هكذا او من
الطعام او النصح او الذیت کذا
باطل وحرام بوجہ منہا انہ
نذروا النذر للمخلوق لا یجوز
لانہ عبادۃ ومنہا ان النذر
لہ میت والمیت لا یسلک ومنہا
ظن ان المیت یتصرف فی الاموال
دون اللہ تعالیٰ فا اعتقادہ مبطل
کفر اور
الرحمہ اللہ ج ۲ صفحہ ۲۹۹ و شامی ج ۲
صفحہ ۱۷۵ والفاظ

خود کیجئے کہ دفتر دار فقہاء کو امام نے کس طرح اولیاء کرام کی قبروں تک تقرب
کی نیت سے اشیاء لے جانے کو حرام اور باطل کہا ہے۔ اور خود مولوی نعیم الدین
صاحب بھی لکھتے ہیں کہ شرع میں نذر عبادت اور قربت مقصود ہے۔ صفحہ
۵۵۴ اور فقہاء نے یہ تصریح کی ہے کہ اگر یہ ظن بھی ساتھ شامل ہو جائے کہ صاحب
قبر ولی نفع اور منکر کے امور میں متصرف بھی ہیں تو یہ کفر بھی ہے، حیرت ہے
کہ مولوی نعیم الدین صاحب اور ان کے حواری کس دیدہ دلیری سے نصوص صریح

کی باطل تاویل کرتے ہیں اور فقہاء کرام کی واضح عبارات کو دروغاً عقائد نہیں سمجھتے، اور پھر غضب بالائے غضب قریہ ہے کہ دعویٰ یہ کرتے ہیں کہ واپائی آیت کے معنی غلط کرتے ہیں۔ اور یہ کہ واپائی کو آیت سے متعلق نہ لانے کی کوئی سبیل نہیں ہے۔ طلباً ایسے ہی موقع کے لیے کہا گیا ہے کہ۔

چہ دلاور است، دُڑے کر بجھت چراغ دار و

اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

اور وہ نندہ جو اکثر عوام سے واقف ہوتی ہے
مثلاً یہ کہ کسی نیک کی قبر پر جا کر اس کی چادر
اور پردہ اٹھا کر رکھنے سے سوار گریز کا
ماجست پوری ہوگئی تو تجھے شوق آتا سوتا یا
جائے گا، یہ نندہ بالاجماع باطل ہے اور
اگر یہ کہہ کرے اللہ ہے شک میں نے
تیرے لیے عذرائی ہے مثلاً اگر تو نے میرے
بیمار کو شادی تو میں سیدہ فاطمہ کے گہرہ
پر پہنے والے خزانہ کو کھانا کھلاؤں گا،
یا ان کی مسجد کے لیے چٹائی خرید دوں گا، یا
وہاں (خزانہ) بٹالے کے لیے تیل دوں گا
یا جو شخص ان کی خدمت کا حق ادا کرے گا
میں وہ ہم دہم دوں گا، اور ایسی ہی چیزیں ہیں
میں خزانہ کا نفع ہو، اور نندہ صرف اللہ تعالیٰ
کے لیے ہیں، اور بزرگ کا ذکر محض اس شخص کو
نندہ صرف کرتے

والنذر الذی یقع من اکثر العلم
بان یا آئی الی قبر بعض الصلحاء
وینفی ستره قائلاً یا سیدی
فلان ان قضیت حاجتی فلت
من الذہب مثلاً هذا یاطل
اجماعاً نعم اوقال یا اللہ انی
نذرت لك ان شفیعت مریضی
او نعم ان اطعم الفقراء الدین
بباب السیدة ففسیة او نعمها
او اشتری حصیلاً لمسجدھا او
زیتاً لوقودھا او دراهم لمن
یتوم بشعائرها مما یمیکون فیہ
ففع الفقراء والنذر لله وذكر
الشیخ انما هو محل لعون النذر
لستقدم یجوز لکن لا یجوز صرفه
او الی الفقراء لا الی ذی علم

بصلحہ ولا لمناظر الشیخ الا ان
 یکون المناظر واحد من الفتوی
 وافاضت لهذا فما یقصد من
 المنهم وغیرها ۛ ینقل الی
 خراج الاولیاء تقدیرا الیہم مقام
 بالاجماع مالہم یقصد بموقوفہا
 الفقراء الاحیاء قراءۃ واحدہ وقد
 ابتلی الناس بذلک ہکذا
 فی التہذیب الخائف والجمال الخائف انتہی
 وقت لای عالم گویا ج ۱ ص ۱۳۹

طبع مصر

کی جگہ جہتوں نے نذر جائز ہے مگر اس نذر کو
 فقط فقراء پر ہی صرف کیا جاسکتا ہے، نہ
 کو کسی عالم پر اس کے علم کو وجہ سے صرف
 کیا جاسکتا، اور نہ وہاں شیخ کے مدار میں
 پہنچنے والوں پر، ہاں مگر یہ کہ وہاں پہنچنے
 والا کوئی شخص غیر جہتوں بات جیسا ہے،
 اور جب یہ معلوم ہو گیا تو اس سے بھگنا چاہئے
 کہ جو وہ ہم وغیرہ اولیاء کو کلام کی قبول پر ان
 کے قریب کے لیے ہمیشہ کیے جاتے ہیں تو
 وہ بالا جماع حرام ہیں جب تک کہ ان کو ہم
 کو نذر فقراء پر صرف کر کے کا قصد نہ کیا جائے
 وہ حلال نہیں اس میں صرف ایک ہی قول
 ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ اور
 (افسوس ہے) کہ لوگ اس میں بکثرت مبتلا
 ہیں۔ ایسا ہی انہما فی اور کچھ اراکین میں ہے۔

اس عبارت سے صاف طور پر معلوم ہوا کہ حضرات اولیاء کو کلام کے قریب کے
 اراکین سے جو نذر مانی جاتی ہے، وہ بالا جماع حرام ہے اور اکثر عوام اس میں مبتلا ہیں۔
 ہاں اگر نذر تو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہو، اور اولیاء کو کلام کا نام اس لیے لیا گیا ہو کہ
 ان کے عزائمات پر فقرہ کہتے ہیں، اور محل صرف ان کو کچھ کر وہاں صرف کرتا ہے
 تو اس میں چنداں مضائقہ نہیں ہے، جن حضرات نے نذر اولیاء کو جائز قرار دیا ہے
 وہ اسی دوسری صورت کے مطابق ہے جیسا کہ شیخ احمد المدظلہ جبرن البحر پوری
 المحقق (المترقی ۱۱۳۰) لکھتے ہیں کہ :-

ومن ههنا علم ان البقرة المنقاة
والاولاد كما هو المسموع في دعائها
حلال طيب لانه لعينه كراسه
غير الله عليها وقت الفتح وان
حافظ ايندو نہالہ ۔
اس پر غیر اللہ کا نام نہیں دیا گیا اگرچہ اس

والنفسیات الامعديہ من طبع علی علی
کروہ اس کے لیے خدا مانتے ہیں۔

اس عبارت سے جن لوگوں نے غلط مطلب لینے کی کوشش کی ہے۔ ان
کی تردید کرتے ہوئے حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی (المتوفی ۱۳۶۲ھ)
کہتے ہیں کہ بعض لوگوں کو تفسیر احمدی کی عبارت سے شہ شہ ہو گیا ہے، اس کا جواب
اس کے منہ سے ظاہر ہے کہ انہوں نے تاویل ایصال ثواب کی بنا پر علت کا حکم فرمایا
ہے اور بلا تاویل حلال نہیں کہتے جیسا اسی قسم کی تاویل سے نوہی نے ابراہیم مرفی
کے قول کے بعد راضی کا قول نقل کیلئے فرمایا یہ تاویل یقیناً منفي ہو اس کے یکے
مطلق کہا جائے گا اور علوم کا یہ فعل یقیناً قابل تاویل نہیں۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ
اگر اس جانور کے بدلے اس کی دولی قیمت کی چیز ان کو دے کر کہا جاوے کہ بخدا
اس جانور کے اس چیز سے ایصال ثواب کرو ہرگز وہ گوارا نہ کریں، اور ہسپتال
میں اندیشہ ناراضی ان بزرگوں کا کریں جن سے فساد نیت یقینی ہے اور یہی مدد
تھا حرمت کا خوب کچھ نہ۔ انتہی بلفظ (تفسیر بیان القرآن ج ۱ ص ۵۵) جہاں
پاس تفسیر احمدی کا جو نسخہ ہے وہ منہ سے خالی ہے لیکن حضرت تھانوی کے
پیش نظر مزد کوئی منہ والا نسخہ ہے جس کا وہ حوالہ دیتے ہیں۔ امام نوہی کی
جس عبارت کا انہوں نے ذکر فرمایا ہے، وہ یوں ہے۔

واعمال الذبح لغیر اللہ فالملاد بہ
ان یدفع باسمہ غیر اللہ
اور بہر حال ذبح لغیر اللہ سے مراد ہے
کہ غیر اللہ کے نام پر اس کو ذبح کیا جائے

تعالى كمن ذبح للنعم او الصليب
 او لموسى او عيسى صلى الله عليهما
 او الكعبة ونحو ذلك فحفل هذا
 حرام ولا تحفل هذه الذبيحة سواء
 كان الذاب مسلماً او نصرانياً او
 يهودياً نفس عليه الشافعي
 واتفق عليه اصحاب فان قصده
 مع ذلك تعظيم المذبح له غير
 الله تعالى والعبادة له كاف
 ذلك كعدو فان كان الذاب مسلماً
 قبل ذلك صار بالذبح مرتد
 ذكر الشيخ ابراهيم المسعودي عن
 اصحاب ان ما يذبح عند استقبال
 السلطان تقريباً اليه افترأه
 بخلاف بتقريره لانه مما اهل
 به لغير الله تعالى قال الرافعي
 انما يذبحونه استبشاراً
 بقدمهم فهو كذبح العقيقة
 ولادة المولد ومثل هذا
 لا يوجب التحريم والله اعلم
 (شرح مسلم جلد ۲ ص ۱۷۱)

جس طرح کوئی شخص بُت یا صلیب یا حضرت
 موسی یا حضرت عیسیٰ علیہما السلام یا کعبہ وغیرہ
 کے لیے ذبح کرے تو سب حرام ہے اور
 یہ ذبح حلال نہیں عالم اس سے کہ ذبح کئے
 والا مسلمان ہو یا نصرانی یا یہودی، حضرت
 امام شافعی نے صراحت سے یہ بیان کیا ہے
 اور ہم سے (شوافع) حضرات اس پر متفق
 ہیں، پس اگر اس کے ساتھ غیر اللہ میں سے
 جس کے لیے جاور ذبح کیا ہے اس کی تعظیم
 اور پرستش بھی مقصود ہو تو یہ کفر ہے۔ سو اگر
 ذبح کرنے والا اس سے پہلے مسلمان تھا
 تو اس ذبح کے ساتھ وہ مرتد ہو گیا اور جبکہ
 حضرات میں سے شیخ ابراہیم المودنی یہ کہتے
 ہیں کہ جو جانور بادشاہ کی آمد کی خوشی میں قرب
 (ذبح) تعظیم کے طور پر ذبح کیا جاتا ہے تو وہ حلال
 ہے یہ فتویٰ دیا ہے کہ وہ جائز حرام ہے،
 کیونکہ وہ کعبہ اھل بیت علیہم السلام
 میں داخل ہے۔ امام (حنبل) (شافعی) فرماتے
 ہیں کہ یہ جانور قرب و تعظیم کے طور پر نہیں بلکہ
 محض اُمک کی خوشی پر ذبح کیا جاتا ہے جیسا
 کہ چنگی کی ولادت کے سلسلے میں بخیر کیا جاتا
 ہے اور اس میں حرمت کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

حضرت امام راضی الشافعیؒ نے جو تاویل کی ہے وہ تفصیل طلب ہے
 بایں طور کہ اگر بادشاہ یا کسی بڑے آدمی کی آمد پر محض اس کی مصافحہ اور ضیافت کے
 لیے بعد ضرورت جانہ ذبح کئے جائیں اور تقرب و تعظیم کی نیت بالکل نہ ہو تو
 بہا ہے اور سلف صالحین جو بدیع شریعت سے واقف اور اچھے اعتقاد والے
 ہوتے تھے، اسی نظریہ سے حالہ ذبح کیا کرتے تھے، اور خواہ غزاہ اس کو حرام کہنے اور
 بنانے کی ضرورت بھی نہیں ہے، لیکن اگر یہ جانہ اس کی تعظیم و تقرب کی نیت سے
 ذبح کئے جائیں جس کا واضح قرینہ یہ ہے کہ نہ تو آسنے والا مسلمان مان کر کھائے اور نہ
 ضرورت کے مطابق جانہ ذبح کئے گئے ہوں بلکہ تعظیم کے طور پر زاد از ضرورت
 ہوں جیسے آج کل کسی بادشاہ وغیرہ کی آمد پر قومیں داخلی جاتی ہیں اور بعینہ اس انداز
 اور نظریہ سے جانہ ذبح کئے جائیں تو اس صورت میں امام راضیؒ کی تاویل اس صورت
 کو ہرگز رفع نہیں کرتی، اور پھر امام مروزیؒ کی عبادت میں تقرب کا لفظ صریحت
 سے موجود ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ بات تقرب کی صورت کی ہو رہی ہے
 محض ضیافت مصافحہ کی نہیں ہو رہی تو اس صورت میں اس بیکار تاویل کی کیا وقعت
 ہو سکتی ہے؟ غنا بخارہ اور امام مروزیؒ نے تقرب کی صورت میں حرمت کا جو فتویٰ
 دیا ہے وہ بالکل بجا اور صحیح ہے، بھلا غور فرمائیے کہ آسنے والا تو مرغ و شیر کھائے،
 اور اس کی آمد پر بعینہ اہل ذبیحہ و ذبح کئے جائیں تو کون اس سے بچے گا کہ یہ اس
 کی ضیافت کے لیے ذبح ہوتے ہیں یا مثلاً آسنے والے کے ساتھ تو اس آدمی ہوں
 جو مشکل سے ایک دُشہ کھا سکتے ہوں اور اس کی آمد پر جیسوں جسے ذبح کر بیٹے
 جائیں تو بظاہر یہ صورت تقرب و تعظیم اور بحدیث ہی کی ہے، اور فتوہ بخارہ کا فتویٰ
 بدیع شریعت کے عین مطابق اور بالکل درست ہے اور امام راضیؒ کی تاویل اس صورت
 کو رفع نہیں کر سکتی یہ بات بھی غلط ہے کہ اس کا حقیقہ پر قیاس بھی درست نہیں
 ہے کیونکہ دلائل تقرب اللہ تعظیم تو سرے سے مقصود نہیں کالابغنی اور نہ محض خوشی

ہوتی ہے بلکہ شریعت حق کے ایک مستحب حکم کی تعمیل ہے یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی شخص بچے کی ولادت کے وقت یا ساتویں دن سے پہلے کسی بھی وقت خوشی کرتے ہوئے جانور ذبح کرے تو یہ حقیقتاً ہوگا اگر نری خوشی ہوتی تو ولادت کے وقت یہ کام زیادہ مناسب ہوگا غائباً۔ مولیٰ نعیم الدین صاحب نے جو یہ لکھا ہے کہ کیونکہ مَا أَهْلًا بِذِكْرِهِ اگر وقت ذبح کے ساتھ مقتیدہ کریں تو اِنَّ مَا أَهْلًا بِذِكْرِهِ کا استثناء اس کو لاحق ہوگا، اور وہ جانور جو غیر وقت ذبح میں غیر خدا کے نام سے موسوم رہا وہ اِنَّ مَا أَهْلًا بِذِكْرِهِ سے حلال ہوگا؟ یہ محض جمالت کا غیر ہے، اس لیے کہ یہ استثناء سب ذکرہ اشیا کے ساتھ ملحق نہیں، بلکہ صرف قرب کی چیزوں سے ملحق ہے مثلاً وَمَا أَهْلًا بِذِكْرِهِ وغیرہ اگر سب کے ساتھ ملحق ہوں تو ان میں پتہ اور خنزیر کا تذکرہ بھی ہے اور اس اعتبار سے معنی یہ ہوگا کہ مکرہ جانور جو خود بخود بدلنے کے مرجح ہو وہ حرام ہے گستاں جس مردار کو تم ذبح کر لو وہ حلال ہے اور خنزیر کا گوشت بھی حرام ہے ہاں مگر جس کو تم ذبح کر لو تو وہ حلال ہو جائے گا۔ (معاذ اللہ) جب جانور مردار ہو چکا ہو تو پھر وہ ذبح کرنے سے کیونکر حلال ہو سکتا ہے؟ اور خنزیر کس طرح ذبح کرنے سے حلال ہو سکتا ہے؟ کیونکہ بقول مولیٰ نعیم الدین صاحب کے استثناء ان کو بھی لاحق ہوگی لَا تَحِلُّ لَكُمْ فُتُوهُ اِنَّ مَا أَهْلًا بِذِكْرِهِ کے مفسر کی قرآن طائی، حقیقت یہ ہے کہ جب انسان خوف خدا سے بے نیاز ہو جائے، اور بدعات کا خیدائی بن جائے اور مانی کا روائیوں پر اُترے تو دینی معاملات میں قدم قدم پر غلطی کرکھائے گا اور دنیا و آخرت میں عذاب اللہ و عذاب الناس رسوا ہوگا (عیاذ باللہ) و ما تَسَاءَلُ اِیَّالَ ثَوَابِ کا مسئلہ صحیح اور حق ہے، لیکن آخر چُن چُن کر بدگوا کر ہی کیوں اس کے لیے انتخاب کیا جاتا ہے۔ اچھے ماں باپ اور دیگے اعزہ و اقارب کو جو فاضل الامر میں ثواب کے زیادہ محتاج ہیں ان کو یہ کیوں داس نہیں آتا، اس کی وجہ کیا ہے؟ اور یہ بات بھی ملحوظ ہے کہ ایصال

ثواب میں تو اپنے کسی کام اور ضرورت کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، اور نہ
تقرب بغیر اللہ کا نظریہ ملحوظ ہوتا ہے اور نہ جس کو ایصالِ ثواب مقصود ہوتا ہے،
اس سے کسی نفع کی امید رکھی جاتی ہے، بلکہ اٹا اس کو نفع پہنچانے کا ارادہ ہوتا
ہے، اگر وہ یہاں میں اپنی کسی حاجت کا ذکر ہو تو یہ ایصالِ ثواب نہ ہے، بلکہ
نذر اور تقرب کی حد میں چلا جائے گا اور بغیر اللہ کے لیے ایسی نذر اور تقرب حرام
ہے۔ چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ:-

ذبح کردن جانور بنام غیر خدا خواہ بخیر	اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے نام پر جانور کو
باشد خواہ ولی خواہ شہید خواہ غیر	ذبح کرنا خواہ وہ غیر بخیر ہو یا ولی اور عام
ایشان حرام است و اگر قصد تقرب	اس سے کہ وہ شہید ہو یا کوئی اور جو حرام ہو
بنام اینها ذبح کرده باشد ذبح آن	مردہ ہے اور اگر ان کے نام پر تقرب کے
جانور هم حرام و مردہ میشود و ذبح کنند	مردہ سے جانور ذبح کیا جائے تو ذبح کئے
مرتہ میشود تو به ازیں فعل متنع لازم	والا و محاذ اللہ مرتہ ہو جائے گا اور اس
است و در تفسیر کبیر و نیش پوری و	منع فعل سے اس پر قرب لازم ہے،
و بگو تفسیر مرقوم است قال العلماء	تفسیر کبیر، تفسیر نیش پوری اور دیگر تفسیروں
لوان مسلماً ذبح ذبیحة فقصه	میں یہ لکھا ہے کہ علماء فرماتے ہیں کہ اگر کوئی
بذبحها التمتع الى غیر الله	مشکان کو ذبح کرے اور اس جانور
صار صدقة او ذبیحة ذبیحة	کے ذبح کرنے سے اس کی مزار اور قصد بغیر اللہ
مستند انتہی و اگر طریہ و شیرین	کا تقرب ہو تو ذبح کرنے والا مرتہ ہو جائے گا۔
بنابر فائزہ ہدگی بقصد ایصال ثواب	اور اس کا ذبح کیا ہو جانور مرتہ کا ذبح قرار
بروح ایشان پیوند بخود اند مضائقہ	پیدا جائے گا جس کی حرمت پر تمام فقہاء کرام
نیست البتہ جائز است	کا اتفاق ہے)

لہ تفسیر کبیر و مضائقہ تفسیر نیش پوری ۲۸۲ ملاحظہ علیہ حاجات تفسیر کبیر ۱۱۱ ص ۱۱۱ میں بھی ہے۔

(بحوالہ زیادة التصحيح ص ۳۷)

از مولانا سید جمال الدین حسن علی الدہلوی

اور حضرت مولانا شاہ محمد اسماعیل صاحب (الترغی ۱۲۶۶ھ) تحریر فرماتے

ہیں کہ :-

اگر اس طہرہ بگودہ کہ حاجت میں براید اور اگر اس طرح کہ اگر گری حاجت
بلتے فلاں ولی یا بنام فلاں ولی ہیں پوری ہوگئی تو فلاں یا فلاں ولی کے نام پر
قدہ طعام یا اس قدر نقد است پس اس قدر کھانا یا اس مقدار کی نقد رقم ہوگی تو
اس قسم نقد گردن باطل است باجماع یہ صحت بالاجماع نذر باطل کی ہے۔ اور
و نقد دن طعام حرام است (بما یستلزم) اس طعام کا کھانا حرام ہے۔

الغرض ما اُمِّلَ لِقَبْلِ اللَّهِ اور قدر ایک چیز ہے اور اس کا
حکم حیدر ہے، اور ایصال ثواب ایک مستقل شے ہے اور اس کا حکم عید ہے
ان کو ایک کرنا اور ایک سمجھنا کم علمی اور کراہ فہمی کا عبرتناک مظاہر ہے۔ اللہ
تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم سے اس قسم کی غلط فہمی اور مغالطہ آفرینی سے بچا رہا ہے۔
ہفتہ ۱۵۶ و ۱۵۷ (حضرت عمرؓ کی حدیث بخاری اور مسلم کے حوالے سے نقل
کرنے کے بعد لکھا ہے کہ) ترمذی شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ
عنا سے مروی ہے، آپؓ بھی ایک یہودی نے ایسا ہی کہا، آپؓ نے فرمایا
کہ جس روز یہ (آیت کریمہ) نازل ہوئی اس دن دو عیدیں تھیں، جمعہ و عرفہ
مسئلہ ہاں اس سے معلوم ہوا کہ کسی دینی کامیابی کے دن کو خوشی کا دن منانا
جائز اور صحابہؓ سے ثابت ہے، ورنہ حضرت عمرؓ و ابن عباس رضی اللہ عنہم
صاف فرماتے کہ جس دن کوئی خوشی کا واقعہ ہو اس کی یاد گار قائم کرنا اور
اس روز کو عید منانا ہم بحث جانتے ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ عید میلاد منانا
جائز ہے کیونکہ نہ عظیم نعم الہیہ کی یاد گار و شکو گزاری ہے! انتہی اور ص ۱۸۲ و ۱۸۳

میں لکھا ہے کہ یعنی ہم اس کے نزول کے دن کو عید بنائیں اس کی تعظیم کریں
خوشیاں منائیں تیری عبادت کریں شکو بجالائیں۔

مسئلہ اس سے معلوم ہوا کہ جس روز اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت نازل ہو
اس دن کو عید منانا اور خوشیاں منانا، عبادتیں کرنا شکو الہی بجالانا طریقہ صالحین
ہے اور کچھ شک نہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری اللہ تعالیٰ
کی عظیم ترین رحمت اور بزرگ ترین رحمت ہے۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کی ولادت مبارک کے دن عید منانا اور میلاد شریف پڑھ کر شکو الہی بجالانا اور
اظہارِ فخر اور سرور کرنا محسن و مہمود اور اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کا طریقہ ہے بنتی۔

تنقیہ | آٹھ سو اسی سال تک حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت اور اسی
طرح آپ کے اقوال و افعال کا ذکر کرنا اللہ تعالیٰ کی رحمت کے
نزول کا اندیشہ ہے اور آپ کی زندگی کے ایک ایک واقعہ کو جو صحیح سند سے
اثبت ہو بیان کرنا اور منشا ایمان کی تقویت اور دنیا و آخرت کی کامیابی کا بہترین وسیلہ
ہے اور آپ کی حیات طیبہ اور خصوصاً اقدس نبوت کے غیر منور اور غیر مخصوص واقعات
و احکام کا تذکرہ اور ان پر عمل پیرا ہونا نجات کا عمدہ ترین ذریعہ ہے کسی شخص کو
اس میں ذرہ بھر کوئی شک و شبہ نہیں ہو سکتا، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سے محبت ملے ایمان ہے اور آپ کی طرف جو چیزیں منسوب ہیں بشرطِ محبت
ان سے قلبی نگاہ اور تعلق اور الٰہی سے عشق و محبت ایمان کی واضح علامت ہے،
سال کا کوئی مہینہ اور چھٹے کا کوئی ہفتہ اور چھٹے کا کوئی دن اور دن کی کوئی گھنٹی
اور گھنٹی کا کوئی منٹ و لمحہ ایسا نہیں جس میں آپ کے صحیح حالات بیان کرنا جائز
اور کار ثواب نہ ہو، یہ سب ائمہ عمل و خراج سے خارج ہیں۔ سوال صرف یہ ہے
کہ اہل رحمت جس طرح وہی رنگ اور مذہبی وجہ سے گمراہوں کو بکرا لاکھوں
بچے کے اسراف سے جتن میلاد مناتے جہنمیاں لگاتے، جلوس نکالتے اور

عمر توں، اور مردوں کے مخلوط اجتماعات کراتے ہیں، اور جس کے لیے وہ نہایت
 اور قلم کا زور صرف کرتے اور ان کو دین اور کلمہ ثواب ثابت کرنے کے لیے ایڑی
 چوٹی کا زور لگاتے ہیں، یہ کارروائی کس صحابی سے منقول ہے؟ حضرت عمرؓ سے
 مروی ہے یا حضرت ابن عباسؓ یا کسی دیگر صحابی سے؟ یا (معاذ اللہ) ان میں
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عقیدت و محبت نہ تھی، آخر کیا وجہ ہے کہ
 وہ تو یہ کارروائی نہ کریں اور آج یہ منتر کا روئی دیکھتے دیکھتے دین اور ثواب
 اور اہل سنت والجماعت کا شمار قرار پائے صحیح اور مرضی حوالہ سے اس کا ثبوت
 وہ کار ہے، اور انشاء اللہ تعالیٰ قیامت اہل بدعت کی پوری جماعت اس کا ثبوت
 متیاسنیں کر سکتی، دیدہ و باید بخلاف اس کے اس دن کے اہتمام کی بدعت اور
 لوگوں کو مجلس میلاد منعقد کرنے کی دعوت دینے کی اختراع ۶۰۴ھ میں موصل کے عمر
 بن وحید البراءتخاب (المتوفی ۶۳۳ھ) جیسے احمق و منکر اور بے دینی ملکی کے اگے لے
 پڑے حضرت الدین گورکھی بن اہل (المتوفی ۶۳۰ھ) جیسے صرف اور دینی اہل میں نہایت
 بے پرواہ اور خود رائے بادشاہ کے حکم سے ایسا دہائی جیسا کہ امام احمد بن محمد بصریؒ لکھی
 علامہ ذہبیؒ اور مؤرخ ابن خلدونؒ وغیرہ نے اس کا تذکرہ کیا ہے، اور علامہ ربانی
 نے اس کے بدعت ہونے کی تفصیل سے بحث کی ہے اور ہر ملک اور ہر طبقہ
 کے علماء اور فقہاء نے اس کی پُرندہ تردید کی ہے، چنانچہ حافظ ابن تیمیہؒ جنہوں نے
 اپنے فتاویٰ ج ۱ ص ۲۱۲ میں) اور امام نصیر الدین التاتہنیؒ نے (دیکھئے شاد الاشیار)
 اور حضرت مجدد الف ثانیؒ نے (ملاحظہ ہو مکتوبات حصہ ۱ ص ۱۲۷) اور علامہ
 ابن امیر الحاج المالکیؒ نے اس کے بدعت ہونے کی تصریح کی ہے۔ چنانچہ مؤرخ الذکر
 لکھتے ہیں کہ۔

لوگوں کی ان بدعتوں اور نو ایجاد باتوں میں سے جی کہ وہ عبادت اور
 کلمہ ثواب سمجھتے ہیں اور جن کے کرنے کو شکار اسلام کے علماء کا زور لیں۔

قرار دیتے ہیں۔ ایک مجلس میلاد بھی ہے جس کو وہ باوجود بیچ الاقل میں منع کرتے ہیں اور واقعہ یہ ہے کہ وہ بہت سے جماعت اور عزائم پر مشتمل ہے (پھر آگے کہتے ہیں) اور اس مجلس میلاد پر یہ مفاسد اس حدت میں مرتب ہوتے ہیں جب کہ اس میں قرآن اور سماع ہو لیکن اگر مجلس میلاد سماع سے پاک ہو اور صرف بنیت ملوہ اس میں کھانا پینا کیا گیا ہو اور بھائیوں اور دوستوں کو اس کیلئے بلایا جائے اور تمام مذکورہ بالا مفاسد سے محفوظ ہو تب بھی وہ صرف نیت عند مجلس میلاد کی وجہ سے بدعت ہے اور دین کے اللہ ایک جدیدہ امر کا امتنا نہ ہے جو سلف صالحین کے عمل میں نہ تھا، حالانکہ اسلاف کے نقش قدم پر چلتا اور ان کی پیروی کرنا ہی لازم ہے۔ (مؤرخ ج ۱ ص ۸۵ طبع مصر) اور اسی طرح دیگر علماء اہل سنت اور فقہاء امت نے اس کے بدعت ہونے کا فیصلہ صادر کر کے حق بات واضح کر دی ہے۔

الغرض چھٹی صدی تک یہ بدعت کسی نے نہیں کی اور زیادہ تر اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے اور صالحین غیر القرون اور ان کے قریب زمانوں میں ہی گزرتے ہیں۔ تعجب اور حیرت ہے کہ مولوی نعیم الدین صاحب کس ویدہ و لیری سے یہ کہتے ہیں کہ میلاد و مناظریتہ صالحین ہے۔ اور اللہ کے مقبول بندوں کا طریقہ ہے۔ اس سے بڑھ کر ائمہ دین میں بے پاکی اور کیا ہو سکتی ہے؟ یہ تو صرف بارہ بیچ الاقل میں مجلس کے انعقاد و اہتمام کی بدعت تھی، ابھی اس میں جو کس کی بدعت کر رہی تھی کہ پیداوار ہے اور ایک خاص مصلحت کے پیش نظر اس مجلس کا ختم و اہتمام شروع کیا گیا ہے، اور میلاد کے جو کس کے بانی خاتمہ علیٰ شیخ محمد عنایت اللہ قادری تو سلم جو پہلے ہندو تھے، ابھی تک لاہور میں بقیہ جانی ہیں اور کوئی زیادہ عرصہ نہیں گزرا، انفس ہے کہ یہ ساری لڑائیوں کا ہوائی ترسخن اور غور ہو گئی اور شکر گزاری کا ذریعہ قرار پائی، لیکن غیر القرون اور بعد کے سلف صالحین

کامل تسمی اور محو ذرا اس کو کہتے ہیں انکی لگنا جس کے معنی اہل بدعت میں،
 صحیح ہے کہ ۷۔

ایں چنیں ارکان دولت ملکے یوں کند

مولوی نعیم الدین صاحب کا عید میلاد کو حضرت عمرؓ اور حضرت ابن عباسؓ کی
 حدیث پر قیاس کرنا جہالت کا پلندہ ہے کیونکہ محمد اور عرفہ کے دن کو حضرت
 صحابہ کرامؓ نے از خود متعین اور مقرر نہیں کیا اور نہ اپنی مرضی سے عید بنایا اور دنیا ہے
 بلکہ ان دونوں کی تصدیق اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوئی ہے جس کا اعلان حضرت
 محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زبان فیض رسال سے کیا ہے، اور ظاہر بات
 ہے کہ شریعت کی طرف سے مقرر کردہ دنوں پر اپنی طرف سے عید میلاد کے
 دن اور اس دن کے اہتمام اور اس کے جشن کو قیاس کرنا نا باطل اور فاسد قیاس
 ہے پھر یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمُ الدِّیْنَ کے نزول کے
 دن کو کب صحابہ کرامؓ نے اس سال یا ہر سال اہتمام سے منایا اور لوگوں کو اجتماع
 کی دعوت دی اور کھانے تیار ہوئے اور اس کے لیے جھنڈیاں لگوائیں اور جگہ جس
 نکالے اور قوم کی دولت اس اسراف میں بے حد بے صرف کی؟ اس کا ثبوت
 کہاں ہے؟ قرآن کریم کی تکمیل اور آپ کی ولادت باسعادت کی قلبی خوشی اور
 مسرت اس وقت بھی تھی اور محمد اللہ تعالیٰ سنت کی پہروی کرنے والوں کو آج
 بھی ہے، لیکن نہ تو وہ جشن میلاد کی ان مصنوعی اور افترا علی قیود کو پسند کرتے
 ہیں اور نہ ان پر کوئی شرعی دلیل پاتے ہیں، یہ مولوی نعیم الدین صاحب کے گنگوڑے
 کی ہمت ہے کہ بدعات اور فخریات کو قرآن کریم کی بدعت خود تفسیر میں جگہ
 دے کہ عوام الناس کو یہ مظاہرے ہے ہیں کہ یہ چیزیں بھی قرآن پاک سے ثابت
 ہیں، اور یہ اس کی تفسیر کا حصہ ہے اگر یہ بدعات قرآن کریم کی تفسیر ہوتی تو
 حضرات صحابہ کرامؓ اور چھٹے صدی تک کے فتناء محدثین اور محدثین و مفسرین

کہ ائمہ سے یہ تفسیر کیوں اوجھل رہ گئی؟ جن کو دینی بصیرت میں یہ کمال حاصل تھا کہ وہ ریت کے فکرت میں سے نفقہ فی الدین کے انمول موتی اور سن تلاش کر لیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ اہل بدعت کو ہدایت نصیب کرے آمین۔ اس مسئلہ کی قدیم زیادہ وضاحت نہم نے راہ سنت میں کر دی ہے، ارباب ذوق اس کی طرف بلخصت فرمائیں، اس پر متحدہ ثقہ اور مستند علماء کرام کی تصدیقات بھی موجود ہیں۔

ہشتم ص ۱۸۱ و ۱۸۲۔ مسلم شریعت کی حدیث میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطاب میں حج فرض ہونے کا بیان فرمایا، اس پر ایک شخص نے کہا کیا ہر سال فرض ہے، حضرت نے سکوت فرمایا ساقی نے سوال کی تکرار کی تو ارشاد فرمایا کہ جو میں بیان نہ کروں اس کے مد پے نہ ہو، اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال حج کرنا فرض ہو جاتا اور تم نہ کر سکتے۔ مسئلہ اس سے معلوم ہوا کہ احکام حضن کو منقضی ہی جو فرض فرمادیں وہ فرض ہو جائے، نہ فرمائیں نہ ہو۔ انتہی بظلم۔

تنقید مولوی نعیم الدین صاحب نے مسئلہ کے عنوان سے جو کچھ لکھا ہے وہ اس سلسلہ باطل اور بدع اسلام کے قطعی خلاف ہے، اولاً اس لیے کہ رسول اور نبی کے معنی ہے پیغام رسال اور خبر شنے والا کہ ہوتے ہیں یعنی جو کچھ اللہ تعالیٰ نے جعل یا حکم فرمایا، رسول کا کام یہ ہے کہ وہ وحی پاکر لوگوں کے سامنے ان احکام کی حقیقت و حرمت پیش کرے اور ان کو احکام کی اطلاع دے کہ خبر لے کر لے کر ان احکام پر عمل پیرا ہونے کا صلہ یہ ہوگا، اور خلافِ وحی کہنے کا وبال دنیا و آخرت میں ہوں بلکہ ناپاٹے گا۔ رسول اور نبی کو ہرگز یہ اختیار حاصل نہیں ہوا کہ وہ اپنی طرفت جس حکم کو چاہیں فرض کر دیں یا جس حکم کو چاہیں فرض نہ کریں، ہاں غیر منصوص احکام میں جیسے مجتہد کو اجتناد کرنے کا حق حاصل ہے، اس سے کہیں بڑھ کر وحی کے انتظار کے بعد رسول اور نبی کو اجتناد کا حق حاصل ہے۔ جیسا کہ اصول فقہ کی مستند اور معتبر کتابوں میں سیر حاصل اور مدلل

بحث اس پر سوجھ بوجھ، فرق یہ ہے کہ اگر نبی اور رسول کے اجتہاد میں کہیں خطا واقع ہو جائے تو اللہ کی طرف سے ان کی اصلاح کر دی جاتی ہے، اور خطا پر ان کو برقرار نہیں رکھا جاتا بخلاف دیگر مجتہدین کے کہ چونکہ ان پر وحی کے نازل ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، اس لیے مدت العمر وہ خطا اور غلطی پر قائم رہ سکتے ہیں۔ اجتہاد کو تفویض احکام کی مد میں سمجھنا خالص جہالت ہے۔

علاوہ ازیں یہ بات بھی ملحوظ خاطر ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو احکام تفویض ہو چکے ہوتے تو آپ مسائل و نوازل میں وحی کے منظر کھل سکتے تھے؟ اور بعض مواقع پر سکوت فرما کر سائلین کو ان کیوں ٹپتے تھے؟ اور کیا ان کا یہ کیوں فرماتے کہ مجھ پر اس امر کے بارے میں کوئی حکم نازل نہیں کیا گیا۔ مَا أُنْزِلَ عَلَيَّ لَأَكْتُبَ حَدِيثَ فِيهِ اس کی بجزرت مثالیں موجود ہیں۔ ثانیاً اس لیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خاص خانگی مصلحت کی پیش نظر صرف اپنی ذات مقدس کے لیے حلف اٹھا کر شہدِ عالم کر دیا تھا جس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ تنبیہ نازل ہوئی۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحْلِفُ مَا أَحْلَفَ اللَّهُ لَكَ الْغَابَةَ
لے نبی! کیوں حرام کرتا ہے اس چیز کو جو اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے مصلد

رپ ۲۸، تحریم، دکر لعل) کی ہے۔

یہ یاد ہے کہ سورۃ تحریم قرآن کریم کی ان سورتوں میں سے ایک ہے جو مدینہ طیبہ میں نبوت کے آخری دور میں نازل ہوئی ہیں اگر خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حلال و حرام کرنے کا اختیار منحوس ہوتا تو منجانب اللہ آپ کو تنبیہ کرنے کی ضرورت تھی؟ صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ آپ نے شد استعمال کیا اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کیا اور اسی سبب میں قسم کھرنے کا حکم بھی موجود ہے دیگر بے شمار نصوص کے علاوہ اس قطعی اور قرآنی حکم کی موجودگی

میں یہ بے بنیاد استدلال عقیدہ کیونکر تسلیم کر لیا جائے کہ احکام کی علت و حرجت آپ کو
 معروض تھی، جس چیز کو چاہتے آپ اپنی مرضی سے فرض فرماتے اور چاہتے نہ
 فرض نہ کرتے، کرنی ممکن اس بطل سک کرمانا ہے؟ لگاتار یہ مستند و صحیح احادیث
 میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واضح الفاظ میں اپنا منصب بیان فرمایا ہے۔
 ① چنانچہ ایک دفعہ حضرت علیؓ نے ابوہریرہؓ کی بیٹی حضرت ہریرہؓ سے نکاح
 کرنے کا ارادہ کیا، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کی اطلاع ہوئی
 تو آپ نے ایک مبلغ خطبہ ارشاد فرمایا جس میں یہ الفاظ بھی ہیں :-

وَالَّذِي كُنْتُ أَعْتَمِدُ حَقًّا وَلَا
 أُحِبُّ حَرَامًا وَلَكِنْ وَاللَّهِ لَا
 تَجْتَمِعُ بَيْنْتُ رَسُولِ اللَّهِ وَ
 بَيْنْتُ عَدُوِّ اللَّهِ أَبَدًا
 یعنی بلاشبہ میں جعل کو حرام اور حرام کی
 جعل نہیں کرتا (امدہ کر سکتا ہوں) لیکن
 بخدا اس کی بات نہیں (ظہر) اس شخص کا
 (ابوہریرہؓ) کی بیٹی دونوں کبھی بچا نہیں ہو
 سکتی۔ (بخاری ج ۱ ص ۲۲۲ و مسلم ج ۱ ص ۲۲۲)

جب یہ بات تو حضرت علیؓ نے اپنے ارادہ سے باز آگئے ملاحظہ کیجئے کہ آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کس طرح روشن الفاظ میں اپنا منصب بیان فرمایا
 کہ حلال و حرام کرنا تو میرا کام نہیں ہے اس اپنی پیادہ بیٹی ام الفضلؓ کے
 خانگی حالات کو شرعی دائرہ میں محفوظ رکھنے کا بھجے حق حاصل ہے جس میں استعمال
 کرنا ہوں :-

② آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو تمام کلمہ صحیح میں داخل کرنے
 سے منع فرمایا تو لوگوں کو یہ شبہ ہوا کہ شاید جنوم حرام ہر چکے ہے، جب آپ کو
 یہ خبر ہوئی تو آپ نے لوگوں سے یہ ارشاد فرمایا کہ :-

إِنَّكَ النَّاسُ أَتَى لَيْسَ لِي
 تَحْرِيمُهُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لِي
 اے لوگو جو چیز اللہ تعالیٰ نے میرے لیے
 حلال کی ہے مجھے اس کے حرام کرنے کا

وَلِكَيْتُمْ تَتَّقُوا اللَّهَ وَيُحِبَّكُمْ
الحديث (مسند ج ۱ ص ۲۹)

اور ایک روایت میں اس طرح آیا ہے کہ
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مَا
لِي أَنَا أَحَرَمٌ مَّا أَحَرَّمَ اللَّهُ
لیکن احقرہ ریضہ الحدیث (صحیح ابی حنبلہ جلد ۱ ص ۴۱۲)

چونکہ مسجد میں پجارت و عمت کے فرشتے پہنچتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی طرف
سب آپ پر حضرت جبرائیل علیہ السلام وحی لے کر آیا کرتے تھے، اور فرشتوں کو محرم
اور بیاد وغیرہ کی بوسے ازیت ہوتی ہے اس لیے آپ نے کچا محرم کھا کر مسجد میں
آنے سے منع کیا اور خود بھی آپ اس سے پرہیز کرتے تھے۔ اس حدیث میں
آپ نے علف اٹھا کر اپنا منصب بیان فرمایا ہے کہ حلال و حرام کنا میرے بس
کی بات نہیں ہے۔

③ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مرض الموت میں آخری نماز مسجد نبوی
میں باجماعت پڑھی، تو اس کے بعد :-

جلس الخی جنب الحجر بحذاء الفتن
قال إني والله لا يمسك الناس
على شيء إلا إني لا أحل إلا
ما أحل الله في كتابه ولا
أحرم إلا ما حرم الله عز وجل
في كتابه يا فاطمة بنت
رسول الله يا صفية عتة

آپ حجروں کے پہلو میں بیٹھ گئے اور لوگوں
کو فتوں سے خبردار کئے جسے آپ نے یہ بھی
فرمایا کہ بتھامیری طرف حلال و حرام کی نسبت
نہ کی جائے خبردار میں نہیں حلال کرنا اور حرام
اس چیز کو جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فیصلہ
میں حلال کیا ہے، اور نہیں حرام کرنا مگر
صرف اس چیز کو جس کو اللہ تعالیٰ نے

رسول اللہ ﷺ اعلمناک عند اللہ
 فانی لا اخطئ عنکامن اللہ
 اپنے حکم میں حرم قرار دیا ہے۔ اے میری
 بیٹی فاطمہ! اے میری بھوپتی صغیر! اللہ تعالیٰ
 کے ہاں سے، اواب حاصل کرنے کے لیے علی کی
 خدمت کو کہہ میں تہیں اللہ تعالیٰ کی گرفت سے
 رہنمائی ملے طبع مص
 نہیں چھڑا سکتا۔

اہل علم جانتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
 مسجد نبوی میں ذکر نماز پڑھی اور صحابہ کرام کو عمومی رنگ میں کوئی خطاب نہ کیا
 اس آخری وصیت میں بھی آپ نے اپنی پندش اور عمدہ صاف بیان فرمادیا ہے،
 اور وہ بھی قسم اٹھا کر تاکہ کسی قسم کا کوئی شبہ باقی نہ رہے، اور امت مسلمہ حرمہ کو
 فتنوں سے آگاہ کرنے کے سلسلے میں یہ ارشاد فرمایا ہے، اصدافوس ہے کہ
 جس قسم کے فتنوں سے آپ نے اپنی امت کو خبردار کیا ہے، انہی چیزوں کو کوئی
 نعیم الدین صاحب خیر سے دینی مسائل قرار دے رہے ہیں، اس سے بڑھ کر
 دین کی تحریف اور کیا ہوگی؟ اعلمنا اللہ منہ۔ فی کتاب سے اللہ تعالیٰ کا
 حکم اور فیصلہ مراد ہے جیسا کہ بخاری شریف ج ۲ ص ۱ کی ایک حدیث میں
 بکتاب اللہ کا جملہ موجود ہے جس کا ایک معنی شرح حدیث نے بنفسائے
 وحکم کیا ہے۔ اگر اس باب کی احادیث کو جمع کیا جائے تو بلاشبہ خاصی ضخیم کتاب
 تیار ہو سکتی ہے لیکن ہمارا مقصد دلائل کا استیعاب نہیں بلکہ صرف اپنی بات کو
 برہنہ کرنا ہے جو کہ اللہ تعالیٰ صحیح اور صریح احادیث سے دال و مبرہن ہو
 چکا ہے۔ رہنمائے ضرورت تو نہیں کہ ہم قرآن و حدیث کے بعد کچھ اور حوالے ذکر
 کریں مگر یہی تکمیل بحث کے لیے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مسلم علماء و قلم
 امت کے چند حوالے بھی عرض کر دیے جائیں تاکہ بات روشن سے روشن تر ہو جائے۔
 امام عبد الواب الشحرانی ہر جہ الصدوق علیہ السلام کے حوالے سے کہتے ہیں کہ:-

وَمَنْ نَعْلَمَ أَنَّ الشَّرْعَ هُوَ اللَّهُ
تَعَالَى (اَلَيْ انْ قُلْ) فَانَّهُ صُلِيَ اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَبْلَغٌ عَنِ اللَّهِ لَعَلَّكَ
فِيهِ اِلَهٌ اللَّهُ تَعَالَى لَا يَنْطَلِقُ قَطْرَ
عَنْ هَوَايَ نَفْسٍ وَلَا يَنْطَلِقُ شَيْءٌ
مَتَا اَمْرِهِ بِتَبْلِيغِهِ اَنْ هُوَ
الْاَوْحَى يَرْجُو۔

والجواهر والیسئیت ج ۲ ص ۲۲ طبع معجم

علامہ البرجونی الخامس (المرتفی ۲۲۸ هـ) اپنی مشہور کتاب النسخ والنسخۃ

میں کہتے ہیں۔

وهكذا سبيل الاحكام انما
تكون من قبل الله عز وجل۔

حافظ ابن جبار الحنفی (المرتفی ۸۶۱ هـ) اپنی مشہور اور قریح کتاب البحر المحم

میں کہتے ہیں کہ۔

الحاكم لا خلاف في ان الله
محب العبدین۔

والقصر ص ۲۲۴ طبع مصر

اور مشہور اصولی علامہ محب اللہ الحنفی (المرتفی ۱۱۰۹ هـ) اپنی کتاب معالم الثبوت

میں لکھتے ہیں کہ۔

لتحكم الا من الله (ص ۱۱)

حكم صرف اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے
ہوتا ہے۔

ہم یقیناً جانتے ہیں کہ شرع صرف اللہ
تعالیٰ ہی کی ذات ہے۔ دوسرے کسے نہیں
کہ (جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
و اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچانے والے تھے
جس امر کا اللہ تعالیٰ ارادہ کرتا ہے اور
اپنی طرف سے آپ کوئی بات نہیں فرماتے
تھے اور نہ ان امور کو بخوشی تھے جس کی
تبیح کا اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا تھا
تھا آپ تو وحی کے مطابق ہی حکم فرماتے تھے۔

حافظ عبدالرحیم عینی الحنفی (المتوفی ۱۲۵۵ھ) ایک حدیث کی شرح میں
 لکھتے ہیں کہ:-

فيه ان القليل والضرير من عند الله لا مدخل لغيره
 اس حدیث سے ثابت ہوا کہ کسی چیز کا
 حلال اور حرام کرنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا
 ہے۔ کسی بشر کا اس میں کوئی دخل نہیں ہے۔
 (مجموع الفتاویٰ ج ۲ ص ۲۵ طبع مصر)

شیخ عبدالحی محمدی دہلوی الحنفی (المتوفی ۱۰۵۲ھ) حدیث ان ابراہیم
 ختم مکہ الحدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ:-

اسناد تحریم ہر ابراہیم علیہ السلام از حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف حرام کرنے
 جسٹ آں باشد کہے رسانید و کی نسبت اس وجہ سے کہ انہوں نے
 اعلام کہ حکم الہی زیرا کہ ماکم بشرائع اللہ تعالیٰ کا حکم پہنچایا اور اس کی خبر دی
 واجام خدا تعالیٰ است و حکم ہے ہے کیونکہ شرعیتوں اور احکام کا فیصلہ کرنے
 قدیم است انبیاء علیہم السلام رسانید والا صوف اللہ تعالیٰ ہے اور اس کا حکم
 آں احکام اند۔ قدیم ہے اور حضرات انبیاء کریم علیہم السلام
 (اشعة اللمعات ج ۲ ص ۱۲۸) اس کے احکام کو پہنچانے والے ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اپنی بے نظیر اور شہرہ آفاق کتاب حجۃ اللہ الیہ
 میں لکھتے ہیں کہ:-

ویرتد ذلك ان القليل والضرير عبارة عن تكوين متاخر في
 اور اس کا راز یہ ہے کہ خلیل و تحریم اس
 تکوینی اور ایقنی کا نام ہے جو عالم کبروت میں تاخیر سے کہ قتل و شے پر موافق ہوگا
 ان الملوکات ان الشئ الغلاتی فی کلخذ یا نہ ہوگا پس یہی تکوینی اور لغازی اور اللہ تعالیٰ
 به اولاً یؤخذ به فیکون هذا کی صفات میں سے ہے۔ یہی اختلاف
 التكوين سبباً للتواخذة و اصل اللہ علیہ واکہ وسلم کی طرف خلیل و تحریم
 ترکھا وهذا من صفات الله

تعالى واما نسبة التعليل و
 لتحريمه الى النبي صلى الله
 عليه وسلم فبمعنى ان قوله
 امة قطعية لتعليل الله و
 تحريمه واما نسبتها الى
 المجتهدين من ائمتنا فبمعنى
 روايتهم ذلك عن الشرع من
 نقول الشارع او استنباط معنی
 حکما و ادعایا طبع مصر

کی نسبت تو اس معنی میں ہے کہ آپ کا
 قول اس امر کی قطعی نشان ہے کہ اللہ تعالیٰ
 نے اس چیز کو حلال یا حرام کی ہے ، اور
 ائمہ مجتہدین کی طرف تعلیل و تحریم کی نسبت
 اس معنی میں ہے کہ وہ اس کو نص شارع
 سے روایت کرتے ہیں یا حکام شارع سے
 استنباط کرتے ہیں ۔

اس تفصیلی عبارت سے یہ بات آشکارا ہو گئی ہے کہ تحصیل و تحریم اللہ تعالیٰ
 کی صفت ہے ، اور نص و قطعی سے یہ عقیدہ ثابت شدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کسی
 صفت میں غیر کو شریک کرنا شرک ہے جو ناقابل معافی گناہ ہے ، اور اس عبارت
 سے یہ بات بھی صاف ہو گئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف احکام
 کے علت و حرمت کی نسبت اس معنی میں نہیں کہ آپ حلال و حرام کرنے کا اختیار رکھتے
 ہیں اور احکام آپ کو مفتوح ہیں بلکہ بایں معنی ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول بننے
 کی وجہ سے علت و حرمت کا قطعی حکم پا کر اس کی تبلیغ کرتے ہیں ۔ اور ائمہ مجتہدین
 کی طرف تعلیل و تحریم کی نسبت اس معنی میں ہے کہ وہ نص شارع سے علت و حرمت
 بیان کرتے ہیں یا کسی خصوص حکم سے اجتہاد و استنباط کر کے غیر خصوص کی کچھ ہی خصوص
 سے بلاشبہ ہیں حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث و ملوث اپنی بہترین اور
 لاجواب کتاب تحذیرات عشریہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ :-

مذہب صحیح آنت کہ امر تشریع صحیح مذہب یہ ہے کہ شریعت کی احکام
 مفتوح ہیں پر غیر مفتوحی باشد زیرا کہ منصب سازی کہ خاطر چیز کو مفتوح اور غیر مفتوح

پسینجری منصب رسالت و نبی
گریت نہ نیابت خداوند شکر
و کارخانہ خدائی آنچہ خداوند تعالیٰ
حلال و حرام فرماید آقا و رسول تبلیغ میکند
بس از طرف خود اقتدار سے ندارد۔
(صفحہ ۲۵۵)

ہوتا کیونکہ پیغمبری کا منصب اللہ تعالیٰ کے احکام
میں پہلے اہل صفات کے ہیں ذکر خدا تعالیٰ کی
نیابت کے اور ذکر خداوندی میں شکر
کے جس چیز کو اللہ تعالیٰ حلال و حرام کر دیتا ہے
اس چیز کی بغیر تبلیغ ممکن ہے اور بس اپنی طرف
سے کچھ بھی اختیار نہیں رکھتا۔

اور اس کتاب میں دوسری جگہ اتمام فرماتے ہیں کہ:-
بدیہی است کہ امام بگہ نبی نیر شریع بدیہی است ہے کہ امام بگہ نبی ہی شریع
نیست شریع حق تعالیٰ است (صفحہ ۲۴) نہیں، شریع صرف حق تعالیٰ ہے۔
ان تمام مذکورہ عبارات سے یہ بات بالکل ظاہر ہو گئی کہ کسی چیز کا فرض
کرنے یا نہ کرنا اور اسی طرح دیگر احکام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مومن
دہتھے، آپ کو صرف رسول اور مبلغ احکام خداوندی تھے، ذکر صفات خداوندی
میں اس کے نائب اور اس کی کائنات اور اس کے کارخانہ میں شریک نہیں۔
تعالیٰ اللہ عن ذلک مخلصاً بحقیقۃ۔

لطیفہ:- یہ بات بھی فائدہ سے غالی نہ ہوگی کہ ہم یہ بات بھی باحوالہ عرض
کروں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو احکام کے مفسرین کرنے کا نظریہ اور
قرآن و روایات اور کس جامعیت کی اختراع ہے؟ جملہ اہل حق اور اہل السنۃ والجماع
قرآن و حدیث کی مزید تفصیل اور اجماع امت کی روشنی میں یہ عقیدہ تسلیم کرتے
چلے آئے ہیں کہ تحلیل و تحریم صرف اللہ تعالیٰ کا کام ہے بخلاف اس کے شیعہ،
رافضی، اور دیگر بعض باطل فرقے یہ نظریہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے قیام
عالم کی تفویض آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ کو ہو چکی ہے، چنانچہ شیخ
عبد القادر عیسیٰ باطل فرقوں میں شیعہ کے مفروضہ فرقہ اور ان کے عقیدہ کا ذکر کریں

کرتے ہیں کہ:-

المفوضة فهد القائلون ان
الله فرض تدبير الخلق الى النعمة
وان الله اقدس النبي صلى الله
عليه وسلم على خلق العالم
وتدبيره اه
(غیرہ المطالبین ص ۱۳ طبع رفیق عام لاہور)

ای باطل فرقوں میں سے ایک فرقہ مفوضہ
کہتا ہے جو یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق
کی تدبیر انہی کو تفویض کر دی ہے اور یہ کہ
اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم کو جہاں کے پیدا کرنے اور اس کی تدبیر
کرنے کی قدرت عطا کر دی ہے۔

اہل السنۃ والجماعت کے مشہور معلم اور فلسفی علامہ سید شریف حیر جانی الحنفی
(المتوفی ۸۱۶ھ) علم کلام کی مشہور اور مستند کتاب شرح مواقیف میں لکھتے ہیں کہ:-
المفوضة قالوا ان الله فرض
خلق الدنيا الى محمد صلى الله
عليه وسلم اى الله خلق معدة
لخلق نبيه صلى الله عليه وسلم
الخلق لها وبها جنبا
(شرح مواقیف ص ۱۵ طبع نوبختور)

مفوضہ فرقہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت
محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیدا کیا، اور دنیا
و دنیا کی پیدائش آپ کو تفویض کر دی ہے
اب دنیا و دنیا میں جو کچھ ہے وہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہی پیدا کیا ہے۔

لاحظ فرمائیے کہ مولوی نعیم الدین صاحب کا قاورہ کس جماعت سے جا
ملا ہے، مفوضہ نے اللہ تعالیٰ کی خلق و تدبیر کی صفت آنحضرت صلی اللہ علیہ و
آلہ وسلم اور ائمہ کے لیے بظاہر خداوندی ثابت کی اور مولوی نعیم الدین صاحب نے
اللہ تعالیٰ کی تحمیل و تحریم کی تکوینی صفت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے
لیے ثابت کر کے اسلام کے ایک بنیادی عقیدہ پر کاری ضرب لگائی اور غاص
شکر یہ عقیدہ کو قرآن کریم کی بزرگ خود تفسیر میں داخل کر کے اور اس کو اسلامی مسئلہ
گردان کر اللہ تعالیٰ کی کتاب پر وہ ظلم کیا جس کی نظیر بدوسے ظالم بھی مشکل ہے

لَحَظْنَا وَلَا نَقْنَأُ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ عَرَضِينَ كُنِ اِیْسٰی هٰی تَحْرِیْمَ سَ اَکْثَا کُوْکِرَ اِقْطَرٰنِ
 کریم زبان حال یہ کہہ رہا ہے کہ :-

ہے کہاں نظر مکافات لئے خدائے دیرگیر

اِنْ وَاضِعٌ اَوْ مَرِیْجٌ عِبَادَتِ كِي تَوْشَنِي مِيں سَلَمُ شَرِیْفِ كِي اِسْ حَدِیْثِ
 کا کہ اگر میں اُن کہہ دیتا تو ہر سال حج کرنا فرض ہو جاتا اور تم ذکر کئے مطلب
 صرف یہ ہے کہ اگر میں اللہ تعالیٰ سے وحی پا کر اُن کہہ دیتا تو ہر سال تم پر حج فرض
 ہو جاتا اور تم ذکر کئے، رات اتنی جلدی وحی کا نزول تو ایک لمحے ہی مقام پر امام
 طاہری الحنفیؒ نے کہا ہے کہ اس کا منکر صرف وہی ہو سکتا ہے جو محمد و خلیفین ہو۔
 (ملاحظہ ہو مشکل الآثار) اس کی زیادہ بحث دل کا سرو میں ہے وہاں ملاحظہ کریں۔

تَبَّحُمُ - مَا لِلَّهِ تَكْلُفَاتُ الْعُقَدَاتُ اللہ ہی کے لئے ہے اسماں اور زمین پر
 وَالْأَنْفِیْنَ كَمَا يَفْتَنُ ۚ وَهَوَّ جو کچھ ان میں ہے سب کی سلطنت اور
 عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۚ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

۱۹۵ صادق کو قراب شینے پر بھی اور کاذب کو عذاب فرمانے پر بھی
 مسئلہ قدرت ممکنات سے متعلق ہوتی ہے ذکر واجبات و محالات سے تو
 معنی آیت کے یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر امر ممکن الوجود پر قادر ہے (جمل) مسئلہ
 کذب و غیرہ عجیب و قبیح اللہ سبحانہ تبارک و تعالیٰ کے لئے محال ہیں، ان کو
 تحت قدرت بتانا اور اس آیت سے استدلال غلط و باطل ہے۔ انتہی۔

یہ ٹھیک ہے کہ قدرت کا تعلق ممکن سے ہے ذکر واجب
 تنقیہ اور محال سے لیکن کافر و مشرک کی مغفرت اور بخشش رحیم کا
 ذکر اس آیت کریمہ سے پہلے آچکا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام
 قیامت کے دن ان لوگوں کے حق میں جنہوں نے حضرت عیسیٰ اور حضرت
 مریم علیہما السلام کو لالہ اور معبود بنایا ہوگا، مبارک خداوندی میں یوں ارشاد فرمائیں

گئے اِنْ تَقْضَوْا بِهِمْ فَلَا تُفْسِدُوْا عَلَيْهِمْ وَاَنْ تَقْضُوْا لَهُمْ فَاَنْتُمْ
 اَنْتُمْ الْمَنِيعُونَ الْحَرِيْمُ یہ اگر تو ان کو سزا دے تو وہ تیرے بندے ہیں ، اور
 اگر تو ان کو معاف کر دے تو تو ہی ہے زبردست حکمت والا وغیرہ پر بھی قضا
 ممکن پر قدرت ہے نہ کہ واجب اور محال پر جیسا کہ مولوی نعیم الدین صاحب
 اس عبارت میں الفاظ وغیرہ کا چکر لے کر کذب وغیرہ عجیب و قبیح کا جملہ
 استعمال کر کے اپنے جماعتی تحریز اور گروہ بندی کا ثبوت فراہم کر رہے ہیں
 کیونکہ اگر مشرک کی حضرت اللہ تعالیٰ کی قدرت کے تحت داخل نہ ہوتی تو
 حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہ نہ فرماتے کہ اگر تو ان کو بخش دے تو زبردست
 حکیم ہے ، اور چونکہ خلعت و عید اسکا کذب اور امکان نظیر وغیرہ مسائل بہت
 دقیق بے حد مشکل اور افہام و تفہیم اور دلائل کے لحاظ سے خالص منطقیانہ پہلو کے
 حامل ہیں ، اور علوم الناس اس کے بجھنے سے اکثر قاصر رہتے ہیں ، اس لیے
 اہل بدعت چند دیگر مسائل کی طرح انکو بھی اہل حق کے خلاف عامۃ المسلمین کو
 نفرت دلانے کے لیے ہتھیار کے طور پر استعمال کرتے ہیں اور اہل بدعت ان
 کے بارے میں وہی نظریہ رکھتے ہیں جو معتزلہ خوارج مناطۃ اللہ فلاسفہ وغیرہ کا
 ہے ، اور اہل السنۃ والجماعت ان باطل فرقوں کے مسلک کے بالکل برعکس
 عقیدہ رکھتے ہیں جس کی نہایت ضروری تفصیل و تشریح یوں ہے کہ اہل حق یہ
 کہتے ہیں کہ موسیٰ اور ملیح و ذرا بنو داؤد کو اللہ تعالیٰ ضرور اجر و ثواب عطا فرمائے گا
 لیکن یہ اجر و ثواب بحسب وعدہ محض اس کا فضل و احسان ہے ۔ اس پر لازم
 اور واجب نہیں کہ وہ بے بس اور مجبور ہو جائے اور اس کا اختیار و معاذ اللہ
 سلب ہو جائے ، اور اسی طرح کافر و مشرک اور گنہگار و جبر و کروہ اپنے صلہ و
 انصاف کے تحت سزا اور عذاب دے گا مگر وہ اس میں بھی مقصور و مجبور
 نہیں کہ اس کے خلاف نہ کر سکے ، بالفاظ دیگر اہل حق یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ

نے اپنے کلام میں جو کچھ فرمایا ہے اس کے خلاف وہ ہرگز ہرگز نہیں کہے گا ،
 کیونکہ وہ سچا ہے اور اس کا کلام سچا ہے خدا ہی کا فرمان ہے وَمَنْ
 أَحْبَبَ إِلَى اللَّهِ حَدِيثًا اللَّهُ تَعَالَى سے بڑھ کر بات میں کمال زیادہ
 سچا ہے ؟ لیکن اگر وہ اس کے خلاف کرنا چاہے تو اس کی یہی قدرت ہے ،
 مثلاً اس کو قدرت ہے کہ وہ کسی نیک اور متقی آدمی کو بجائے جنت کے دوزخ
 میں ڈال دے اور اس پر بھی اس کی قدرت ہے کہ بڑے سے بڑے گنہگار
 حتیٰ کہ کافر و مشرک کو جنت میں داخل کر دے یقیناً وہ اپنے اختیار سے ایسا کر سکتا
 ہے ، یہ الگ بات ہے کہ وہ کرے گا ہرگز نہیں کیونکہ اس کا وعدہ سچا ہے ،
 اور وہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا اِنَّ اللَّهَ لَا يُخْلِفُ الْوَعْدَ وہ بیشک
 اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتا وہ وہی کچھ کرے گا جو خود فرما چکا ہے اور اس
 مسئلہ کو اہل حق خلعت و عید اور امکان کذب کے تعبیر کرتے ہیں مگر یہ یاد ہے کہ امکان
 کذب سے اصل کذب کا امکان نہیں بلکہ صورت کذب مراد ہے (ملاحظہ ہو
 فتاویٰ رشیدیہ ج ۱ ص ۱۸۱) اور معتزلہ و غیرہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پر لازم اور
 واجب ہے کہ وہ مومن اور مطیع کو اجر و ثواب دے اور مشرک و عاصی کو عذاب
 و سزا دے اس کے خلاف پر اسکو قدرت ہی نہیں کیونکہ اس کے خلاف پر
 اگر اس کی قدرت تسلیم کر لی گئی تو اس کے کلام میں کذب لازم آئے گا ، اور
 کذب (چھپی دغا اور) دیگر جرائم کی طرح قبیح و کمال ہے ، اور وہ ممکنات
 سے نہیں بلکہ محالات سے ہے جو داخل تحت القدرت ہی نہیں بلکہ فی نظر
 بریلوی حضرات کا ہے جس پر ان کے متعدد بزرگوں نے کتابیں لکھی ہیں ۔ جن میں
 سبحان السبوح ۔ تفسیر الرحمن اور عجالات الالکب وغیرہ کتابیں خصوصیت سے
 قابل ذکر ہیں ، اور یہ لوگ حقیقت کذب ، امکان کذب اور صورت کذب
 میں جو دقیق فرق ہے ، اس کو بالکل سمجھتے ہی نہیں اور اپنی پستی کر کے ان سب

کو غلط عطا اور گنہگار نہ کرتے ہیں حالانکہ ایک اہل ایمان والا آدمی جبکہ عین حق و باطل
 بھی لفظ کرنے، اور کر سکنے میں بخوبی فرق سمجھ سکتا ہے اور کرتا ہے اور کر سکتا ہے
 ان میں اہل لسان کے نزدیک فرق بالکل نمایاں ہے، غنہ فرمائیے کہ صرف اس
 ایک جملہ سے کہ اللہ تعالیٰ اہل نادر کو جنت میں داخل کرنے پر قادر ہی نہیں کس
 طرح اس کی غیر محدود قدرت اور طاقت پر زندہ آتی ہے، اور اسی طرح اس
 جملہ سے کہ اللہ تعالیٰ کو اہل جنت کو جنت نہ دینے کی قدرت نہیں کس طرح
 اس کے بے پناہ انعام و احسان اور مہربانی کا انکار لازم آتا ہے، اس کا انعام
 اور کمال تو اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ وہ باوجود اس قدرت کے کہ وہ
 اہل جنت کو جنت نہ دے سکتے پر بھی قادر ہے پھر بھی اہل کو جنت دیتا ہے،
 کیونکہ اس کی رحمت بے پایاں ہے۔ اور وہ جس کو چاہے اس سے لڑا نہ لے
 بھلائی اہل حق کے کہ انہوں نے دلائل عقلیہ و نقلیہ کے ساتھ اس غلط نظریہ کو
 رد کیا اور حق کو براہیں سے دلائل کر دیا ہے۔ چنانچہ ہمارے اکابر علماء و یوہنکوار
 جامعہ نے بھی اس مسئلہ پر بحث کچھ لکھا ہے۔ فتاویٰ رشیدیہ، المسند علی المنہ
 اور کتاب الثواب و غیرہ کتب میں باحوالہ اس پر مختصر بحث موجود ہے۔ اور
 حضرت شیخ المنہ مولانا محمد صالح صاحب (المتوفی ۱۲۳۹ھ) نے ایک مستقل
 کتاب جہد القل فی تنزیہ المعراج المنہل و درجہوں میں اس مسئلہ پر تصنیف فرمائی
 ہے جو علماء حق کے لیے مشعل راہ کا کام دیتی ہے اور اہل بدعت کے شکوک و
 شبہات کے ازالہ کے لیے بھی اس میں خاصا مواد اور کافی ذخیرہ موجود ہے،
 بشرطیکہ وہ اس سے استفادہ کی اہلیت رکھتے ہوں اور عند تعصب
 کو بالائے طاق رکھ کر اس کو پڑھیں۔

اہل السنۃ والجماعۃ کے دلائل تو بے شمار ہیں مگر ہم صرف
 چند دلائل بطور نمونہ بعض کامیابان ذکر کرتے ہیں تاکہ منصف مزاج حضرات

بیت کو خرابی نہ ہو سکیں۔

① اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں یہ ارشاد فرمایا ہے کہ :-

وَلَا تَكُونُوا شِرْكًا لِّمَنۡ هُوَ الْبَاقِیُّ
بِالَّذِیۡهِ اَرْحَمُنَا اِلَیۡكَ تَعَالٰی
فَیۡضُكَ اِلَیۡهِمْ عَلَیۡنَا وَحِیۡتُهُ
اَلَا نَحْمَدُكَ مِثْلَ مَنۡ شَکَّكَ لَا یَاۡتِ
فَقُلۡلَا مَاۤ اَحَلَّیۡكَ بِكِبَرِیۡكَ .

اور اگر ہم چاہیں تو بے مائیں اس چیز کو
جو ہم نے تجھ کو دی بھی بھر نہ پائے
اپنے واسطے اس کے لاشعہ کو ہم پر
کرتی قدر دار اگر مہربانی سے تیرے
دب کی اس کی بخشش تجھ پر بڑی سے

(دب ۵، اہل اسرائیل ۱۸)

قرآن کریم کے قطعی اور مریخ نصوص سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل فرمائی اور رسالت اور نبوت کا بلند
مقام مرحمت فرمایا، بلکہ خاتم النبیین کے اعلیٰ ترین عہدہ اور درجے سے نوازا
اور ساری مخلوق سے بڑی شان آپ کو دی نہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی نبوت اور
وحی جبین ہے اور نہ یہ مقام آپ کی جھینے گا۔ اور کسی مشکال کو اس میں کوئی شک
نہیں لیکن اس بالا عنویٰ میں یہ امر واضح کر دیا گیا ہے کہ اگر معاذ اللہ اللہ
تعالیٰ یہ مقام آپ سے جھیننا چاہے تو وہ اس پر قادر ہے، اس کی قدرت
سلب نہیں ہو سکتی بہت بڑا اور الی کے حاشیہ برداروں کے نظریہ کے مطابق
اللہ تعالیٰ کو سلب دی پر کوئی قدرت نہیں دیا، واللہ کیونکہ جب وہ
خبر ہے چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت و قیامت (بلکہ
قیامت میں بھی ہے گی) تو اس خبر کے خلاف پر قدرت تسلیم کر لے تے
اس کے کلام میں کذب کا احتمال اور امکان پیدا ہوتا ہے جو نقص ہے جو نقص
اس کے لیے محال ہے، اہل السنۃ والجماعت یہ کہتے ہیں کہ امکان ذاتی
امتناع بالغير کے معنی نہیں ہوتا جیسا کہ علامہ ودائی وغیرہ نے اس کی تصریح کی ہے۔

ملاحظہ ہو شرح عقائد جلالی ص ۱۰۰ وغیرہ) یعنی فی نفعہ تسلیم ہی ممکن ہے اے اللہ تعالیٰ کی قدرت اس کو کافی ہے مگر چونکہ وہ یہ وعدہ فرما چکا اور خبریں چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا اور آخرت میں نبی ہیں، لہذا اس خبر کی وجہ سے یہ سلب وحی مستبعد ہو گئی ہے اور اسی کو کہتے ہیں ممکن بالذات اور ممکن بالغیر۔

⑤ اللہ تعالیٰ مشرکین کے ایک بے بنیاد سوال کا حاکمانہ انداز میں جواب دیتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے کہ:

أَمْ يَتَّقُونَ أَخَذَتْنِي سُلَيْمَةُ
كُذِّبَتْ فَإِنْ نَسِ اللَّهُ يَخْتِمْ
عَلَى قَلْبِكَ وَنَخِجَ اللَّهُ مَالِكًا
وَنَخِجَ الْحَقُّ بِكَيْسَاتِهِ إِنَّهُ
عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ

کیا وہ کہتے ہیں کہ اس نے ہاتھ لگا کر
پر جھوٹ، سو اگر اللہ چاہے مٹ کر دے
تیرے دل پر اور مٹے اللہ جھوٹ کو
اور ثابت کرے سچ کو اپنی باتوں سے
اس کو معلوم ہے جو دلوں میں ہے۔

(پ ۲۵، الشہدی ۳۱)

یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو تیرے دل پر (معاذ اللہ) مٹ کر دے وحی اور نبوت بند ہو جائے مگر سلب کرے اور بغیر تیری رضا کے از خود ہی باطل کو مٹائے اور حق کو ثابت کرے تو ایسا کر سکتا ہے؟ لیکن نہ تو اس نے ایسا کیا ہے اور نہ کرے گا، اگر قدرت اس کو حاصل ہے اور وہ عاجز اور قاصر نہیں ہو گیا، اور اگر وَنَخِجَ اللہ لاسے جملہ مستانہ مراد ہو جیسا کہ بعض مفسرین کلام نے کہا ہے تب بھی ہمارا مدعی ثابت ہے (کا لافنی) الغرض اہل السنۃ والجماعت کے نزدیک قرآن کریم کی یہ آیت کریمہ اپنی حقیقت پر ہے اور بغیر کسی تاویل کے صحیح ہے، اسکا کمال تو معجزانہ اور اہل بدعت پر ہو گا کہ اگر حضور علیہ السلام کے قلب مبارک پر (عیاذ اللہ) صہ

لنگھنے پر قدرت خداوندی تسلیم کر لی جائے تو اس کے کلام میں امکان کذب لازم آئے گا، اور اسی ایک منطقی مفروض کے تحت وہ خدا تعالیٰ کی وسیع قدرت کو (معاذ اللہ) محدود اور دیا د کوڑھ کرنے کے حصے میں۔

(۳) اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ایک مخصوص واقعہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے کہ:

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ
هَذَا الْبَيْتَ آيَةً وَأَجْعَلْنِي رِجْوً
أَنْ تُخْرِجَ الْأَعْمَىٰ مِنْ دَرْمِ
إِلَهُنَّ أَصْلَافٌ كَثِيرَةٌ يَتَنَبَّأُونَ
النَّاسَ مِنْ غَيْرِهِمْ فَلَمَّا
بَسَّطْنَا يَدَآئِنَا فَكَرِهْتَ
تَعْبُدُنَا رَبَّكَ رَبِّ اجْعَلْ
مِنْ بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ
أَيُّهَا رَبِّ اجْعَلْ مِثْلَ
الَّذِي جَاءَكَ مِنَ الْمَرْسَلِينَ
فِي الْأَوَّلِينَ

اور جس وقت کہ ابراہیم نے مجھے بگنے
اس شجر کو امن والا اے وہ درخت تجھ کو
اور میری اولاد کو سب سے کہ ہم پر
جنوں کو جسے میرے پروردگار انہوں نے
گزشتہ میں ڈالا بہت لوگوں کو جن نے
بیرونی کی میری تو وہ میرا ہے اور جن نے
میرا کمانہ مارا سو تو بخشنے والا مہربان ہے۔

اس مضمون میں دو فریقوں کا ذکر کیا گیا ہے، ایک فریق خود حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی نسلی اور اعتقادی اولاد جو اہل توحید، مومن اور بت پرستوں کے دونوں میں اور دوسری طرف ابراہیم علیہ السلام کے مخالف، عاصی اور بت پرست ہیں اور انہیں کے بارے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں نے میری نافرمانی کی تو میرے پروردگار نے ملک کو طعنہ دیا ہے۔ اب سوال یہ ہے مشرک اور بت پرست کی (جن کا فائدہ کفر پر ہو چکا ہے) حضرت کا کیا سوال؟ رب العزت کا قطعی فیصلہ جب یہ ہے کہ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرَ اَنْ يَتَّبِعُوْهُ بِهٖمُ الْاٰيٰتِ بے شک اللہ تعالیٰ اس چیز کو نہیں معاف کرے گا کہ اس کے ساتھ مشرک کیا جائے، تو پھر مشرک کی بخشش کا کیا سوال؟۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس مصلحت میں یہ بتانا مقصود ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ بہت پرستوں کو بھی بخشا چاہے تو اس کو قدرت ہے یہ الگ بات ہے کہ وہ کرے گا وہی کچھ چڑھا چکا ہے کیونکہ اس سے زیادہ سچا اور کوئی نہیں۔
مَنْ نَفَسَ فِي مِنَ اللَّهِ قَيْدًا

⑤ اللہ تعالیٰ نے وہ مکالمہ جو قیامت کے دن اس کے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان ہوگا اپنی حکم کتاب میں نقل فرمایا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اور جب اللہ کے گا کر لے عیسیٰ ابن مریم کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اللہ میری والدہ کو اللہ تعالیٰ کے چنے اور ورے دے والا بنا دے؟ عیسیٰ علیہ السلام کہیں گے پاک ہے تو مجھے کیا اختیار تھا کہ میں ایسی بات کہتا جس کا مجھے کوئی حق نہیں، اگر میں نے کوئی ایسی بات کہی ہے تو بے شک تو اس کو جانتا ہے تو میرے جی کی باتیں جانتا ہے اور میں تیرے جی کی باتیں نہیں جانتا پس بے شک تو ہی فیوض کو جانتا والا ہے، میں نے ان کو صرف وہی کچھ کہا ہے جس کا تو نے مجھے حکم دیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا رب ہے اور میں ان پر گواہ تھا جب تک کہ میں ان میں موجود تھا، پس جب تو نے مجھے اٹھایا تو ابھی ان پر نگاہ تھا اور تو میری پر گواہ ہے۔

إِنْ تَكْفُرْ بِهِمْ فَإِنَّهُمْ حَبَشٌ
وَأَنْ تَقُولَ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ
الْقَدِيرُ الْكَافِرُ

اگر تو ان کو سزا دے تو بے شک وہ جہنم بندے ہیں، اور اگر تو ان کو معاف کئے تو بے شک تو غالب مکت والا ہے۔

یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے حضرت عیسیٰ امدان کی والدہ ماجدہ حضرت مریم
علیہا السلام کو الزنا کر شرک کیا جن کی اس مشرکانہ کا روئی کا انکار کر سکتے
ہوئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی اور اپنی ناز و نعلی اور بدلت
کا ذکر بھی فرما ہے میں بایں ہمد وہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ اگر تو ان کو معاف کرے
اور ان کی مغفرت فرمے تو تو غالب ملکوت والا ہے۔ سوال یہ ہے کہ جب
مشرکوں کی مغفرت ہی نہیں اور خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اپنا بیان قرآن
کریم میں یوں نقل کیا گیا ہے کہ۔

إِنَّهُ تَحَدَّيْتُكَ يَا اللَّهُ فَقَدْ
سَعَرَامُ كِي اللَّهِ نَعَى اس پر جنت اور اس
الْعَارُ طَوْكَمَ لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ
کاشمکانہ و دفع ہے کہ کوئی نہیں ظالموں
کی مدد کرے والا۔ (المائدہ: ۱۰۰)

تو پھر مشرکوں کی مغفرت کا کیا سوال؟ اس اور شاو کا مطلب اس کے
بغیر اور کیا ہو سکتا ہے کہ ان کی بخشش اور مغفرت پر اللہ تعالیٰ قادر ہے،
اگر وہ ان کو بخشا چاہے تو بخش سکتا ہے۔ اس لیے کہ وہ العزیز ہے، اہل
مکر کے گامہن جو وہ فرما چکا ہے کہ مشرک کی بخشش نہ ہوگی اور اس کے
غلاف وہ ہرگز ہرگز نہیں کرے گا۔

⑤ حضرت آبی بن کعب سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ:

لَوْ أَنَّ اللَّهَ خَلَقَ أَهْلَ بَيْتِهِ
أَكْرَمَ اللَّهُ تَعَالَى أَهْلَ بَيْتِهِ
فَأَهْلَ بَيْتِهِ خَيْرٌ مِنْ أَهْلِهِ
رَحْمَةً خَيْرًا مِنْ رَحْمَةِ
رَأَى أَنَّ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ حَنِيدٍ
عَلَمِي كَرَامَتِهِ دِينًا جَابِ قَسَمِي مَكْت
ہے امداس دین اس کا کوئی ظم نہ ہوگا اور
اگر وہ ان پر اچھی رحمت کرے تو اس کی
رحمت ان کے لیے ان کے اہل سے

الہ یلمیٰ) ثم اتیت عبد اللہ بن
 مسعود فقتل مثل ذالک ثم
 اتیت حدیف بن الیمان فقتل
 مثل ذالک قال ثم اتیت زید
 بن ثابت فحدثنی عن النبی
 صلی اللہ علیہ وسلم مثل ذلک
 (ابن ماجہ ۲۴۰۲ منہ ورواہ النکات منہ)
 بھی بہتر ہے (پھر گئے ہے) عبد اللہ بن
 فیروز مرثیٰ قتلے ہیں کہ یہی صفیٰ مجتبیٰ
 حضرت عبداللہ بن مسعود اور حدیف بن الیمان
 نے بیان کیا پھر میں حضرت زید بن ثابت
 کے پاس گیا تو انہوں نے اسی صفیٰ کی
 حدیث جناب رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم سے
 مجھے سنائی۔

ابی نعیم ابن حبانؒ

اور ابن ماجہ مرثیٰ روایت میں ہے حضرت زید بن ثابتؓ نے
 فرمایا سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لو ان اللہ عذب
 (الحديث) یعنی یہ حدیث سچیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنی ہے۔
 ۶) اور حضرت ابوبررہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
 وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر۔

لو یأخذ فی اللہ وابن مسعود
 بعدا جنت ہامان یعنی الابہام
 والحق تلہا لعذبنا ثم
 یظلمنا شیئاً (مسند النکات ۳۴۰۳ و ۳۴۰۴)
 اگر اللہ تعالیٰ مجھے اللہ صلی بن مریم علیہ السلام
 کو انگرھے اور شہادت کی دھمکی کی خوش کنے
 دے پڑنا چاہے تو میں سزا سے بچتا ہوں،
 پھر میں ہم پر اس کا کچھ ظلم نہ ہو گا۔

کیا کرتی مسلمان اس کا تصور کر سکتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو (محاذ اللہ) اللہ تعالیٰ عذاب اور سزا سے بچا
 مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی عظم قدر سے بتاتے ہوئے
 یہ ارشاد فرمایا اگر وہ ہمیں بھی ایک معمولی خوش (ابہام اور سبابہ کی خطا) پر عذاب
 و سزا دینا چاہے تو دے سکتا ہے، اس کو اس کی قدرت ہے، اور اس پر

وہ ظالم ہو گا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مرفوع حدیث سے بھی یہ بات بالکل روشن ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اگر ساری مخلوق کو عذاب اور سزا دینا چاہے تو ایسا کر سکتا ہے اس سے کوئی پرچہ نیک نہیں سکتا، اور اگر تمام مخلوق کو وہ اپنی رحمت سے نوازا چاہے تب بھی وہ اس پر قادر ہے۔

④ امام نووی الشافعی لکھتے ہیں کہ اہلسنت والجماعت کا یہ مذہب ہے کہ اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز واجب نہیں، اللہ تعالیٰ کی ذات اس سے بلند ہے، بلکہ تمام جہاں اس کی ملک ہے، اور دنیا و آخرت میں اس کی بادشاہی ہے، ان میں وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے، سو اگر وہ تمام اطاعت شانوں اور شیعوں کو سزا دینا چاہے اور سب کو دوزخ اللہ دوزخ میں ڈال دے تو یہ اس کا اصل ہر گاہ کہ اگر ان کو عزت و نعمت عطا کرنا کو جنت میں داخل کر دے تو اس پر بھی اس کو عذاب ہے لیکن اس نے خبر دی ہے کہ اس کی خبر بالکل سچی ہے کہ وہ ایسا کرے گا۔ ہرگز نہیں بلکہ اپنی رحمت سے مژدیں کی آنحضرت فرما کر انہیں جنت میں داخل کئے گا، اللہ صل و انصاف کے قاعدہ کے مطابق کافروں کو سزا دے گا، اللہ انہیں عیش و دوزخ میں رکھے گا، یہ اہلسنت کا مذہب ہے یہ ہے مستزاد تو وہ احکام کو اپنی عقل سے ثابت کرتے ہیں اور اعمال پر ثواب دیتے کہ واجب قرار دیتے ہیں، اور وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ بندوں کے لیے جو چیز مفید تر اور مصلح ہے وہ اللہ تعالیٰ پر واجب ہے اور اس کے خلاف کہ وہ ممنوع ٹھہرتے ہیں، اور اس کے علاوہ بھی وہ شریعت طویل جیل کا فکدہ ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے باطل نظریات اور خلاف نص میں اعتراضات سے بلند و بالا ہے اور (شرح مبسوط ۲ ص ۲۹۷)

⑤ امام کراج الدین الشافعی (المعتفی ۱۷۷) فرماتے ہیں کہ ان العرب تعالیٰ له حنن وان

بے شک ہمارے نزدیک اللہ تعالیٰ کے

يَعِزُّ الظَّالِمِينَ وَيُشِيبُ الْمَعْسِينَ
 محل نعمة منه فضل و
 محل نعمة منه عدل لا حجب
 عليه في ملكه ولا داعي له في
 فعله وعنده مع عجب تعجب
 المعاصي واثابة المطيع ويستنج
 العكس اور طبقات الشافعية
 الکبریٰ ۲: ۲۹۵ طبع مصر
 قدرت اور اختیار ہے کہ وہ اطاعت
 کرنے والوں کو خطاب ہے اور نافرمانوں
 کو ٹوٹا بھیجے، ہر نعمت اس کا فضل اور ہر
 نرا اس کا اصل ہے، اس پر اس کی بک
 میں کوئی پابندی نہیں اور نہ اس کے فضل
 کا کوئی داعی ہے اور معزز کے نزدیک
 اللہ تعالیٰ پر واجب ہے کہ وہ عامی کو نرا
 اور مطیع کو ثواب دے اور اس کا عکس
 ممکن ہے۔

① حضرت امام رازی فرماتے ہیں کہ قرطاعت پر ثواب واجب ہے اور نہ
 معصیت پر عتاب ضروری ہے، بلکہ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل اور احسان ہے۔
 (تفسیر کبیر ج ۳ صفحہ ۲۵۲ طبع مصر)

② کتب عمائد میں بھی اس مسئلہ پر منی بحث موجود ہے اور اسکا ان کتب کے
 نقطے بحث اور اس کا داخل توفیق قدرت باری تعالیٰ ہوتا اہل السنۃ کا مسلک
 اور اس پر قدرت نہ ہوتا معزز کا مسلک ذیل کی کتابوں میں مقرر ہے۔

(المسألة مع المسایرة ج ۲ صفحہ ۲)

طبع مصر شرح موافقت مؤلف طبع نور الحسنیہ وغیرہ) اور فتوح العقائد
 میں ہے کہ:-

واما وعید کا ذی پس خلافت آل
 ہائے است از جمیع اکابر خلافت
 محض فضل و کرم است و صوفیہ
 رضی اللہ عنہم نیز بر ہمیں اعتقاد
 بہر حال کا کہ مذاب کی جو وعید سنائی
 گئی ہے اس کے خلاف کرنا جائز ہے اس
 لیے کہ اس وعید کے خلاف (دست انعام
 وغیرہ) جو کچھ ہے و محض اس کا فضل و کرم ہے

ہستند اور مثلاً

اور حضرات موفیاء مکرم کا بھی اللہ تعالیٰ
اُن سے ماضی ہر پہلو امتداد ہے۔

اور حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی اپنے فاروقی جلال میں اگر ایک
لوگوں کے بارے میں فرماتے ہیں کہ :-

و اگر محمد را بدین فرستاد و عذاب
ابدی فریاد جہنم استراض نیست ۔
اگر سب کر (معاذ اللہ) معصی میں بھی
میں ام الی کر حیث کا خطاب میں تب
نہیں اس پر اعتراض کی کوئی مجال نہیں ہے۔
(مکتوبات حضرت جلد ۱ و فقرات اول ص ۱۵۷)

① شیخ محدث عبدالحق دہلوی اس سکہ پر بحث کرتے ہوئے یہ بھی تحریر
فرماتے ہیں کہ :-

نعم اختلاف در آں است کہ آیا
جائز است عتقاد یا نہ ؟ معتزلہ بر آنند
کہ جائز نیست زیرا کہ اکل موجب تبعید و
تغذیر است و نزد اصحاب ماکہ گروہ
اہل سنت والجماعت اند ایں قسم
جائز است کہ حق تعالیٰ یکے را از چارو
عتلاست بر آید وہ ہدایت رسانید و
برترتہ نبوت رسانید و لیکن دلیل
مسمی بر آنست کہ ایں جائزہ وقوع نیند
(طرح البتہ ص ۱)

و کلامہ لامل قائم کر شیخ ۱۵ ص ۱۵۷

اں اس میں اختلاف ہے کہ آیا یہ عتقاد جائز
ہے یا نہیں ؟ معتزلہ اس کے قائل ہیں کہ یہ
جائز نہیں ہے کیونکہ اگر یہ جائز ہو تو یہ
کرنے اور نفرت دلانے کا سبب ہوگا۔
دینی علوم قدرت کے حمانے یہ آڑ میں لگا
کہ اللہ تعالیٰ کے کلمہ اور وعدہ پر ماضا اللہ
کوئی عتقاد نہیں اور یہ حق سے بعد ہونے
اور تنفر کا ذریعہ ہے) اور ہاں یہ نزدیک
جواب سنت والجماعت کے گروہ سے تعلق
نہیں ہے یہ جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو
مگنہی کے گروہ سے نکال کر اور اسے
ہدایت دے کہ نبوت کے خاتم تک پہنچائے
کر کسی دلیل سے یہ ثابت ہے کہ عتقاد جائز

ہوتے ہوئے بھی کبھی وقوع میں نہیں آیا۔
اس سے معلوم ہوا کہ اگرچہ ایسا ہوا نہیں لیکن قدرت خداوندی اس کو
شال ہے۔

(۱۳) حضرت شیخ الہند اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

سب جانتے ہیں کہ ذات تعالیٰ شاذ ہے، افعال قیود کے حدود کی نوبت
نہیں آسکتی، انہیں افعال قیود کو مثل دیگر ممکنات ذاتیہ مقدر باری جملہ اہل حق تقسیم
کرتے ہیں، اگرچہ غزالی ہے تو اُن کے حدود میں ہے نفس مقدریت میں اصلاً
کوئی غزالی لازم نہیں آتی اگر ہوتا ہے تو کمال قدرت ثابت ہوتا ہے، بلکہ امور
مذکورہ کو قدرت سے خارج کر کے میں علوم قدرت علی المسکات جو داخل کمال اللہ
مسلمات اہل سنت میں سے ہے باطل ہو جائے گا، کتب معتبرہ میں قدرت
تعالیٰ یعم سائر المسکات اور محل ممکن مقدر و مرجو ہے لا راجع للعقل
ج ۱ ص ۲۰۱ اور پھر آگے تحریر فرماتے ہیں کہ:-

بالجواب قبح کے حدود کو ممکن بالذات کہنا اور مذہب اہل سنت - ہے
البتہ بوجہ افتناع بالغیر ان کے تحت و فعلیت حدود کی کبھی نوبت نہیں آسکتی جس
کا خلاصہ یہ ہوا کہ قبح تحت القدرة داخل ہو کر بوجہ حکمت و محل و تقدس محتج لرفع
میں یہ ہرگز نہیں کہ امور مذکورہ قدرت ہی سے خارج ہیں، اور نہ حضرات اشاعرہ
خلافت محل و حکمت کو کہیں مقدر و باری فرماتے ہیں اور (ص ۲۰۲)

(۱۴) حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی ایک سوال کے جواب

میں تحریر فرماتے ہیں: سوال و جواب اندج ذیل ہے:-

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ذات باری تعالیٰ
عز و جلال موصوف بصفات کذب ہے یا نہیں؟ اور خدا کے قائلے جھوٹ
ہوتا ہے یا نہیں؟ اور جو شخص خدا کے تعالیٰ کو کہے کہ وہ جھوٹ ہوتا ہے۔

وہ کیا ہے؟ سببتو اتنا جبراً۔

الجواب: ہذا حق تعالیٰ جل جلالہ کی پاک و منزہ ہے اس سے کہ متعنت بصفت کذب کیا جیسے مولانا محمد تقی اس کے کلام میں ہرگز ہرگز ثابہ کذب کا نہیں ہے۔ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَهَذَا الَّذِي كَذَبَ مِنْ اللَّهِ قَبِيحٌ۔ جو شخص حق تعالیٰ کی نسبت یہ عقیدہ رکھے یا زبان سے کہے کہ وہ کذب بولتا ہے وہ قطعاً کافر ہے، مومن ہے، اور مخالفت قرآن و حدیث کا اور اجماع اُمت کا ہے وہ ہرگز مومن نہیں۔ تَعَالَى اللَّهُ عَمَّا يَقُولُ الظَّالِمُونَ قُلُوا كُنْتُمْ ابْنُ بَرٍّ۔ یہ عقیدہ اہل ایمان سب کا ہے کہ خدا کے تعالیٰ نے مثل فرعون و ابلیس والی سب کو قرآن میں جہنمی ہوئے کا ارشاد فرمایا ہے وہ حکم قطعی ہے اس کے خلاف ہرگز ہرگز نہ کرے گا مگر وہ تعالیٰ قادر ہے اس بات پر کہ ان کو جنت سے دیکھے عاجز نہیں ہو گیا قادر ہے اگرچہ ایسا اپنے عقیدے نہ کرے گا۔ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى قُلُوا لَيْسَ بِنَبِيِّكُمْ هَذَا الَّذِي فُتِنَ بِهِ لَكُم بَلْ هُوَ نَذِيرٌ لَكُم لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ۔

(اس آیت سے واضح ہے کہ اگر خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ کوئی کر دینا مگر فرما چکا ہے اس کے خلاف نہ کرے گا اور سب اختیار سے ہے) اضطراب سے میں وہ قائل ہوں کہ اَللّٰهُ يَجْعَلُ مَا يَشَاءُ۔ ہے اور عقیدہ تلم علیہ اُمت کا ہے، چنانچہ بخاری نے تحت تفسیر قولہ تَعَالَى اِنْ تَتُوبَا فَاِنَّكُمْ لَفِيْهَا لَمَقَامٌ۔ لکھا ہے کہ عدم عجز ان شرک کا متفق اور عید کا ہے وہ نہ کوئی اقتلاع ذاتی نہیں اور یہ ہے عبارت اس کی و عدم عقول ان الشرع مقتضی الوعد فلا امتناع فیہ لذلک واللہ اعلم بالصواب۔ کتاب الاحقر رشید احمد گنگوہی حنفی عند وقت موتی رشیدیہ حصہ اول ص ۱۸ طبع حیدرآباد سابق پبلیشنگ و پرنٹنگ، اور اسی جلد ص ۱۸ میں اس مسئلہ کی مزید تحقیق منقول

نے با دلائل ثابت فرمائی ہے۔

قارئین کرام! ہم نے اس بحث میں قدسے تفصیل سے اس لیے کام کیا ہے کہ دیگر بعض مسائل کی طرح اس مسئلہ کی وجہ سے بھی اہل بدعت نے علماء دیوبند اور حق پرستوں کو کافی بے نقط سنائی ہیں اور جنہو سے بد مزہ تعبیر اختیار کر کے اس کو عوام کے سامنے پیش کرتے ہیں اور ان کو اہل حق سے متنفر کرنے کی کوئی کسر رانی نہیں چھوڑتے اور خود اس پر مطلقاً غور نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ کی شان اور روح کس نظریہ سے بڑھتی ہے اور کس خیال سے معاذ اللہ کم ہوتی ہے؟ اور کس عقیدہ اس کی قدرت محدود بنتی ہے؟ دراصل معتزلہ کی منطقیات اور فلسفیانہ روش گمانوں اور ناروا عقل کی کسیہ کاریوں کا بھنا ہوا آدمی کے بس کا رنگ نہیں ہے، بڑے بڑے علماء اور فضلاء بھی ان کے حکموں میں آتے ہیں، میں الا مقلیٰ شاء اللہ دیگر بعض معتقین علماء کی طرح (اللہ تعالیٰ سب کو جزائے غیر مرحمت فرمائے) امام مطلق و فلسفہ حضرت امام غزالیؒ (المتوفی ۵۰۵ھ) نے اپنی متعدد کتابوں میں اہل اعتزال کے اس باطل نظریہ کا تجزیہ کر کے اہل حق کو خبردار کیا ہے اور خصوصاً اپنی کتاب الاعتقاد فی الاعتقاد میں قرآن پر سیر حاصل، بحث کی ہے ہم چند ضروری اقتباسات عرض کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:-

① اہل حق یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ساری مخلوق کو اللہ تعالیٰ نے محض اپنے اختیار سے پیدا کیا ہے اور اس کو مخلوق کے پیدا کرنے پر بھی اقتدار تھا اور ہے اور اس نے مکلف مخلوق کو پیدا کرنے کے بعد احکام کا پابند بنایا ہے، اگر وہ کسی حکم کا ان کو پابند اور مکلف نہ بناتا تو یہ بھی اس کی قدرت کے تحت ہے لیکن معتزلہ کا ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ مخلوق کا پیدا کرنا اللہ تعالیٰ پر واجب ہے اور مکلف مخلوق پر اپنی طرف سے احکام عائد کرنا بھی اس پر واجب ہے، اس کے خلاف کی اس کی قدرت ہی نہیں (معاذ اللہ) اصل عبادت ملاحظہ ہو۔

تسمى انه وجود الله تعالى ان لا
 يخلق الخلق واذا خلق خلقه يمكن خلقه
 واجب عليه واذا خلقه
 فلا ان لا يخلقهم واذا خلقهم
 فلا يمكن ذلك واجب عليه
 وقالت طائفة من المعتزلة
 يجب عليه الخلق والتكليف
 بعد الخلق اهـ
 والاعتقاد في الاعتقاد
 جامع قاصده

ہم یہ دعوئی کہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے لیے
 جائز اور اس کے اختیار میں ہے کہ وہ مخلوق
 کو پیدا کرے اور جب اس نے پیدا کیا
 ہے تو یہ اس پر واجب نہیں اور پیدا کرنے کے
 بعد اس کو تکلیف نہ کرنا بھی اس کے بس
 میں ہے، اور جب ان کو تکلیف بنایا ہے
 تو یہ بھی اس پر واجب نہیں اور مستزکر کا ایک
 گروہ یہ کہتا ہے کہ مخلوق کو پیدا کرنا اور خلق
 کے بعد ان کو تکلیف بنانا اللہ تعالیٰ پر
 واجب ہے۔

خود کیجئے کہ (معاذ اللہ) کس طرح اس فرقے اللہ تعالیٰ کی قدرت ہی کا
 انکار کر رہا ہے، اور اللہ تعالیٰ کو بے بس اور عاجز کر رکھا ہے، اور جب کے بعد
 مجاہد اختیار اور قدرت کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے، کیونکہ اختیار تو بھی ہو سکتا ہے
 کہ وہ اپنی مرضی سے جو چاہے کرے، جائز کا اختیار اس اختیار کے لیے استعمال ہوتا ہے کہ فرض ہو جائے
 ۲) اہل سنت والجماعت کا یہ مسلک ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی فرد کو اس کی
 طاقت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتا اور اس نے تکلیف مالا بطاق کا ابراہیم
 کسی پر نہیں ڈالا لیکن اگر وہ کسی پر مالا بطاق تکلیف ڈالنا چاہے تو ایسا کر
 سکتا ہے گروہ ایسا کرتا نہیں اور مستزکر کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایسا کر ہی نہیں
 سکتا۔ (معاذ اللہ)

امام غزالی کی عبارت دیکھئے۔

ان الله تعالى ان يكلف العباد
 ما يطيقونه وما لا يطيقونه

وہم سے نزدیک) اللہ تعالیٰ کو اختیار
 ہے کہ بندوں پر ایسی تکلیف ڈالے جس

و ذهبت المعتزلة الى النحر ذلك امر (منع)

کی وہ طاقت رکھتے ہیں، اور ایسے احکام کا منکلف ہیں وہ ان کو بنا سکتے ہیں جن کی ان کو طاقت نہیں مگر معتزلہ اس کے منکلف ہیں۔

اس نظریہ میں معتزلہ نے اللہ تعالیٰ کی وسیع قدرت کو ایک گونہ مقید کر دیا۔

③ اہل حق یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں پر رتی بھر ظلم نہیں کرتا اور نہ کئے گا لیکن اگر وہ کسی ذی روح کو جہنم کے بغیر سزا دینا چاہے تو کئے سکتے ہیں اور وہ منکلف اور مطیع بندوں کو ثواب دے گا کیونکہ اس نے وعدہ فرمایا ہے، اور وہ ہرگز ہرگز اپنے وعدہ سے کی خلافت درزی نہیں کرے گا لیکن اس پر واجب نہیں کہ وہ مجبور ہو جائے اور اس پر اہل حق کے نزدیک یہ لازم نہیں کہ وہ ضرور قیامت برپا کرے، وہ قیامت قائم کرنے اور نہ کرنے دونوں پر قادر ہے، اگر وہ اپنے وعدہ کے مطابق قیامت ضرور قائم کرے گا لیکن وہ مجبور نہیں اور معتزلہ کہتے ہیں کہ وہ کسی ذی روح کو جہنم کے بغیر سزا نہیں دے سکتا اور اس پر ثواب واجب ہے اور قیامت برپا کرنا اور تمام جائز مخلوق کو ان کے افعال کا صلہ دینا اس کے لیے ضرور ہی ہے، اس کے خلاف اس کو کوئی اختیار نہیں (عیاذ باللہ)

حوالہ ملاحظہ ہو :-

ثم ان الله تعالى قادر على ايلام الحيوان البرئ عن الجنائيات ولا يلزم عليه ثواب وقالت المعتزلة ان ذلك محال لان قبيح ولد لك لزمه المحيد الى ان كل بقعة وبس عوف او ذئب بعرك او دمة

چارہ یہ دعویٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ جہنم کے بغیر جائز مخلوق کو بھی تکلیف اور سزا دینے پر قادر ہے اور اس پر ثواب لازم نہیں اور معتزلہ کہتے ہیں کہ یہ محال ہے اس لیے کہ وہ قبیح ہے اور اسی لیے وہ اس قول پر مجبور ہونے لگا کہ ہر گھبراہٹ اور شوخیاں اور عداوت اور عداوت ہمیشہ آئے ایسے جانور کی نسبت

فَلَنْ يَكُونَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ ذِي نَجَسٍ ۖ
 اِن بَحْثُوا بِمِثْلِهِ طَلَبُوا ۖ
 کے دن غائب کے لئے دوبارہ کھڑا
 کرتا اور دہر دینا اللہ تعالیٰ پر لازم اور
 واجب ہے۔

اور رقم ۲۴

۱۱۔ یہ کہہ کر اس قدر مطلق اور قائل کہ اَللّٰهُ شَرِيفٌ ذَاتُ كَرَامٍ طَرِيعٌ
 معلا اللہ بخیر تصور کر لیا گیا ہے، اور انسانی درجہ تو انکس ہے پھر اور پتو کا میدان
 عشر میں دوبارہ زندہ کرنا اور پھر ہی کہ مناسب جلد دینا بھی اس پر واجب قرار دے
 دیا گیا ہے، تمام مخلوق کے حشر کا نظریہ لڑا اہل السنۃ والجماعہ کا بھی ہے لیکن
 یہ حشر واجب نہیں کیونکہ وجوب میں اختیار باقی نہیں رہتا اور جب العزت
 قادر اور مختار ہے۔

۱۲۔ اہل حق یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات بڑی مہربان اور رحیم ہے
 اس کو اپنی مخلوق سے وہ شفقت ہے جو ماں کو اولاد سے نہیں ہو سکتی اور
 وہ جو کچھ ان کے لیے اپنی حکمت اور مصلحت کے مطابق سمجھتی ہے کرتی ہے
 لیکن وہ اس پر مجبور نہیں کہ وہ اصلح اور مفید تر چیز ہی ان کے لیے کرے اور
 مستقر نہ کہتے ہیں کہ اس پر اصلح عباد واجب ہے، اور وہ اس پر مجبور ہے
 کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کرے گا تو اس کی جمالت لازم آئے گی اور یا
 بخل (معاذ اللہ)

نَدْعِيْ اِلَيْهِ لِيُعْبَدَ ۚ اِلَيْهِ رُجُوعُ الْعِبَادِ ۚ
 اَلَا اَعْلَمُ لِعِبَادِهِۦٓ اَنْ يَّفْعَلَ
 مَا يَشَاءُ ۚ اَمْ دَعَاكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ
 لِمَنْ خَلَقَ ۚ اَنَّا نَحْنُ حَجَّاجُكَ
 اَللّٰهُ تَعَالٰی فِیْ اَعْمَالِهِۦ ۚ وَارْجِعْ اِلَيْهِ
 اَلَا اَعْلَمُ ۚ
 ہم یہ کہتے ہیں کہ بندوں کے لیے مفید
 اشیاء کی رعایت اللہ تعالیٰ پر واجب
 نہیں وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جواد
 کرتا ہے حکم دیتا ہے مستقر اس کا ملکہ کہتے
 ہیں وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے افعال میں
 بے جس ہے اور وہ اس پر اصلح عباد واجب ہے۔

الاصلح اور رقم ۲۵

دیکھا آپ نے کہ اس غلط فائدہ نے انہیں کہاں سے کہاں جا پہنچایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے افعال و اراۃ اور مشیت میں بھی اصل عباد کے خلاف پر کوئی قصہ نہیں رکھتا اور وہ مجبور محض ہے۔ (معاذ اللہ) اور تعجب ہے کہ وہ اپنی عقل و تارسلک کے ان غلط نتائج پر تا دم اور پریشان ہونے کے بجائے اُلٹے ذرا اُلٹے شاطاں ہیں۔

⑤ اہل سنت والجماعت یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے وعدہ کے مطابق اپنے مکلف بندوں کو ثواب دینگا۔ لیکن یہ اس پر واجب نہیں اگر چاہے قرآن کو سزا بھی ملے سکتا ہے، اور اگر چاہے قرآن کو سزا سے محروم ہی کر دے اور دوبارہ جزا و سزا کے لیے انہیں زندہ ہی نہ کرے، اور اگر وہ تمام کفار کو بخش دے تو وہ اس پر قادر ہے اور اگر وہ سب مومن کو سزا دے تو اس پر بھی اُسے قدرت ہے اور اس میں کوئی استعمال لازم نہیں آتا، مگر سزا ان میں سے کسی امر کو تسلیم نہیں کرتے اور سب اس پر اللہ تعالیٰ پر واجب ٹھہراتے ہیں۔

سنحی ان الله تعالى اذا مكلف	ہم یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جب
العباد فاطاعوه لم نجب عليه	اپنے بندوں کو مکلف بنایا ہے اور انہوں نے
الشواب بل انشاء اثابهم و	اس کی اطاعت کی ہے تو اس پر ان کا
ان شاء عاقبهم وان شاء عاقبهم	ثواب واجب نہیں بلکہ اگر وہ چاہے تو ان کو
ولم يجرهم - ولا يبالى لضعف	ثواب سے اور چاہے تو عتاب بھی اور چاہے
لجميع الكافرين وعاقب جميع المؤمنين	قرآن کو بالکل محروم کر دے اور دوبارہ زندہ
ولا يفتيل ذالك في نفسه	ہی نہ کرے۔ اور اگر وہ تمام کفار کو بخش
او (مسکت)	دے تو اُسے کوئی پرہیز نہیں اور اگر تمام
	مومن کو سزا دے تو اُسے اس کی بھی کوئی

پہنچائیں اور اس میں کوئی استحالہ
لازم آتا ہے۔

اس کے بعد امام موصوف نے معتزلہ کے دو بڑے عقیدہ کو خوب رد کیا ہے
اور اس کی وجوہ انفسار آسمانی میں بکھیری ہیں اور یہاں تک بحث کی گئی ہے
فیصلہ اللہ تعالیٰ۔

۶) اہل حق یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے مخلوق کی برکت
اور اصلاح کی خاطر حضرات انبیاء علیہم السلام کو بھیجا تھا وہی ہے اور بعثت انبیاء
اس کی مرضی اور اختیار سے ہے، اور وہ اس میں بے بس اور غیر متدخل ہیں
معتزلہ کہتے ہیں کہ یہ اس پر واجب ہے،

نہی ان بعثت الانبیاء جنتی ہم یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ بعثت انبیاء
ولیس بحال ولا واجب وقالت عہم السلام جائز ہے نہ محال ہے اور
المعتزلہ انہ واجب اور مشی واجب اور معتزلہ کہتے ہیں کہ واجب ہے
اور حضرت اہل اصل و فاعل کہتے ہیں کہ۔

انہ لا یجب حلہ اللہ شی من ہا کہ اللہ تعالیٰ پر بندوں کے حق میں
رعایۃ الاصلی العباد وغیرہا مفقود تھے کی رعایت و عزو کوئی چیز
خلافا لمعتزلہ الخ۔ واجب نہیں بلکہ مفقود معتزلہ کے۔

(شیخ محمد اکبر علیہ السلام طبع کا بیچ)

کمال تک ان لوگوں کے لیے بنیاد عبادت اور فطرت نقل کئے جائیں
جن کا بھی چاہتا ہے، وہ کتب عبادت و اصل کی طرف مراجعت کرے،
بشرط فہم و اہلیت۔

بعد از حضرت کے لیے حوالے بالکل کافی ہیں اور وہ معتزلہ اہل اہل
بدعت کے بظاہر و خفا اور حقیقت تک اور فاعل نظر کر سکتے تھے

ہیں کہ شفع و عید اور اسکا کذب پر قدرت کے انکار سے کیا کیا منافد پیش آتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی وسیع تر قدرت محدود ہو جاتی ہے اور اس کا فاعل مختار اور اپنی مرضی اور مشیت سے کام کرنے کا اسلامی اور بنیادی عقیدہ محال نقص اور قبح کے لفظوں کے چکر میں منطقی یا نظری کی بعینہٗ چرلوں جاتا ہے (ملاحظہ شد) برعکس اس کے جو ممکن اہل العنت والجماعت کا ہے، اس میں نہ تو کوئی نقص لازم آتا ہے اور نہ اس کی قدرت اور اختیار محدود ہو کر رہ جاتا ہے بلکہ اس کی عزت و عظمت اور کمال کا پہلو اسی صورت میں نمایاں ہو سکتا ہے کہ وہ قادر تعالیٰ مگر کرنا نہیں اور باوجود قدرت اور طاقت کے اپنے وعدہ کے مطابق لئے کسی چیز کے نہ کرنے سے اس کی کمال شان و طمع اور وعدہ پورا ہوتا ہے اور یہی عقیدہ حق ہے۔

وجہ ۲ - ص ۱۱ میں ذلک اقلہ الذی یک لاسمعی مولوی احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں کہ :-

اور نہ یہ کہوں کہ میں آپ غیب جان لیتا ہوں، اس میں طمان صاحب نے اپنے فاسد عقیدہ کے اثبات کے لیے لفظ لکھ کر ترجمہ میں بزور و داخل کیا ہے لفظ اقلہ و ماہر تکلم کا جو غیب ہے اقلہ عربی زبان میں غیب جہاں بھی پایا جائے گا مثبت میں اس کا معنی ہوگا میں جانتا ہوں یا مانوں گا اور لا لکھنے کا معنی ہوگا میں نہیں جانتا یا نہیں مانوں گا۔ اس میں لفظ آپ اس کے معنی میں کسی طرح شامل نہیں ہے جو کہ خانی صاحب کا یہ بے بنیاد و دھمکے ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ذاتی طور پر نہیں بلکہ عطائی طور پر علم غیب حاصل تھا۔ اس لیے عطائی کے لفظ میں انہوں نے قرآن کی بے شمار نصوں سے قطعاً اور صحیح احادیث کے مزید معنی میں سے راہ قرار اختیار کرنے کی خاطر جو حدیث تھوڑی جھوٹا ہے اور مولوی نعیم الدین صاحب نے اس چودھواڑے سے لی لی فائدہ اٹھایا ہے کہ وہ

کہتے ہیں کہ میرزا و عمری ذاتی عیب ذاتی کا ہے واللہ پھر کہے گئے ہیں :-
 فائدہ اس سے صاف واضح ہو گیا کہ اس آیت کریمہ کو سید عالم صلی اللہ علیہ
 وسلم کے عیب پر مطلع کئے جانے کی نفی کے لیے مندرجہ بالا ایسا ہی بے عمل ہے
 جیسا کہ کفار کا ان سوالات کو انکار نبوت کی دستاویز بنا کر بے عمل تھا علامہ پر
 اس آیت سے حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم عطا کی نفی کسی
 طرح مراد ہی نہیں ہو سکتی کیونکہ اس صمدت میں تعارض بین الآیات کا قائل ہونا
 پڑے گا بعد باطل منسوخ کا یہ بھی قول ہے کہ حضرت کا لَوْ أَقُولُ لَكُنْهُ آیت
 قرآنی بطریق تراویح ہے۔ (مخالفان و مدافع و مجمل وغیرہ) وحاشا عکلاً
 جس ذات سے کہہ سکتے کا خدا اپنا دھرم ہی ذاتی دھرم اس کے بارے
 میں یہ سوال کہاں سے اور کیسے پیدا ہو گیا کہ اس کا علم باکمال اور صفت
 ذاتی ہو سکتی ہے جس کی نفی کی ضرورت پیش آئے، جب موصوف کا دھرم ذاتی
 ہے تو اس کی صفت بھی عطا ہی ہوگی۔ جس کیسے کہ آپ نے یہ کہیں نہ فرما دیا کہ میں
 ذاتی طور پر محمد رسول نہیں ہوں بلکہ عطا کی عمر رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عطا کی عمر
 محمدؐ، آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ وہ فرق بین محمدؐ بریں دیگر دلائل کو چھوڑ بیٹے
 قرآنی کریم میں اس کی تصریح موجود ہے کہ بعض چیزیں ایسی ہی ہیں جیسا کہ علم اللہ تعالیٰ
 نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہی نہیں کیا تو انہیں کہاں سے عطا ہو گا یا ہو
 سکتا ہے؟

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :-
 وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي
 لَهُ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ وَمَنْ نَقُوتْ
 تَبْتَغِيهِ - دہلہ ایسین ام

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :-
 وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي
 لَهُ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ وَمَنْ نَقُوتْ
 تَبْتَغِيهِ - دہلہ ایسین ام

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :-
 وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي
 لَهُ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ وَمَنْ نَقُوتْ
 تَبْتَغِيهِ - دہلہ ایسین ام

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :-
 وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي
 لَهُ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ وَمَنْ نَقُوتْ
 تَبْتَغِيهِ - دہلہ ایسین ام

چونکہ علم شرع و شاعری کا کمال جھوٹ و مبالغہ خیالی پر دامن فرمائی تھو کہ آخر جتنی اہل
 نے تحقیقات کے سوا اللہ کچھ نہیں ہوتا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس نفع قطعی میں یہ بھی
 کر دیا ہے کہ نہ تو ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شعر کی تعلیم دی ہے اور نہ
 خیالی تمک بنادیاں اور نہ ہی طبع آزمائی آپ کی اعلیٰ درجہ شان کے لائق ہے دیگر
 زبانوں کے علاوہ صرف ادب عربی کے دو ادیبین اہل و فاضل ہی اٹھا کر دیکھ لیجئے
 تو اندازہ ہو جائے گا کہ شعر و شاعری کا ادارہ کتنا پیچیدہ ہوا ہے، مگر اللہ تعالیٰ نے
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس فن کی تعلیم ہی نہیں دی کیونکہ یہ آپ کی شان کے
 لائق ہی نہیں اور یہ کھلی بات ہے کہ جو چیز پہلے اہل شان نبوت کے لائق نہیں
 وہ نبی اللہ رسول کی زندگی کے آخری لمحات میں بھی مناسبت نہیں اور نفع قطعی کے
 بعد کوئی آیت اور کوئی صحیح حدیث ایسی نہیں بتائی جاسکتی کہ آپ کا اس کے بعد
 کسی وقت علم شعر حاصل کر دیا گیا تھا، ارادہ جو کہ شعر و شاعری کے آنحضرت صلی اللہ علیہ
 وآلہ وسلم کے لیے شعر و شاعری کا اثبات کرتا قرآن ہی جہالت ہے، اسی طرح
 شعر سے کلمہ شعریا وہی اور منطقی شعر مراد لے کر یہ بہانا کرنا کہ نفی اس کی ہے
 معنی مفضل نسبی ہے، آخر کچھ تو ہے جس کے علم کی نفی ہے اور ظاہر ہے کہ اس عالم
 آب و گل میں اگر ایک فرد کی نفی بھی ثابت ہو جائے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ
 وسلم کے لیے علم غیب کتنی ثابت نہ ہوا و ہوا المطلب اس کی ببالا مزید حدیث
 آذانیہ الریب نہیں داخل کریں۔ مولوی فیض الدین صاحب نے اس آیت کریمہ کی تفسیر
 میں جو ٹکٹے کھائے ہیں ان کو دیکھ کر ان کی دیانت اور علم پر محنت انوکھ
 ہوتی ہے، وہ کہتے ہیں کہ:

معنی یہ ہیں کہ ہم نے آپ کو شعر گوئی کا کلمہ نہ دیا یا یہ کہ قرآن تعلیم شعر نہیں
 ہے اور شعر سے کلام کا ذب مراد ہے خواہ موزون ہو یا غیر موزون اس آیت میں
 اشارہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے علم اولین و آخرین

تعلیم فرمائے جن سے کشف حقائق ہوتا ہے اور آپ کے معلوم واقعی و نفسی شعری میں کذب شعری نہیں جو حقیقت میں جہل ہے وہ آپ کی شان کے لائق نہیں اور آپ کا دامن تقدس اس سے پاک ہے اس میں شعر معنی کلام موزون کے جاننے اور اس کے صحیح و مستقیم حیدر و دی کو پہنچنے کی نفی نہیں، علم نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں طعن کرنے والوں کے لیے یہ آیت کسی طرح سند نہیں ہو سکتی۔ اللہ تعالیٰ نے حضور کو علوم کائنات عطا فرمائے، اس کے انکار میں اس آیت کی پیش کرنا محض غلط ہے (۱۶۳: ۱۶۴ و ۱۶۵)

تنقیہ مولوی نعیم الدین صاحب نے یہ جتنا ہی غفلوں کا چکر دیا ہے سب بے سود ہے، اولاً اس لئے لغت و شرح اور معرفت میں جہل پر غلط شعر کا اطلاق ہو سکتا ہے خواہ وہ کچھ بھی ہو، اس آیت سے اس کی نفی قطعی طور پر ثابت ہے، اس سے حکم کی نفی کرنا اور کلام موزون اور شعر صحیح و مستقیم کا علم ثابت کرنا قرآن کریم کی غاصر تحریر ہے نعمد باللہ منہ واثبات کی کتاب تکلیف انقیض میں تو نفی ہے، اس سے علم اولین و آخرین کی تعلیم کے اشارہ کا جھوٹا معلوم کیا ہے؟ قرآن کریم کا یہ قطعی مضمون تو یہ بتلا رہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے مطلقاً شعر کی تعلیم نہیں دی اور نہ یہ آپ کی شان کے لائق ہے لیکن مولوی نعیم الدین صاحب کہتے ہیں کہ اس میں اشارہ ہے کہ آپ کو اولین و آخرین کے علوم کی تعلیم فرمائی گئی، نہ معلوم اس سے یہ اشارہ کیسے ثابت ہوا؟ واثبات یہ کس آیت اور خبر کو اثر سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کئی طور پر کہ ایک قدمہ اور ایک قدمہ بھی اس سے متعلق نہ ہو (علوم کائنات عطا فرمائے گئے تھے تاکہ یہ آیت کہ یہ اس سے متعارض ہو اور اس کو اس کے مقابلہ میں مندر لانا صحیح نہ ہو اور اس کو اس کے مقابلہ میں پیش کرنا محض غلط ہو) قرآن و حدیث میں تو کوئی ایک علامہ بھی صریح اس پر موجود نہیں ہے،

ہاں فی الجملہ علوم اقلین و آخرین کا آپ کو عطا ہونا صحیح دلائل سے ثابت ہے
مگر وہ بعض ہیں کل نہیں تاکہ مولیٰ نعیم الدین صاحب اوصاف کی پارتی کر یہ مفید
ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کے لیے بعض علوم غیبیہ کا عطا
ہونا مسلم حقیقت ہے اور کوئی مسلمان اس کا منکر نہیں ہے ورنہ آگیا مگر اہل کلام
کا ذب اللہ غیر نفس الامری باتیں اس جہان میں واقع نہیں ہوتیں اور آخر ان کی
لفی بھی تو غیب کئی کے منافی ہے پھر غیب کئی کا دعویٰ کیونکر صحیح ہوا؟ اللہ
تعالیٰ اہل بدعت کو علم و دیانت اور خدا خفی عطا فرمائے تاکہ آخرت کی فکر بھی
کر سکیں۔

② اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :-

وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ
مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَمْ يَقْعُبْهُمْ
عَلَيْكَ - (دپ ۶۰ - النور - ۲۳)

اور کہتے ہی رسول ہم نے بھیجے ہیں
بعض کے حالات ہم نے آپ کو اس سے
قبل بتائیے ہیں اور ان میں سے بعض کے
حالات ہم نے آپ کو نہیں بتائے۔

اس سے صاف طور پر یہ بات معلوم ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بعض انبیاء کرام علیہم السلام کے حالات کا علم نہیں عطا کیا حافظ ابن
کثیرؒ کہتے ہیں کہ اور رسولوں میں ایسے بھی ہیں جن کو ہم نے آپ کے بیان نہیں کیا اور
وہ ان سے کئی گنا زیادہ ہیں جن کے حالات ہم نے آپ کو بتائے ہیں۔ (تفسیر
ابن کثیر جلد ۴ ص ۶۷)

اور علامہ محمد بن علی الخازنیؒ کہتے ہیں کہ :-

اھی لوستہ لک و لک و لک و لک
اغبر و لک و لک و لک و لک

ہم نے آپ کو ان کے نام اور حالات
کی اطلاع نہیں دی ہے۔

(جلد ۱ ص ۶۷)

اور بالکل یہی الفاظ حضرت امام رازیؒ کے ہیں (ملاحظہ ہو تفسیر کبیر) ص ۲۳ اور علامہ خطیب شریفیؒ اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ :-

اور رسولوں میں ایسے بھی ہیں کہ ہم نے آپ کو ان کے نام نہیں بتائے ہیں اور نہ ان کی امتوں کے نام اور علامات بتائے ہیں اگرچہ ہم کہہ کر یا علم اللہ کامل قسمت ہے و تفسیر السراج المشید ج ۱ ص ۳۱۰ اور امام عطاء اللہ قزوینیؒ فرماتے ہیں کہ :-

کتاب اللہ کا ظہری مضمون اس پر دلالت کرتا ہے کہ بعض انبیاء کرام علیہم السلام کے حالات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینے نہیں پیش کئے گئے (شرح عطاء اللہ ص ۳۱۰)

حضرت البربریہؒ جو مدینہ میں مسلمان ہوئے ہیں روایت کرتے ہیں کہ :-

قال رسول الله صلى الله عليه	جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
وسلّم ما ادرى نتج ابتيا كان	فرا پا کر میں نہیں جانتا کہ نتیجہ کیا تھے یا
ام لا وما ادرى ذا القدرين	نہیں اور نیز میں نہیں جانتا کہ دو قدرین
انبتيا كان ام لا وما ادرى الحمد	ہوئے تھے یا نہیں اور میں یہ بھی نہیں جانتا
كفارات لا هلها ام لا	کہ کفارات پر جو تعویذات اور صلوات قائم کیے
رمت مكجلدا ص ۳۰ وجلد ۱ ص ۳۰	جاتے ہیں وہ ان کے لیے کفارہ ہو جائیں
قال الحاكم والذهبي صحيح على شرطهما	کہے یا نہیں۔

جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو بعض ائمہ کا علم عطا نہیں فرمایا اور خود آپ نے بعض ائمہ کے علم کی اپنی ذات سے نفی کر دی ہے تو اس سے بڑی دلیل اور کیا ہو سکتی ہے؟

طریحہ لا اظنّ الغیب الا یہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کہنے پر علم غیب کی نفی قطعاً اور قیوناً ثابت ہے اور اس آیت سے نفی

علم غیب پر سند لانا منصوص اور باعمل ہے اور علم غیب عطائی ہی کی نفی مراد امتین ہے اس میں رقی برابر شک اور شبہ نہیں اور اس نفی کا قرآن کریم کی کسی آیت سے کوئی تعارض لازم نہیں آتا، یہ محض مولوی نعیم صاحب کی اختراع اور ایجاد ہے کہ اُن کو تعارض نظر آ رہا ہے۔ و التواضع کا سند قرآن میں شک بعض مفسرین کا کام لے لا اَعْلَمُ الْغَيْبُ الذی تھا کہ تواضع پر عمل کیسا ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے چنانچہ علامہ آرسن الحنفی فرماتے ہیں کہ جن لوگوں نے لا اَعْلَمُ الْغَيْبُ کو تواضع اور تواضع محمودیت پر عمل کیسا ہے تو یہ درست نہیں ہے۔ بل ہولیس بیشی حکمالا یعنی (ردع المعالی جلد ۱ صفحہ ۱۸۸) یہ تو بالکل صحیح اور لا یثاب کے درجہ میں ہے۔ اور صاحب مواقف (صفحہ ۱۸۸) کہتے ہیں کہ لا یثاب انہ فی بعض التواضع ہم نہیں تسلیم کرتے کہ یہ تواضع پر محمول ہے۔

علاوہ ازیں اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم غیب تو حاصل تھا لیکن آپ نے تواضع کے طور پر یہ فرمایا کہ لا اَعْلَمُ الْغَيْبُ میں غیب جاننا تو کیا ویدہ دانستہ خلاف واقعہ بات کہنا جھوٹ ہے (معنا اللہ یا تواضع؟ یہ نہایت کمزور اور رکیک ترجیح ہے یہی وجہ ہے کہ مولوی نعیم صاحب خود بھی اس پر مطمئن نہیں ہیں اور محض دفع الوقتی کے طور پر اس کو آخر میں پیش کرتے ہیں، تواضع کو تسلیم کرتے ہوئے بھی اس کا صحیح منہج اس مقام پر یہ ہے کہ آپ نے باوجود اتنے بلند مقام کے کہ

بعد از خدا بزرگ توئی حق تعالیٰ

ہر مرد و زن، پیر و جوان، عالم و جاہل حتیٰ کہ ہر کہ و ہر کے سامنے جاگتی پڑتی یہ فرما دیا ہے کہ لا اَعْلَمُ الْغَيْبُ میں غیب نہیں جاننا یعنی آپ کا بلند مقام اور اعلیٰ شان آپ کے منصب کے بیان کرنے سے مانع نہیں ہوئی اور یہی تواضع یا زعم ہے۔ وَ مِنْ اَمْرِ الْمُسْلِمِ مَسْرُوعًا عَلَى الْإِثْقَاءِ قَدْ لَا تَعْلَمُهُمْ

عَنْ نَفْسِكَ الْآيَاتِ اور کچھ دینہ والے اُن کی خوش ہو گئی ہے نفاق تم نہیں
 نہیں جانتے ہم انہیں جانتے ہیں ترجمہ از مولوی احمد رضا خاں صاحب ۱۳۲
 و ۱۳۳ اس کے معنی یا تو یہ ہیں کہ ایسا جاننا جس کا اثر انہیں معلوم ہو وہ ہمارا جاننا
 ہے کہ ہم انہیں عذاب کریں گے یا حضور سے منافقین کے حال جاننے کی نفی
 یا عقبار مابین ہے، اور اس کا علم بعد کو عطا ہوا جیسا کہ دوسری آیات میں فرماتا
 وَكَفَىٰ قَوْلَهُمْ فِي كَذِبِ النَّسْوِلِ (جبل) کہیں دوسری نے کہا کہ نبی کریم
 صلی اللہ علیہ وسلم نے رسول جو غلبہ کے لیے قیدم کھے نام بنام فرمایا نکل لے فلاں تو
 منافق ہے نکل لے فلاں تو منافق ہے تو مسجد سے چند لوگوں کو دھاوا کر کے نکالا،
 اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضور کو اس کے بعد منافقین کے حال کا علم عطا
 فرمایا گیا۔ انتہی بظن۔

منقذ اس جہاد انہیں معلوم ہو سے کریں تو وہ ہے؟ الفاظ تو بالکل واضح
 ہیں کہ دین کے کچھ لوگ نفاق کے لیے خوگ میں جن کو لے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ
 نہیں جانتے ہم ہی جانتے ہیں جو اپنے مضموم میں بالکل قطعی الدلائل ہیں، اس میں
 کوئی احتمال پیدا نہیں ہوتا، البتہ خواہ مخواہ کی باتیں بنانے کا اس دنیا میں کوئی
 علاج نہیں ہے۔ مولوی نعیم الدین صاحب کا یہ کہنا کہ یا حضور سے منافقین کے
 حال جاننے کی نفی یا عقبار مابین ہے اور اس کا علم بعد کو عطا ہوا الا تو یہ بعض نفس
 قلعی کے رو کرنے کا ایک نئے سودا اور مردود بہانہ ہے کیونکہ وَكَفَىٰ قَوْلَهُمْ
 فِي كَذِبِ النَّسْوِلِ سب سے محض ہے، اور یہ سب سے پہلے نازل ہوئی ہے
 اور مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ الْآيَةِ سب سے پہلے کی ایک آیت کا حصہ
 ہے جو قرآن کریم کی سب سے آخری سورت ہے چنانچہ بخاری (جلد ۱ ص ۲۶۶)
 اور مسلم (جلد ۲ صفحہ ۲۵) میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے اور مستدرک (جلد ۲ ص ۲۶۶)

میں حضرت عثمان بن عفان سے روایت ہے کہ سورۃ نزلت سورۃ التوبہ کہ قرآن کریم کی سب سے آخر میں نازل ہونے والی سورت سورۃ توبہ ہے اس کی آخر آیت کا کاف للیثی۔ آیتیں۔ دو آیتیں کئی میں (تفسیر نقاش جلد اول) مولوی نعیم الدین صاحب کے علم و دیانت پر انتہائی حیرت ہوتی ہے کہ وہ بعد میں نازل ہونے والی سورت کے ایک حصہ کو پہلے نازل ہونے والی سورت کے ایک فرمان سے شروع قرار دیتے ہیں، کتب المصنوع میں تریہ مگر لکھا ہے کہ شروع پہلے اور ناسخ بعد کو نازل ہوتا ہے، مگر مولوی نعیم صاحب کے نزدیک ناسخ پہلے اور شروع بعد کو نازل ہوتا ہے۔

ایں کار از تو آید و مراد چہی کند

علامہ ازیں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ لَوْ فَتَحْتُمُوهُ میں علم کی نفی ہے اور وَلَقَدْ فَتَحْتُمُوهُ فی مَلْئِکِنِ الْقُدُسِ علم کا اثبات مراد نہیں بلکہ بعض علامت اور نشانہ کے طور پر تکرار کی بنا پر چہرے بشرے سے اندازہ لگایا ہے اور یہ علم نہیں جو قطعی ہوتا ہے بلکہ تقریب اور قیاس کے ذریعہ معلوم کرنا ہے جو قطعی ہے اور وہ بھی صرف ان منافقین کے متعلق ہے جن کو لغو دیکھا گیا ہو نہ کہ سب کے متعلق، چنانچہ حافظ ابن کثیر نے کہنے میں کہ:-

لَوْنُ هَذَا مِنْ بَابِ التَّوَسُّعِ کیونکہ یہ قرآن علامات سے پہچاننا شروع ہے
فِيهِ جَمْعَاتٌ يَعْرِفُونَ بِهَا جہان کے چہرے پر رونما ہوں ہیں وہ
لَا اِنَّهُ يَعْرِفُ جَمِيعَ مَنْ عِنْدَهُ پہچانے جاسکتے ہوں یہ مطلب نہیں کہ آپ
مِنْ اَهْلِ التَّفَاقُ وَالْوَبِ تمام منافقوں اور مٹھوکوں کو علی تصریح
وَلَقَدْ اَبْنَى كَقَدِيمٍ ۲ مَعْلُومٍ جانتے تھے

اور علامہ السید محمود آلوسی الحنفی کہتے ہیں کہ:-

بَلْ قَدْ تَحْكُمُونَ بِغَيْرِهَا اَيْتُ بکریہ علامت کی طرح سے ہو سکتی ہے

مَعًا يَعْرِفُهُ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 جہ سے کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 اللہ علیہ وسلم کا یہاں لیتے تھے جیسا کہ قیافہ
 القائل حال الشخص بسلامات
 وہی کسی شخص کے ظاہری علامات اور حالت
 تدل علیہ (المدح العالی) میں ہے :
 کر دیکھ کر اس کا حال جان لیتا ہے ۔

الحاصل وَكُنْتُ فِتْنَةً الْوَيْلَ لِمَنْ لَا تَعْلَمُهُ بِمَنْ كَرِهَ قَرَارِ رِبَا
 مسلمہ باطل اور مردود ہے ، کیونکہ لَا تَعْلَمُهُ نے یہ فنی عم کی ہے ، اور یہ بعد لکھ
 نازل ہوئی ، اور وَكُنْتُ فِتْنَةً یہ بعض منافقین کے قیافہ اور ظاہری قرائن سے
 شناخت کا ذکر ہے ، اور نزول میں یہ پہلے ہے ، اس کا محل اور ہے اور اس کا
 اور ہے ، قرآن کریم کا یہ قطعی اور صریح ارشاد بھی ملاحظہ کریں اور مولوی نعیم الدین صاحب
 کی یہ ہوائی تحریر بھی دیکھیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بحکم الہی نور نبوت سے
 ہر شخص کے حال اور اس کی حقیقت ایمان اور اعمال کی ایک و بجا اور افلاس و
 فحاشی سب پر مطلع ہیں (صفحہ ۲۵۹) قرآن پاک تو دینہ کے بعض منافقین کے
 فحاشی کے علم کی حصر سے فنی کر رہا ہے ، اور مولوی صاحب ہر شخص کے ایمان و فحاشی
 کا علم ثابت کرتے ہیں ۔ رہا لکھی اور حدیث کی روایت سے آیت کو منسوخ
 ٹھہرانا تو یہ بہت بڑی جرأت اور جہت کی بات ہے کہی کا نام محمد بن عبد
 بن بشر الرضوی ہے ۔ امام ابن حبان فرماتے ہیں کہ وہ یسین ثنی ہے ۔ امام بخاری
 فرماتے ہیں کہ امام بخاری اور ابن سعدی نے اس کی روایت بالکل ترک کر دی تھی
 البجزہ اور زید بن ندیع فرماتے ہیں کہ لکھی کا نسخہ کیونکہ وہ کتاب ہے کہ حضرت
 جبرائیل علیہ السلام سے بھائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت علیؓ پر وحی
 نازل کر گئے تھے (معاذ اللہ) امام نسائی فرماتے ہیں کہ وہ فتنہ نہیں ۔ امام علیؓ
 بن الحنفیہ ، البراءہ العاکم اور دارقطنی فرماتے ہیں کہ وہ منسوخ الحدیث ہے
 جو زبانی کہتے ہیں کہ وہ کتاب اور ماقط الاقلید ہے ، ابن حبان کہتے ہیں کہ

اس کی روایات میں جھوٹ بالکل ظاہر ہے، سبھی کہتے ہیں کہ وہ متروک الحدیث نہایت کمزور اور غالی شیعوں سے، امام ابو عبد اللہ الحاکم فرماتے ہیں کہ البوصاح سے اُس نے جھوٹی روایتیں بیان کی ہیں، حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ تمام نعمت اہل نقل اس کی خدمت پر متفق ہیں اور اس پر اجماع ہے کہ احکام اور فروع میں اس کی کوئی روایت قابل قبول نہیں ہے (تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۱۷۱)۔ امام احمد فرماتے ہیں کہ کبھی کی تغیر اقول سے آخر تک سب جھوٹ ہے، اس کا پڑھنا جائز نہیں (ذکر الموضعات ص ۱۷۱) امام محمد طاہر الحنفی لکھتے ہیں کہ کبھی خود بے مدیعت ہے، لیکن اس کے ساتھ جب مدعی بھی مل جائے تو پھر اس کی روایت مسلمۃ الکذب جھوٹ کا پلندہ ہے۔ (ذکر الموضعات ص ۱۷۱) اور مدعی کا نام محمد بن مروان ہے۔ علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ محدثین نے اس کو ترک کر دیا ہے، اور بعض نے اس پر جھوٹ برسنے کا الزام بھی لگایا ہے۔ امام ابن عیینہ کہتے ہیں کہ وہ ثقہ نہیں امام احمد فرماتے ہیں کہ میں نے اس کو بالکل ترک کر دیا ہے، لا حیثیت کے امام احمد بن حنبل سے فقہ و حدیث شخصیت تو اس کی روایت کو ترک کرتی ہے مگر مولیٰ نعیم الدین صاحب ادنیٰ جماعت اکیں راہب کے ذہن پر قلعی الدلائل آرت کو کہنے کا اور صاحبائے بیعتی سے نواسہ ابن حجر کا بیان کہ جھوٹ اس کی روایت پر بالکل پتی ہے، (دیزان الاعتدال ج ۲ ص ۱۳۲) جریر بن عبد الحمید کہتے ہیں کہ وہ کذاب ہے، ابن نعیم کہتے ہیں کہ وہ محض بیعتی ہے۔ یعقوب بن سفیان اور صالح بن حمزہ فرماتے ہیں کہ وہ ضعیف ہے، اور ثانی الذکر فرماتے ہیں کہ وہ خود جعل حدیثیں بایا کرتا تھا، ابو حاتم کہتے ہیں کہ وہ متروک الحدیث ہے۔

(تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۱۷۱)

یہ ہیں وہ خیرین کی روایات سے۔ جب کہ سنہ کی اوپر کی کڑیوں کا ذکر تک نہیں کیا، مولیٰ نعیم الدین صاحب ادنیٰ جماعت کے لائق استناد اور پوری جماعت قرآن کریم کی قلعی الدلائل اور قلعی الثبوت آیت کو منسوخ قرار دے رہے ہیں (معاذ اللہ)

علمی دنیا میں اس سے بدترین حیالت یا خیانت اور کیا ہو سکتی ہے؟ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ مستطرد برائ یہ یاد ہے کہ لَا تَقْتُلُوا نَفْسًا الّٰہِیَّةَ خبر ہے اور نفع کا موقع اخبار میں ہوتا ہی نہیں تو پھر اس کے نفع کا کیا مطلب؟ اور قرآن کریم کی نص قطعی کے مقابلہ میں اگر حدیث صحیح بھی ہو مگر ہر خبر واحد قرآن کا پیش کرنا بھی محض ہرزہ باقی ہے، اربے سرور باللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کون مانتا ہے۔ چنانچہ مولیٰ احمد رضا خاں صاحب کہتے ہیں کہ عروم آیات قطعیہ قرآنیہ کی مخالفت میں اخبار جادے استناد محض ہرزہ باقی (انباء المصلطی ص ۱۷) اور مفتی احمد یار خان صاحب کہتے ہیں کہ قرآن پاک کے عام کلمات کو حدیث احاد سے بھی خاص نہیں بنا سکتے چہ جائیکہ محض اپنی طئے سے (جہاد الحق ص ۱۷) مگر انھوں نے اہل بدعت پر کہ وہ اپنے باطل عقائد اور بے بنیاد دعویٰ کی خاطر خالص جعلی من گھڑت روایات اور محض سینہ زبانی سے قرآن پاک کی قطعی آیات اور متواتر درجہ کی صریح روایات کو مفسوع اور مضموع تصور کر کے پروردگار کے کھائے پیئے ہیں۔ اور انا اہل حق کو کہہ سکتے اور جہنم کرتے ہیں کہ وہ ایسے اور ایسے ہیں، اللہ تعالیٰ تمام مکافول کو مشرک و بدعت اور ہر قسم کی بدعتیت اور جرائم سے محفوظ رکھے، اور توحید و سنت کا دلدادہ بنا کر مراط مستقیم پر قائم و دائم رکھے، اور اہل بدعت سے بچائے، کیونکہ ان کے باطل عقائد اور بے بنیاد نظریات سے اسلام کی مضبوط بنیادیں کھوکھلی ہو چکی ہیں، اور خود ان کی من بجاتی خواہشات دین بن چکی ہیں، اور وہ انا اہل حق کو کہہ سکتے ہیں کہ یہ دین کے غلات ہیں (معاد اللہ)۔

میری نگاہ و شوق پر اتنی ہیں سختیاں

اپنی نگاہ و شوق کی کچھ میں نہیں

وَلَا تَقْرَأُ الْکِتٰبَ الَّذِیْ تَنصُرُ مَنۢ بَدَّلَ دِیۡنَہٗٓ وَکَانَ عَلَیۡہِ عَٰثِرٌ مِّنۡ دُوۡنِہٖ ۚ

ترجمہ میں کہتے ہیں :-

مگر اس سے ثابت ہوا کہ حرام چیزوں کا مفصل ذکر ہوتا ہے اور ثبوت

حرمیت کے لیے حکم حرمت وہ کار ہے اور جس چیز پر شریعت میں حرمت
کا حکم نہ ہو وہ مباح ہے۔ انتہی۔

اور ص ۲۲۳ و ۲۲۴ کے تحت لکھا ہے کہ مکر آیت (قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ
اللّٰهِ الْيُسْحٰی اَخْبٰیجْ لِعِبَادِهِ وَاَطَاعَتِمْ مِّنَ الْاِِزٰی اَذٰیٰتِمْ) میں دلیل ہے
کہ کھانے اور پینے کی تمام چیزیں حلال ہیں سوائے ان کے جن پر شریعت میں دلیل
حرمت قائم ہو کہ چونکہ یہ قاعدہ مقدرہ سلسلہ ہے کہ اصل تمام اشیاء میں امانت ہے
مگر جس پر شارع نے ممانعت فرمائی ہو اور اس کی حرمت دلیل مستقل سے ثابت
ہو، انتہی۔ اور اسی سفر میں ص ۲۲۳ میں لکھا ہے، اور کھانے پینے کی لذت چیزیں مسند
آیت اپنے عموم پر ہے، ہر کھانے کی چیز اس میں داخل ہے جس کی حرمت نہیں
طرد نہ ہوئی ہو۔ (غازی) تو جو لوگ تو شرعاً کبھی صریح، میلاد شریعت، بزرگوں کی فخر،
عرس، مجالس شہادت، وغیرہ کی شرعی سبیل کے شریعت کو ممنوع کہنے ہیں وہ
اس آیت کے خلاف کر کے گنہگار ہوتے ہیں، اور اس کو ممنوع کہنا اپنی رائے کے
دین میں داخل کرنا ہے، اور یہی بدعت و ضلالت ہے انتہی۔

تفسیر اہل بدعت اپنے طوے مانڈے کے لیے آگے ملن جو نمی نمی ہوتا
ایسا جو کرتے تھے ہیں، ان پر ان کے پاس کوئی شرعی دلیل تو موجود
نہیں بلکہ دلائل شرعیہ ان تمام اختراعات کا قلع قمع کرنے کے لیے کافی اور کافی ہیں
جب اہل بدعت ان اختراعات پر براہی سے قاصر ہے تو انہوں نے پہلو انوں
کی طرح ہنتر بدل کر اس مسلک کی تائید و اشاعت شروع کر دی کہ کھانے اور
پینے کی چیزوں میں اصل تو ہے ہی امانت لہذا اگر ہویں ہو یا تو شرعاً سبیل کفر
ہو یا مجالس شہادت وغیرہ کے لغو کھانے پر سب حلال ہیں اور عوام کو یہ باور
کرنے کے لیے اس تحریر سے بھی کوئی گریز نہ کیا کہ یہ قاعدہ مقدرہ مستحب ہے کہ اصل
تمام اشیاء میں امانت ہے اور اس لیے ہم بھی ذرا وضاحت سے یہ بیان

کنا چاہتے ہیں کہ ان کے یہ تمام دعوے بے حقیقت اور صرف نقل ہیں اٹلہ
 اس لیے کہ اس میں خاصا اختلاف ہے کہ اصل اشیاء میں ابا حنیفہ کا حضرت
 یزیدؓ کے معزل اور بیعت سے شریعت اور احناف کا یہ مسلک ہے کہ اصل
 اشیاء میں ابا حنیفہ ہے، بغداد کے معزل اور بعض احناف و شوافع یہ فرماتے ہیں کہ
 اصل حرمت ہے، اور بعض احناف و حنفیوں میں امام ابوحنیفہ کا یہ مسلک اور صاحب
 مذہب بھی ہیں اور عام محدثین کے نزدیک اصل اشیاء میں یزیدؓ ہے اور ائمہ و کا
 مذہب بھی یہی نقل کیا گیا ہے۔ (التیسرے شرح تہذیب طبع معمر ۱۳۵۰ء کو فی تیسرے
 الاصول بحث طبع طائف) اور تعلیقات شرح منار میں ہے کہ حضرت ابو یوسفؓ حرمت
 عمرہ، حضرت عثمانؓ، اور بعض دیگر صحابہ کرامؓ کے نزدیک اصل اشیاء میں یزیدؓ
 ہے، اور حضرت عثمانؓ اور ائمہ اہل بیت اور کوفوں کا جن میں حضرت امام ابوحنیفہؓ
 بھی ہیں یہ مسلک ہے کہ اصل اشیاء میں حرمت ہے نہ کہ ائمہ الجور (۱۲۹) اور
 طایفہ جو فرماتے ہیں کہ ایک طائفہ یہ کہتا ہے کہ اصل اشیاء میں ابا حنیفہ ہے۔
 بخلاف المجہود فان عندہم لیکن مجہود اس کے مخالف ہیں وہ کہتے
 الاصل هو الحرمة اور (تقریباً) ہیں کہ اصل اشیاء میں حرمت ہے۔
 بلکہ صاحب درختا نے یہاں تک لکھا ہے کہ :-

الصحيح من مذهب اهل السنة والجماعة الصحيح ذہب یہ
 ان الاصل في الاشياء التوقف ہے کہ اصل اشیاء میں توقف ہے اور
 والاباحة راي المعتزلة اہ اجتہاد معتزلہ ۱۷
 (درخت جلد ۱ صفحہ ۳۲۵)

ان تمام حوالوں سے یہ ثابت ثابت ہو گئی کہ اشیاء کی اجتہاد پر دو سب
 کا اتفاق ہے اور نہ یہ مقررہ اور مستلزم قاعدہ ہے یہ مولوی نسیم الدین صاحب کی
 جماعت کی تردید و اشاعت کیلئے محض استخراج ہے کہ وہ اس کو مقررہ اور مستلزم قاعدہ کہتے ہیں۔

الغرض یہ مسئلہ اختلافی ہے اور جسور حرمت اور توقف کے قائل ہیں اور اباحت معتزلہ کا قول ہے۔ وثائق اشیاء کی اباحت اور حرمت وغیرہ کا یہ اختلاف قدود شرع کے بعد سے متعلق نہیں بلکہ قبل سے ہے یعنی زائد فقرت اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے جب کہ اصل شریعت حقہ مطہرہ جی مکتی، اور صحیح دلائل گوگوں کے پیش نظر نہ تھے تو اس دور کے بارے علماء کا اختلاف ہے کہ اصل شیار میں اباحت مکتی یا حرمت یا توقف؟ چنانچہ حافظ ابن ہمام (التمیز ص ۲۲ طبع مصر میں) اور علامہ عبدالحق نکر العلوم نے (فراجح التوقف ص ۱۵۹ و ۱۶۰ و ص ۲۰۰ طبع مصر میں) اس کی تصریح کی ہے اور اصول فقہ کی مشہور کتاب الکشف (جلد ۲ ص ۹۹ طبع مصر) میں بھی اس کی مراجعت ہے لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے بعد اباحت و توقف کے اس مختلف فیہا قاعدہ سے استدلال کرنا خالص جهالت اور نری خیانت ہے اب تو ایک ایک بات میں دلائل شرعیہ کتاب و سنت اور اجماع و قیاس کی طرف مراجعت کرنا ضروری ہے کسی کو اس کی گنجائش ہی نہیں کہ وہ اباحت کے مفروض قاعدہ سے استدلال کر کے احکام شرعیہ کی مدار اس پر رکھے اور نہ اس کو کوئی ماننے کے لیے تیار ہے۔ اس کی محقق اور قحطے تفصیل کے ساتھ بحث راو سنت اور باب جنت میں ملاحظہ کریں وثائق مولوی نسیم الدین صاحب کا یہ کتنا کہ وہی چیزیں حرام ہیں جن پر دلیل حرمت قائم ہو بجا ہے مگر یہ بھی غلط ہے کہ جن امور کی اباحت کا دعویٰ کیا جائے گا ان کی اباحت پر بھی دلیل شرعی درکار ہے، نہ غفلتوں کی شعبہ بازی سے اباحت بھی ہرگز ثابت نہیں ہوتی اور نہ ہو سکتی ہے۔ قدود شرع کے بعد مہلح کے بارے یہ نظریہ اور خیال رکھنا کہ وہ بلا کسی شرعی دلیل کے خود بخود ثابت ہو جاتا ہے اور اباحت اصل یہ اس کے لیے سہارا اور ٹیک ہے، نری خام خیالی اور شیخ مکتی کا پلا و نہیہ علامہ اسلم

نس اس کی تصریح کی ہے کہ مباح کے اثبات کے لیے بھی دلیل شرعی درکار ہے
چنانچہ مشہور اصولی قواعد الفقہاء کا یہی لفظ ہے کہتے ہیں کہ :-

الاباحۃ حکم شرعی لا یستلزم
الشرح تفسیراً۔ (مسند الثبوت ص ۱۱۱) اباحت حکم شرعی ہے کیونکہ اباحت
شرح کا خطاب ہے جس کے کرنے اور نہ
کرنے کا اختیار دیا گیا ہے۔

اور علامہ ابن قدامین فرماتے ہیں کہ :-

وحد المباح ما اذن الشارع
بالفیہ بین فعلہ و تنکھ۔ اور مباح کی تصریح یہ ہے کہ جس کے
کرنے اور نہ کرنے کا شارع نے اختیار
دیا ہو۔

اور علامہ ابن رشد المالکی کہتے ہیں کہ :-

والتخصیص هو المباح کما جس کے کرنے نہ کرنے کا اختیار دیا گیا ہو وہ مباح ہے
(بایۃ المتمدۃ ص ۱۰۱)

اور امام محمد بن محمد الغزالی فرماتے ہیں :-

وحد المباح انہ الذی وہ الاذن
من اللہ تعالیٰ بفعلہ و تنکھ حیر
مقرون بیدم فاعلم و مدحہم
ولا بیدم تا کہ وہ مدحہم۔ مباح کی تصریح یہ ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ
کی طرف سے اس کے کرنے اور چھڑنے
کی اجازت دی گئی ہو یا جس طرح نہ تو اس
کے کرنے والے کی ذمت اور تعویب ہو اور نہ
ترک کرنے والے کی ذمت اور تعویب ہو۔

ان واضح عبارات سے یہ بات معلوم ہو گئی کہ مباح بھی ایک شرعی حکم ہے۔
اور اس کے ثبوت کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت اور اذن درکار ہے،
عام اس سے کہ قرآن مجید کے ذریعہ اس کی اجازت ثابت ہو یا حضرت محمد صلی اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث شریف کی رسالت سے یا اجماع و جموع سے نیز دیگر اصول

شرعی کے صرف اباحت کی آیت کے اپنی طرف سے دلدار شفا اور مالک زہری
 ایجاد کر کے ان کو مباح قرار دے کر بار شریعت سے اپنے کو بیکدوش کر دینا کئی قبل
 قریب امر نہیں اور حلی و نیایش اس کو کئی مٹنے اور ماننے کے لیے تیار ہے ہر راست
 اور ہر امر کی دلیل مدکار ہے ۔

حافظ ابن حنبل فرماتے ہیں کہ :-

ان اثبات محل حکم شرعی ہر حکم شرعی کے اثبات کے لیے
 ہتھی ولیہ ۱۰ دلیل مدکار ہے ۔

(فتح القدیر ج ۱ ص ۱۰)

اور یہی سوا الہی برکت کے لیے بڑا مہنگا ہے درالہا گیا حویں میلہ فیج
 اور ساتراں کے بارے میں باورالکھٹ پہلے عرض کی جا چکی ہے ۔ اگر خیر القرون میں
 یہ امر ہوتے ہیں تو صحیح و مزین حوالہ مدکار ہے چشم ارشد دلی ماشا و اگر یہ امور
 اس مبارک دور میں ثابت نہیں تو ان بٹکا کو مباح قرار دینا اور قرآن کریم کی آیات سے
 اللہ کے عہد کرنا نہ صرف یہ کہ گرا ہی اللہ گناہ ہے بلکہ تعریف قرآن بھی ہے اللہ تعالیٰ
 مینزلہم ۔ **۱۰** **۱۱** **۱۲** **۱۳** **۱۴** **۱۵** **۱۶** **۱۷** **۱۸** **۱۹** **۲۰** **۲۱** **۲۲** **۲۳** **۲۴** **۲۵** **۲۶** **۲۷** **۲۸** **۲۹** **۳۰** **۳۱** **۳۲** **۳۳** **۳۴** **۳۵** **۳۶** **۳۷** **۳۸** **۳۹** **۴۰** **۴۱** **۴۲** **۴۳** **۴۴** **۴۵** **۴۶** **۴۷** **۴۸** **۴۹** **۵۰** **۵۱** **۵۲** **۵۳** **۵۴** **۵۵** **۵۶** **۵۷** **۵۸** **۵۹** **۶۰** **۶۱** **۶۲** **۶۳** **۶۴** **۶۵** **۶۶** **۶۷** **۶۸** **۶۹** **۷۰** **۷۱** **۷۲** **۷۳** **۷۴** **۷۵** **۷۶** **۷۷** **۷۸** **۷۹** **۸۰** **۸۱** **۸۲** **۸۳** **۸۴** **۸۵** **۸۶** **۸۷** **۸۸** **۸۹** **۹۰** **۹۱** **۹۲** **۹۳** **۹۴** **۹۵** **۹۶** **۹۷** **۹۸** **۹۹** **۱۰۰**
 تم کہہ دو میں اپنی جان کے بچے بڑے کا خود عنایت نہیں مگر جو اللہ چاہے درجہ از
 ولوی احمد رضا خان صاحب اس کی تفسیر میں مولوی نعیم الدین صاحب کہتے ہیں
 حضرت مہریم قدس سرہ نے فرمایا بھلائی جمع کرنا اور بڑائی نہ پہنچنا اسی کے
 اختیار میں ہو جو ذاتی قدرت رکھے ، اور ذاتی قدرت وہی رکھے کہ جس کا علم ہی ذاتی ہو
 کیونکہ جس کی ایک صفت ذاتی ہے اس کے تمام صفات ذاتی تو معنی یہ ہوتے
 کہ اگر مجھے غیب کا علم ذاتی ہوتا تو قدرت بھی ذاتی ہوتی اور میں بھلائی جمع کر لیتا اور بڑائی
 نہ پہنچنے دیتا ، بھلائی سے مراد راحتیں اور کامیابیاں اور دشمنوں پر غلبہ ہے اور بڑائیوں
 سے جنگی و تکلیف اور دشمنوں کا غالب آنے سے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بھلائی سے مراد

سرکشوں کا صلح اور نافرمانوں کا فروغ و امداد کا غرض کر لیتا ہوا اور بانی سے بد حکمت لوگوں کا باوجود دعوت کے محروم رہ جانا تو حاصل کلام یہ ہو گا کہ اگر میں نفع و ضرر کا ذاتی اختیار رکھتا تو رائے منافقین و کافروں کی نہیں سب کو دیکھ کر ڈالتا اور تمسادی کفری مالت دیکھنے کی حکیمیت مجھے نہ پہنچتی۔ انتہی۔

تفسیر | اس عہد میں اصولی طور پر قد چینیوں کی بیان کی گئی ہیں ایک عظیم غیبی اثراتی کی نفی (چونکہ اس کی بحث ہم نے پہلے عرض کر دی ہے، اس لیے اس مقام پر ہم اس کا ذکر نہیں کرتے) اور دوسری چیز ہے قدرت ذاتی کی نفی اور اس کی قدر سے رضا و امت ہم یہاں کرتے ہیں امریہ تفصیل گلاسٹر قریب، ڈول کا سرور اور رٹو داریت میں ملاحظہ کریں۔

اہل بدعت حضرات کا یہ فاسد خیال ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کفریہ اور قسریہ احکام اللہ تعالیٰ کی طرف سے سپرد کر دیے گئے ہیں۔ اس لیے آپ تمام جہان میں تصرف کرنے اور ذاتی تقسیم کرنے اور نفع و ضرر دینے کے مجاز ہیں (معاذ اللہ) اور یہ بظاہر عقیدہ بدعت اسلام کے سراسر خلاف اور عیاںیت کی جو بہر نقل و تقلید ہے اور قیود پر کاری ضرب ہے جب اہل حق کی طرف سے قرآن و حدیث کے روشن دلائل پیش کئے جاتے ہیں جن سے ثابت ہو رہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہ تو دوسروں کے بارے میں نفع و ضرر کا اختیار حاصل تھا اور نہ خود اپنی ذات پر کلمات کے لیے جن میں ایک دلیل یہی قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي إِلَّا يَدٌ مِّمَّكَ اس سے گور خلاصی کے لیے جناب خان صاحب بریلی اور ان کے شاگرد و شاہد مولوی عبدالحی علی صاحب دہلی نے یہ طریق اختراع اور اختیار کیا ہے کہ آیت کا معنی یوں کر ڈالنے کو ہیں از خود اختیار نہیں رکھتا اور میں ذاتی قدرت نہیں رکھتا اگر با لفظ خود اور ذاتی کی قید اپنی طرف سے لگا کر آیت کے قطعی معنی کے جواب سے عذر برا ہونا چاہتے ہیں۔ مگر ان کو معلوم ہونا چاہیے کہ قرآن کریم کی اس تحریف کو کوئی

قبول کرتے ہیں؟ اور یہ اختراع چند درجہ سے باطل اور مردود ہے۔ اولاً یہی آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور رسالت ذاتی تھی؟ اگر ذاتی تھی تو کس دلیل سے؟
اور اگر عطائی تھی اور یقیناً عطائی ہی تھی اگر کیا آپ نے اس عطائی نبوت اور رسالت
سے خود کوئی فائدہ اٹھایا یا نہیں؟ اور کیا حضرات صحابہ کرامؓ اور دیگر امتہ نے اس
عطائی نبوت اور رسالت سے کوئی فائدہ حاصل کیا ہے یا نہیں؟ اگر آپ نے
خود بھی فائدہ اٹھایا ہے اور امتہ مرحومہ نے بھی فائدہ حاصل کیا ہے تو سوال یہ
ہے کہ جب نبوت اور رسالت ذاتی نہیں تو اس سے فائدہ کیونکر سنبھالے؟ اور کیا
حضرات صحابہ کرامؓ اور سلف صالحین کی قدرت ذاتی تھی یا عطائی؟ اگر ذاتی تھی تو
کس دلیل سے؟ اور اگر عطائی تھی تو انہوں نے بھلائی کیسے جمع کر لی اور بُرائی سے
کیونکر بچ گئے؟ کیونکہ خان صاحب بریلی اور ان کے شاگرد و شاگردیہ کا نظریہ تو یہ
ہے کہ قدرت ذاتی ہو تو تب بھلائی جمع کی جاسکتی ہے اور بُرائی سے بچا جاسکتا
ہے تو اسی طرح نبوت اور رسالت بھی ذاتی ہو تو تب فائدہ ہو سکتا ہے عطائی
نبوت اور رسالت سے کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے؟ (معاذ اللہ) و ثانیاً بھلائی سے
بھول کر کوئی نفع نہیں حاصل کیا جاسکتا اور دشمنوں پر غلبہ کرنا ہی مراد ہو تو
دریافت طلب یہ امر ہے کہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو زمانہ نبوت میں
کبھی کوئی راحت نہیں پہنچی؟ اگر پہنچی ہے تو کسب اور فعلی اعتباری کے طور
پر اس میں آپ کا بھی کوئی دخل تھا یا نہیں؟ اگر تھا اور یقیناً تھا تو دیگر ائمہ کو
پھر دیکھیں صرف اسی پر نگاہ کو مرکوز کیجئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز
روزہ حج عمرہ اور عبادت کا رنج و کد حاصل ہوتی تھیں ان کے لیے آپ کو
ذاتی قدرت حاصل تھی یا عطائی؟ اور کیا عطائی قدرت سے یہ سارے کام آدائیں
ہوتے ہیں؟ اور علاوہ ان کے آپ کے متعدد لواحق و مطہران سے اور خدو ما حضرت
عائشہؓ سے جو نکاح کیا ہے اس میں بھی آپ کے لیے کوئی راحت تھی یا نہیں؟

اگر راحت تھی تو جب آپ کو قدرت خالق نہ تھی تو یہ راحت کہاں سے آگئی ؟ اور کیا جنگ بدر، غزوہ یشکر اور فتح مکہ اور جہادِ نبیین و خیرہ میں اللہ تعالیٰ کی نصرت اور آپ کی شجرتِ تدبیر سے کامیابیاں حاصل ہوئی تھیں یا نہیں ؟ اور کیا ان میں دشمنوں پر غلبہ ہوا تھا یا نہیں ؟ اگر یہ سب کچھ حاصل ہوا تھا اور قطعاً حاصل ہوا تھا تو کیا ان مواقع پر آپ کو ذاتی قدرت حاصل تھی ؟ یا جو قدرت اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی تھی، اُنسی سے یہ جملہ کام نمایاں انجام پذیر ہوئی تھیں ؟ اگر نہیں تو جہاں افعالِ نبویہ کے اختیارِ ارادہ کسب تعلق رکھتے ہیں ان میں اس کو جو قدرت اور طاقت حاصل ہو رہی بس ہوتی ہے، اس میں ذاتی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور نہ اس کی نفی کی ضرورت پیش آتی ہے اور جہاں افعالِ بندے کے کسب و اختیار سے تعلق نہیں رکھتے ان میں اس کا کوئی دخل نہیں ہوتا اور نہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے اختیارات اس کو منویش ہوتے ہیں، موت و حیات بھاری ذمہ دہستی وغیرہ بے شمار اور ان گنت امور ایسے ہیں جن میں ہرگز پورا دگار کے کسی کو کوئی اختیار تصرف حاصل نہیں اور قُلْ لَا أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُرْسِلُ الْوَحْيُ مِیْنِ اللّٰہِ تعالیٰ کی طرف سے اس چیز کا اعلان کر دیا یا بارگاہ ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو صاف کہہ دے کہ میں اپنے نفس کے لیے بھی نفع اور نقصان کا مالک نہیں ہوں بیگانہ چہرہ نہ تھا نہ صبرِ بزرگ کا یہ حقیقہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اختیارِ ارادہ مرحمت ہوتے ہیں، کیا بریلوی حضرات کے نزدیک یہ نظریہ ٹھیک ہے ؟ اگر ٹھیک ہے تو ان کے ساتھ اس جزو میں اختلاف کیوں کیا جاتا ہے، پھر تو رہا ہے خیال کے مطابق اسلام اور عیسائیت اس حصہ میں دونوں ایک ہوئے ؟ اور اگر اس جزو کی مخالفتِ حدیث اور صحیح ہے تو کہیں دلیل سے ؟ اور کیوں ؟ بات صاف ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ عطا کی کا نظریہ ہی عیسائیت سے ماخوذ ہے جو پادریوں کی کارِ استانیل سے انجیل کی زینت بنا ہوا ہے۔ انجیل کا حوالہ عطا کی ہے۔

میرے باپ کی طرف سے سب کچھ سونپا گیا : (انجیل متی، باب ۲۸ آیت ۱۸)

اور دوسرے مقام پر ہے کہ :

یہ یوحنا نے پاسن اکبر الی سے باتیں کیں اللہ کا کہ آسمان اور زمین کا کل اختیار

مجھے دیا گیا ہے : (انجیل متی، باب ۲۴ آیت ۱۹)

اگر انجیل کے اس نظریہ کے تحت عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے عطائی اختیار تسلیم کرنے کے باوجود مشرک قرار پاتے ہیں تو ان جیسا نظریہ اگر کسی اور کا ہو تو وہ بھلا کیونکر مشرک سے بچی جائے گا ؟ غالباً مرانا حاکمی نے اسی کا رد نامید کیا ہے کہ :

مگر مومنوں پر کشادہ ہیں ہیں پرستش کریں مشرق سے جہنم کی پانی

و اگر کیا احکام کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مفتوح نہ کرنے کی احوال و بحث

ہم نے پہلے عرض کر دی ہے جب احکام جن کی تبلیغ کے لیے اللہ تعالیٰ نے

آپ کو مبعوث فرمایا ہے، آپ کو مفتوح نہیں تو نفع اور ضرر اور امر و نہی کی

تقریریں اور عطا کیاں سے اندک سی ؟ یہ تمام اہل بدعت کی غلام ساز ایجاد ہے ،

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو مشرک سے محفوظ رکھے جس کا نتیجہ غلو فی النار کے علاوہ اور

کچھ نہیں۔ و خاتم اگر جہدائی سے بقتل مولوی نعیم الدین صاحب سرکشوں کا مطیع ۔

نفاذوں کا فرمانبردار اور کافروں کو مومن کرنا مراد ہو تو اس میں بھی ذاتی کی قید

بالکل سبب زدہ ہی ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی عطائی نبوت

اور عطائی رسالت کی جدول سے بھی باذن اللہ تعالیٰ بہت سے کافروں کو فرمانبردار

اور کافروں کو مومن اور سرکشوں کو مطیع بنایا۔ اگر مولوی نعیم الدین صاحب کی غلام ساز

منطق کا خیال ملحوظ رکھا جائے تو کسی کافر اور کسی مشرک کو کبھی ہدایت نہ پہنچی کیونکہ

آپ کی نبوت اور رسالت ہی عطائی تھی، ذاتی ہوتی تو اس منطق کے رد سے

فائدہ ہوتا، مگر جملہ اہل اسلام اس کو جانتے اور مانتے ہیں کہ آپ کی عطائی نبوت

اور رسالت کی بدولت ہی دنیا ترجید و منت سے جگمگا اُٹھی تو اس عہدِ نئی کے
پلے بھی نر ذاتی کی قید و قوف علیہ نہ ٹھہری جیسا کہ مولوی نعیم الدین صاحب نے بھر
رکھا ہے۔

مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی کے ترجمہ قرآنی کریم کے مثنوی نوز
از خرواسے چند نمونے اور مولوی نعیم الدین صاحب کی تفسیر اور قرآنی خدمت
کی باحوالہ چند مثالیں تو آپ نے دیکھ لی ہیں، انہی سے ان کے باقی ترجمہ کا اندازہ ہی
بجلی لگایا جاسکتا ہے، بقول شخصے جو

جس کی ہدایہ ہو سر اس کی خزاں نہ پرچہ
سیر دستِ مدبریم الفرضی کی وجہ سے ہم اپنی صفات پر اکتفا کرتے ہیں، اگر اللہ
تعالیٰ نے زندگی عطا فرمائی اور ضرورت غموس ہوئی تو ہمیں ترجمہ اور تفسیر کا جائزہ بھی لانا
الغرض کسی فرصت کے موقع پر لیا جائے گا اور یہ واضح کیا جائے گا کہ اہل بدعت
نصوص کی پیروی کرنے کے بجائے نصوص کو اپنے تابع بنانے کے درپے ہوتے
ہیں کہ ان کی خواہشات تر پٹے مقام پر رہتی ہیں مگر نصوص کو کھینچ کر وہ اپنے
مرغبات پر فٹ کر دیتے ہیں جیسے بدعات کی ایجاد میں یہ لوگ ماہر اور عارف ہیں
اسی طرح اختراعی دلائل سادی میں بھی اپنی نظیر آپ میں بڑی سادہ سے وہ
آپ کو دلائل اَعْدَ عَشْرَ کَکْہے گیارہویں شریف اللہ انکے عین قَدِّ لَہُ
سے چالیسواں اور مَثَلًا لَی الْمَیْلَ سے ساڈھ عرس کا ثبوت فراہم کر دیں گے
میل وصال کی طرح ان کی بدعات کہیں نہیں نکلتیں اور جہاں گشت سیاحِ مافر کی طرح
ان کے اختراعی دلائل کہیں نہیں نکلتے۔ بقول شاعر۔

خُصْلَہٗ کَچھ میں ہیں تھوڑے مگر مافوق کے ٹکڑے بٹے ہوتے ہیں
اللہ تعالیٰ نہیں حق اللہ اہل حق کے ساتھ وابستہ رکھے، انہیں کے ساتھ

جیتیں انہیں کے ساتھ مریں اور انہیں کے ساتھ مشرکوں آمین شرم آمین۔

قرآن وحدیث سے استدلال کرنے کا ضابطہ ۱۔

عوام الناس کو یہ بات پریشان کئے ہوئے ہے کہ جو بھی اسلامی یا منسوب بہ اسلام فرقہ اپنے مسلک کی طرف دعوت دیتا ہے، قرودہ قرآن وحدیث ہی کا نام لیتا اور اپنے استدلال میں قرآن وحدیث ہی کو پیش کرتا ہے، اب ہم کس کو صحیح اور کس کو غلط اور کس کو حق پر اور کس کو باطل پر سمجھیں؟ واقعی یہ شبہ اکثر لوگوں کے مخاطب کے لیے کافی ہے لیکن اگر انصاف خدا خدائی اور دیانت کے ساتھ اس بات پر غور کر لیا جائے کہ آخر یہی قرآن وحدیث حضرات صحابہ کرامؓ، تابعین عظام اور تفسیر و ترمذیؒ و ابن کثیرؒ و ابن کثیرؒ کے سامنے بھی تھے ان کا جو مطلب ادا تفسیر و ترمذیؒ و ابن کثیرؒ نے بھی وہی حق اور صواب ہے، اتنی سب غلط اور باطل ہے، پس عوام کا یہ کام ہے کہ ہر باطل پرست اور خرافات زدہ سے یہ سوال کریں کہ فعل آیت اور فلاں حدیث کی جو مراد تم بیان کر رہے ہو، کیا یہ سلف صالحین سے ثابت ہے؟ اگر ہے تو صحیح و مرید حوالہ بناؤ چشم باروشی دل ماشاء، ورنہ مراد جو تم بیان کرتے ہو، اس قابل ہے کہ اسے علیٰ اٹھا کر پھینک دو باہر گلی میں!

عوام اس قاعدہ اور ضابطہ کے بغیر اور کسی طرف نہ جاتیں پھر دیکھیں کہ حق کس کے ساتھ ہے؟ اور قرآن وحدیث کی مراد کون سی صحیح ہے؟ اگر وہ ایسا نہ کریں گے اور اس میں کوتاہی کریں گے تو ضروریات دین میں غلطی کی وجہ سے کبھی عند اللہ سرخرو نہیں ہو سکیں گے اور اپنی طاقت اور وسعت صرف نہ کرنے کی وجہ سے جو گناہ قرآن وحدیث کی تکوینت کرنے والوں کو بے گناہ اس میں ماننے والے بھی برابر کے شرکاء ہوں گے اس ضابطہ کے لیے چند حوالے ملاحظہ فرمائیں تاکہ پوری حقیقت کھل کر سامنے آجائے۔

۱۱) خلیفہ راشد حضرت عمرؓ بن عبد العزیزؓ (الموتی) ؓ کے سامنے منکرین تقدیر نے جب یہ دلیل پیش کی کہ قرآن کریم کی بعض آیات سے تقدیر کی نفی ثابت ہوتی ہے اس لیے تقدیر کا عقیدہ نہ ضروری ہے اور نہ ثابت بلکہ اس کا انکار ہی قرآن کریم کی بعض آیات سے موافق ہے تو ان اس بے بنیاد شبہ کو دھوکھانے کی غرض سے انہوں نے ارشاد فرمایا کہ

بقدر قدر ما منه ما قدر الله وعلما
یعنی حضرات صحابہ کرامؓ اور تابعین و غیرہ
من تادبہم ما جهلته وقالوا
نے قرآن کریم کی یہ آیتیں بھی پڑھی ہیں جو تم
بعد ذلك خلفه بكتا ب و
نے پڑھی ہیں لیکن وہ ان کی مڑلو کہجے ہیں
قد ر
اسم نہیں جگے اور انہوں نے یہ سہکرات
(ابجد و ج ۲ صفحہ ۱۷۷)

مطلب یہ ہوا کہ جن آیات سے تم نے تقدیر کے انکار کا منہم بھا ہے :
یہی آیات حضرات صحابہ کرامؓ اور سلف صالحینؓ کے سامنے بھی تھیں پھر کیا وجہ ہے
کہ وہ ان آیات کا وہ مطلب نہ سمجھ سکے جو تم نے سمجھ رکھا ہے، یہ کیوں کہو تسلیم کیا جا
کہ تم حق پر ہو اور محاذ اللہ باطل پر تھے یعنی حق صرف انہی حضرات کے ساتھ ہے
اور تم ملحد غلط کار ہو اور یہ فہم تمہارے لیے باعث وبال جان ہوگی۔
(۲۱) حضرت عبداللہؓ مکی فرماتے ہیں کہ :-

سحابت آثارا بالانجبر بادشا لازم است
لئے نیک نکتہ! جو چیز ہم پر اور تم پر لازم
الصیغ عناء بمنفصلانے کتاب و سنت
ہے اور وہ کتاب و سنت کے مطابق حقیقتوں
علاء اہل حق عنکو اللہ تعالیٰ یسعیم اور کتاب
کہ دست کرے اس طریقہ پر جس پر علماء اہل
سنت آں عناء و فہمید اللہ و انما انجبر اخذ
حق نے (اللہ تعالیٰ الکی اس کی کرا دے کہے)
کہ وہ چہ فہمیدان اور شما از خیز اعتقاد قلم
کتاب و سنت سے ان عناء کر کے بھا ہے
است اگر موافق افہام ای بزرگان
اللہ الی سے اللہ کیسے کیونکہ ہمارا اور تمہارا

نہا شد زیرا کہ ہر متجدد و ضال احکام
 سمجھتا جب کہ الٰہی کلمہ کے موافق نہ ہو
 باطلہ خود را از کتاب و سنت می چنبد
 اعتدال سے ساقط ہے کیونکہ ہر متجدد اور کلام
 ازاں جہاں خدا می نماید و الحال مند لا پستی
 اپنے باطل احکام کو کتاب و سنت سمجھتا ہے
 من الحق شیفا۔ (مکتوبات مکتوب ۱۵۴)
 لہذا اسی سے یہ کتاب ہے حالانکہ اس کا کلمہ
 حق کی کسی چیز سے کفایت نہیں کر سکتا۔
 یہ عبادات اپنے دلول میں بالکل مدش ہیں الٰہی کریمت پیش نظر رکھیں۔

و علی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد و علی آلہ و صحابہ و سلمہ

بصورت النسخ

ابوالزام محمد سرفراز خان خطیب جامع لکھنؤ
 و تدریس مدرسہ نصرۃ العلوم کو جب الزام

جنت کے نظارے

یہ کتاب علامہ ابن القیم کی کتاب حادی الاذواح الی بلاد الافراح کا اردو ترجمہ ہے۔ جس میں جنت اور اسکی نعمتوں کا ذکر صحیح احادیث کی روشنی میں کیا گیا ہے اور جنت سے متعلق اس قدر معلومات دی گئی ہیں جو شاید ہی کسی اور کتاب میں مل سکیں

الدروس الواضحة فی شرح الکافیہ

درس نظامی میں شامل علم نحو کی مشہور کتاب **کافیہ** کی آسان اردو تقاریر کا مجموعہ جس سے طلباء کو کافیہ کے ساتھ ساتھ شرح ملا جامی کا سمجھنا بھی آسان ہو جائیگا انشاء اللہ العزیز
تقاریر۔ مولانا حافظ عبدالقدوس قارن
مدرس مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

درس نظامی میں شامل علم مناظرہ کی مشہور کتاب
وشیدیہ کا اردو ترجمہ و مختصر شرح **حمیدیہ**

احناف کا رسول اللہ ﷺ سے اختلاف یا
غیر مقلدین کی بددیانتیوں اور جہالتوں بھری داستان

انکشاف حقیقت

عمر اکادمی نزد مدرسہ نصرۃ العلوم گھنٹہ گھر گوجرانوالہ

امام اہلسنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر دام محمد ہم کی کتابوں پر غیر مقلد عالم مولانا
ارشاد الحق اثری صاحب کی جانب سے کئے گئے اعتراضات کے مدلل جوابات

مولانا ارشاد الحق اثری صاحب کا مجذوبانہ و اوپلا

مجذوبانہ و اوپلا

پر غیر مقلد عالم مولانا ارشاد الحق اثری صاحب کے
اعتراضات کے جوابات

تصویر بڑی صاف ہے سبھی جان گئے
بجواب

آنینہ انکو دکھایا تو برا مان گئے

از قلم: مولانا حافظ عبدالقدوس قارن

امام اعظم امام ابوحنیفہ پر بے بنیاد اعتراضات کے جواب میں
علامہ کوثری مصری کی کتاب تانیب الخطیب کا اردو ترجمہ

امام ابوحنیفہؒ کا عادلانہ دفاع

عمر اکاذمی نزد مدرسہ نصرۃ العلوم گھنٹہ گھر گوجرانوالہ